کشف الحجاب
عن فضائلِ الآلِ والاصحاب

مُصنّفہٖ

جناب مرحوم مولوی محمد جرار حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ

فام ه

میکرو فیلم تهیه شد

۱۳۸۶/۹/۲۵

آستان قدس

کتابخانه مرکزی آستان قدس رضوی

نام کتاب: کشف الحجاب . کاغذ مشقی . جلد مقوا

مؤلف متن: شیخ محمد جرار حسین جونپوری — محشی:

شارح: — مترجم:

تاریخ تحریر: ۲۶ محرم ۱۳۹۰ — نوع خط: نستعلیق بخط صابر حسین کاظمی — تعداد سطر: ۱۸

جزء کتب: اخبار — زبان: اردو — عدد اوراق: ۱۱۱

طول: ۲۰٫۲ — عرض: ۱۶ — شماره عمومی: ۲۶۵۳۷

وقفی: سید ضیاء السیدین کاظمی موسوی — تاریخ وقف: ۱۴ آذرماه ۱۳۷۸

خریداری — خریداری

ملاحظات:

۱۱۴

فہرست ابواب

باب	عنوان	صفحہ
اول	مناقب اہلبیت از قرآن بروایات اہل سنت	۱
دوم	" " از احادیث "	۲۵
سوم	" " بزبان صحابہ "	۵۱
چہارم	" " بزبان علمائے اہل سنت	۶۳
پنجم	اقوال اہلبیت درحق خود بروایات اہل سنت	۷۹
ششم	آیات قرآن مجید درحق بعض اصحاب	۸۷
ہفتم	احادیث رسول درحق خلفائے ثلثہ از کتب اہل سنت	۸۹
ہشتم	مناقب خلفائے ثلثہ خود ان کی زبان اور ان کے اعمال سے	۱۰۶
نہم	اقوال صحابہ کبار درحق خلفائے ثلثہ	۱۶۶
دہم	مناقب ثلثہ بزبان اہلبیت از کتب اہل سنت	۱۸۲
یازدہم	مناقب ثلثہ از علمائے اہل سنت	۱۹۰
دوازدہم	خطبہ شقشقیہ علویہ	۲۰۲
سیزدہم	مناقب خلفائے ثلثہ از کتب شیعہ	۲۰۵
چہاردہم	مذہب اہل سنت کی حقیقت	۲۱۹

حدیث باب ہفتم ص ۱۰۳

حدیث قرطاس ص ۱۳۵-۱۵۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ وحبیبہ محمد خاتم النبیین
وسید المرسلین وآلہ المعصومین الہداۃ المہدیین الیٰ یوم الدین۔

اس کتاب میں اہلبیت اطہار وصحابہ کبار کے مناقب وفضائل مختصر طور پر
درج کئے جاتے ہیں کہ ناظرین کے لئے موجب بصیرت ہوں۔ یہ کتاب کشف الحجاب
عن فضائل الآل والاصحاب کے اسم سے موسوم ہے اور چودہ[۱۴] باب پر منقسم ہے۔

باب اوّل۔ چند آیات قرآن مجید درحق اہلبیت بروایت اہل سنت

(۱) پارہ پنجم رکوع پنجم۔ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔
اے ایمان لانے والو اللہ کی اطاعت کرو اور (اس) رسول اور والیان امر کی اطاعت کرو
جو تمھیں میں سے ہیں۔ علامہ جمال الدین محدث وعالم بزرگ اہل سنت کے روضۃ الاحباب
جلد سوم ص[۸۲۸] میں لکھتے ہیں۔ شنیدم از جابر بن عبداللہ انصاری کہ می گفت چوں ایزد تعالیٰ
نازل گردانید بر پیغمبر خدا این آیہ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم
گفتیم یا رسول اللہ می شناسیم ما خدا و رسول او را۔ پس کیست اصحاب امر کہ خدائے
تعالیٰ اطاعت ایشان را قرین ساختہ است بطاعت خود۔ پس گفت رسول اللہ ہم خلفائی
من بعدی اولہم علی[۱] ابن ابی طالب ثم الحسن[۲] ثم الحسین[۳] ثم علی[۴] بن الحسین ثم محمد[۵] بن علی
المعروف فی التوراۃ بالباقر وستدرکہ یا جابر فاذا لقیتہ فاقرأہ منی السلام ثم الصادق
جعفر[۶] بن محمد ثم موسیٰ[۷] بن جعفر ثم علی[۸] بن موسیٰ ثم محمد[۹] بن علی ثم علی[۱۰] بن محمد ثم الحسن[۱۱] بن علی
ثم سمیی وکنیتی حجۃ اللہ فی ارضہ وبقیتہ فی عبادہ محمد[۱۲] بن الحسن بن علی ذالک الذی
یفتح اللہ عزوجل علی یدیہ مشارق الارض ومغاربہا ذالک الذی یغیب عن شیعتہ واولیائہ

غیبتہ لایثبت فیہا علی القول بامامتہ الا من امتحن اللہ قلبہ للایمان ۔ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب خدا نے پیغمبر خدا پر یہ آیت یا ایہا الذین آمنو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم نازل کی ہم (صحابہ) نے کہا یا رسول اللہ ہم اللہ اور اس کے رسول کو پہچانتے ہیں ۔ یہ اصحاب امر کون ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے اپنی اطاعت کے ساتھ لازم قرار دیا ہے ۔ حضرت نے فرمایا وہ میرے جانشین اور خلفا ہیں جو میرے بعد ہوں گے ۔ ان میں سے پہلے علی بن ابی طالب ہیں ۔ پھر حسن پھر حسین پھر علی بن الحسین پھر محمد بن علی ہیں جن کا نام توریت میں باقر ہے اور اے جابر تم ان کو پاؤ گے ۔ جب ان سے ملاقات کرنا تو میرا اسلام ان کو پہنچانا ۔ ان کے بعد جعفر صادق بن محمد پھر موسیٰ بن جعفر پھر علی بن موسیٰ پھر محمد بن علی پھر علی بن محمد پھر حسن بن علی پھر میرے ہمنام و ہم کنیت خدا کی زمین میں اس کی حجت اور اس کے بندوں میں اس کی باقی رہنے والی نشانی محمد بن الحسن بن علی ہیں ۔ یہی وہ ہیں جن کے ہاتھوں پر اللہ مشارق و مغارب ارض کو فتح کر دے گا اور یہی اپنے شیعہ اور دوستوں سے اتنی مدت تک غائب رہیں گے کہ اس مدت طویل میں ان کی امامت کے اعتقاد پر کوئی ثابت نہ رہ جائے گا سوائے ان لوگوں کے جن کے قلب کا امتحان ایمان کے متعلق خدا نے کر لیا ہے (وہ البتہ ان کی امامت کے معتقد رہیں گے) ۔ ملاحظہ ہو باب دوم حدیث ۷

ینابیع المودة ص۱۱۷ فی المناقب عن الحسن بن صالح عن جعفر الصادق فی ہذہ الآیۃ قال اولو الامر ہم الائمۃ من اہل البیت علیہم السلام ۔ ص۱۱۵ قالوا یا رسول اللہ ہذہ الآیات (ومنہا ہذہ الآیۃ ممّا) فی علی خاصۃ قال ھی فیہ وفی اوصیائی الی یوم القیامۃ قالوا بیّنہم لنا قال علی اخی و وارثی و وصیی و ولی کل مومن بعدی ثم ابنی الحسن ثم الحسین ثم التسعۃ من ولد الحسین ۔

ص۱۱۷ حسن بن صالح امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ اولو الامر ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں ۔ ص۱۱۵ اصحاب نے کہا یا رسول اللہ یہ آیات (جن میں آیت ہذا بھی ہے) خاص علی کے حق میں ہیں ۔ فرمایا کہ یہ آیات خاص علی کے حق میں اور میرے اوصیا کے حق میں ہیں جو قیامت تک ہوں گے ۔ لوگوں نے کہا کہ ان کو ہم سے بیان فرمائیے ۔ فرمایا کہ میرے اوصیا علی ہیں جو میرے بھائی میرے وارث میرے وصی اور میرے بعد تمام مومنین کے ولی ہیں ۔ پھر (علی کے بعد میرے اوصیا) میرا بیٹا حسن پھر حسین پھر نو اولادِ حسین میں سے ہیں ۔

علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۳ ص۳۵۷ میں اس آیت سے اولی الامر کے معصوم ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اولی الامر کی تشخیص و تعیین میں حدیث رسول چھوڑ کر ناحق کی دردسری کی ہے ۔ علامہ کا استدلال یہ ہے ۔ المسئلۃ الثالثۃ اعلم ان قولہ و اولی الامر منکم یدل عندنا علیٰ ان اجماع الامۃ حجۃ والدلیل علیٰ ذالک ان اللہ امر لطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم و من امر اللہ لطاعتہ علیٰ سبیل الجزم والقطع لابد وان یکون معصوماً عن الخطاء اذ لو لم یکن معصوماً عن الخطاء کان بتقدیر اقدامہ علی الخطاء قد امر اللہ بمتابعتہ فیکون ذالک امر الفعل ذالک الخطاء والخطاء لکونہ خطاء منہی عنہ فہذا یفضی الیٰ اجتماع الامر والنہی فی الفعل الواحد بالاعتبار الواحد وانہ محال فثبت قطعاً ان اولی الامر المذکور فی ہذہ الآیۃ لابد وان یکون معصوماً ۔ مسئلہ سوم ۔ سمجھ لو کہ خدا کا قول و اولی الامر منکم ہمارے نزدیک اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم جزمی و یقینی دیا ہے اور اللہ جس کی اطاعت کا حکم جزمی و یقینی دے وہ ضرور خطا سے معصوم ہو گا اس لئے کہ جب وہ معصوم نہ ہو گا تو خطا کرنے کی حالت میں بھی حکم خدا سے اس کی اطاعت واجب ہو گی ۔ پس یہ اس خطا کے کرنے کا

حکم ہوگا اور خطا ہونے کی حیثیت سے خطا ممنوع اور منہی عنہ ہے۔ پس اس سے ایک چیز کے متعلق ایک ہی اعتبار سے امر و نہی کا اجتماع ہو جائے گا اور یہ محال ہے۔ پس یقیناً ثابت ہوا کہ اولی الامر جو اس آیت میں مذکور ہیں ضرور معصوم ہیں (علامہ رازی کا کلام ختم ہوا)۔ علامہ رازی کی دلیل عقلی سے اولی الامر کا معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اولو الامر رسول اللہ کے نزدیک ائمہ اثنا عشر اہل بیت اور مفسرین اہل سنت کے نزدیک خلفائے راشدین یا امرائے لشکر یا سلاطین اسلام یا علمائے دین ہیں۔ مگر علامہ رازی کے نزدیک اولی الامر امت کا اجماع ہے اور حدیث رسول و اقوال مفسرین دونوں ناقابل التفات ہیں۔ اقوال مفسرین بمقابلہ قول رسول کوئی چیز نہیں۔ اب ناظر بابصیرت کو اختیار ہے کہ وہ ارشاد رسول کو مانے یا قول علامہ رازی کو۔

فائدہ ۱: خلفائے راشدین میں سے حضرات خلفائے ثلاثہ اجماعاً معصوم نہیں اور اسی طرح امرائے لشکر اور سلاطین اسلام و علمائے دین بھی معصوم نہیں۔ پس یہ سب اولی الامر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ باقی رہا اجماع تو اہل اجماع میں یا ۱ کوئی فرد معصوم نہیں ہے یا ۲ ہر ہر فرد معصوم ہے یا ۳ بعض افراد معصوم اور بعض غیر معصوم ہیں۔ پہلی صورت میں غیر معصوم کا اجماع کیونکر معصوم ہو سکتا ہے۔ دوسری صورت میں اجماع کی ضرورت نہیں۔ جو حکم ایک کا ہے وہی سب کا ہے۔ تیسری صورت میں اسی معصوم کی اطاعت کا حکم خدا نے دیا ہے۔ اب معصوم کی تعیین و تشخیص کے لئے حدیث رسول کی ضرورت ہے نہ کسی کے قول کی طرف رجوع کرنے کی حاجت۔

۲: یہ حکم اطاعت رسول اور اولی الامر کے سوا تمام لوگوں کے لئے ہے۔ رسول پر صرف خدا کی اطاعت اور اولی الامر پر خدا اور رسول کی اطاعت فرض ہے۔ اب اگر کسی کے متعلق رسول اللہ کا یہ ارشاد ہو کہ تم پر صرف خدا کی اطاعت اور رسول کی اطاعت فرض ہے تو اس سے معلوم ہو جائے گا

کہ وہی صاحب امر ہے ورنہ حکم آیت کا نسخ و ابطال لازم آئے گا۔ ایسے شخص کے زمانہ حیات میں جتنے بھی حاکم ہوں گے ان کی اطاعت اس پر واجب نہ ہوگی۔ وہ اولی الامر نہ ہوں گے بلکہ صاحب امر یہی شخص ہوگا۔ ایسا شخص جس کے متعلق یہ ارشاد ہو تفسیر مدارک جلد ۲ ص ۱۱۱ کے دیکھنے سے علی معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت علی نے رسول اللہ سے دس باتیں پوچھی ہیں منجملہ ان کے یہ ہے۔

قلتُ وما علیّ قال طاعة اللّٰہ وطاعة رسولہ قلت فکیف ادعو اللّٰہ قال بالصدق والیقین۔

میں نے عرض کیا مجھ پر کیا فرض ہے۔ فرمایا تم پر اطاعت خدا و اطاعت رسول فرض ہے۔ میں نے عرض کیا خدا کو کس طرح پکاروں۔ فرمایا صدق و یقین کے ساتھ۔ معلوم ہوا کہ علی صاحب امر اور اولی الامر میں سے ایک ہیں ورنہ رسول اللہ صرف دو اطاعت پر اکتفا نہ کرتے۔

(۲) پارہ ۲۲ رکوع ۱۔ انما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ (آیت تطہیر)۔

اے اہل البیت اللہ بس یہی ارادہ کرتا ہے کہ تم سے (تمام) رجس کو دور رکھے اور تم کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔ ینابیع المودة ص ۲۵۸ مودة القربیٰ کی دسویں مودة میں یہ حدیث ہے۔

عن اصبغ بن نباتة عن عبد اللّٰہ بن عباس قال سمعت رسول اللّٰہ یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعة من ولد الحسین مطہرون المعصومون۔ ابن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور علی اور حسن اور حسین اور نو شخص (نو امام) اولادِ حسین سے مطہر و معصوم ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد سوم ص ۳۷۹ میں آیت انما یرید اللّٰہ کے ذیل میں مسئلہ چہارم میں لکھتے ہیں۔ وقال انما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا فجعل براءتہم عن المعاصی طہارة لہم۔ اللہ نے انما یرید اللہ فرمایا اور ان کے معاصی سے بری ہونے کو ان کے لئے طہارت قرار دیا اور جلد ۱ ص ۶۱۵ میں لکھتے ہیں لان الطہارة قد تستعمل فی ازالة الاوزار والآثام قال اللّٰہ تعالیٰ فی صفة اہل البیت

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ لیست ہذہ الطہارۃ الا عن الآثام والاوزار۔
اس لئے کہ طہارت کا لفظ کبھی گناہوں کے دور کرنے کے لئے بولا جاتا ہے جیسا کہ اللہ نے اہل البیت
کی صفت میں کہا ہے کہ اے اہل البیت اللہ بس یہی ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گناہوں کو دور رکھے
اور تم کو پاک رکھے جو حق پاک رکھنے کا ہے۔ یہ طہارت نہیں ہے مگر گناہوں سے پاک ہونا۔

صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ مطبوعہ مصر میں ہے۔ عن صفیۃ بنت شیبۃ قالت قالت عائشۃ خرج
رسول اللہ غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ
ثم جاءت فاطمۃ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔
صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ایک دن صبح کو رسول اللہ سیاہ بالوں کا
منقش کمل اوڑھے ہوئے نکلے پس حسن آئے۔ آپ نے ان کو کمل کے اندر لے لیا۔ پھر حسین آئے۔
وہ بھی حسن کے ساتھ کمل میں داخل ہو گئے۔ پھر فاطمہ آئیں۔ ان کو بھی آپ نے کمل کے اندر داخل کر لیا۔
پھر علی آئے۔ آپ نے ان کو بھی داخل کیا۔ پھر فرمایا اے اہل البیت کا یہی ارادہ ہے الخ۔

پھر اسی صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ میں یزید بن حیان کی روایت زید بن ارقم صحابی سے منقول ہے۔
اس کے بعض فقرات یہ ہیں۔ فقلنا من اہل بیتہ نساؤہ قال لا وایم اللہ ان المراۃ تکون مع الرجل العصر
من الدہر ثم یطلقہا فترجع الی ابیہا وقومہا اہل بیتہ اہلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ۔
ہم نے کہا رسول کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا ان کی بیویاں ہیں۔ زید بن ارقم نے کہا خدا کی قسم وہ نہیں ہیں۔
عورت تو ایک مدت دراز تک شوہر کے ساتھ رہتی ہے پھر شوہر اس کو طلاق دیتا ہے تو وہ اپنے باپ
اور قوم کے پاس چلی جاتی ہے۔ اہل بیت تو خاندان کے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

کتاب اسباب النزول مصنفہ امام واحدی صفحہ ۲۶۷ میں یہ روایت منقول ہے۔ ان ام سلمۃ زوج النبی تذکر

النبی کان فی بیتہا فاتتہ فاطمۃ ببرمۃ فیہا حریرۃ فدخلت بہا علیہ فقال لہا ادعی لی زوجک وابنیک
فجاء علی والحسن والحسین فدخلوا فجلسوا یاکلون من تلک الحریرۃ وہو علی منامۃ لہ وکان تحتہ کساء خیبری
قالت وانا فی الحجرۃ اصلی فانزل اللہ تعالیٰ ہذہ الآیۃ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔
قالت فاخذ فضل الکساء فغشاہم بہ ثم اخرج یدیہ فالواہما الی السماء ثم قال اللہم ہولاء اہل بیتی وخاصتی
فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا۔ قالت فادخلت راسی البیت وقلت وانا معکم یا رسول اللہ۔ قال انک علی خیر انک علی خیر۔
یعنی نبی ام سلمہ کے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ ایک دیگچی جس میں حریرہ تھا لائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اپنے شوہر
اور دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ پس علی و حسن و حسین آئے اور بیٹھ کر حریرہ نوش کرنے لگے
اور رسول اللہ اپنے فرش خواب پر تھے اور حضرت کے نیچے خیبری چادر تھی اور میں حجرہ میں نماز پڑھتی تھی
کہ اللہ تعالیٰ نے آیت تطہیر نازل کی۔ ام سلمہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے چادر کا فاضل حصہ لے کر ان لوگوں پر ڈال دیا
اور اپنے دونوں ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف بلند کئے اور کہا خدایا یہی میرے اہل بیت اور میرے مخصوصین ہیں۔
ان سے رجس کو دور رکھ اور ان کو پاک رکھ جو پاک رکھنے کا حق ہے۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے (چادر والے) گھر میں
اپنا سر ڈال کر کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں۔ فرمایا تم خیر پر ہو تم خیر پر ہو (مگر میرے اہل بیت میں داخل نہیں ہو)

نور الابصار صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲ وفی روایۃ ام سلمۃ قالت فرفعت الکساء لادخل معہ فجذبہ من یدی فقلت وانا معکم یا رسول اللہ
فقال انک من ازواج النبی علی خیر۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے چادر اٹھائی تاکہ حضرت کے ساتھ داخل ہو جاؤں
تو حضرت نے چادر کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں۔
آپ نے فرمایا نبی کی ازواج میں سے تم خیر پر ہو (لیکن اہل بیت نبی میں داخل نہیں ہو)۔

جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ میں ہے قالت ام سلمۃ وانا معہم یا رسول اللہ قال انت علی مکانک وانت الیٰ خیر۔
ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ حضرت نے فرمایا تم اپنی جگہ پر ہو (ازواج میں سے ہو اہل بیت میں سے نہیں)
اور تمہارا انجام بخیر ہوگا۔

جامع ترمذی جلد ۲ صہ ۱۵۲ اور مطالب السئول صہ ۲۵ میں ہے (عبارت ترمذی) عن انس بن مالک
ان رسول اللہ کان یمر بباب فاطمۃ ستۃ اشہر اذا خرج لصلوٰۃ الفجر یقول الصلوٰۃ یا اہل البیت
انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا - رسول اللہ اس آیت کے نازل ہونے پر
چھ مہینے تک جب نماز صبح پڑھنے کے لئے گھر سے نکلتے تھے تو فاطمہ کے دروازہ پر جاکر فرماتے تھے
کہ اے اہل البیت نماز (کے لئے اٹھو) - خدا یہی چاہتا ہے کہ تم سے رجس کو دور رکھے اور تم کو پاک رکھے
جو پاک رکھنے کا حق ہے -

صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صہ ۸۵ و ۸۸ میں ہے - الآیت الاولیٰ قال اللہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس
اہل البیت ویطہرکم تطہیرا - اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علی وفاطمۃ والحسن والحسین لتذکیر ضمیر عنکم وما بعدہ .....
واخرج احمد عن ابی سعید الخدری انہا نزلت فی خمسۃ النبی وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین واخرج
ابن جریر مرفوعاً بلفظ انزلت ہذہ الآیۃ فی خمسۃ فیّ وفی علی والحسن والحسین وفاطمۃ واخرجہ الطبرانی والمسلم
انہ ادخل اولٰئک تحت کساء علیہ وقرء ہذہ الآیۃ وصح انہ جعل علی ھولاء کساء وقال اللّٰھم ھولاء اہل بیتی وخاصتی
ای خاصتی اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا فقالت ام سلمۃ وانا معہم قال انک علی خیر - اکثر مفسرین اس پر ہیں
کہ یہ آیہ علی وفاطمہ وحسن وحسین کے حق میں نازل ہوا کیونکہ عنکم اور اس کے بعد کی ضمیریں مذکر ہیں -
امام احمد بن حنبل نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پنجتن پاک کے حق میں نازل ہوئی ہے -
ابن جریر نے بھی اسی طرح رسول اللہ سے روایت کی ہے - طبرانی ومسلم کی روایت میں ہے
کہ ان لوگوں کو چادر میں لے کر رسول اللہ نے آیت کی تلاوت کی (روایت مع پورا ترجمہ بیان ہو چکا ہے) -
جامع ترمذی جلد ۲ صہ ۲۱۹ عن عمر بن ابی سلمۃ ربیب النبی قال نزلت ہذہ الآیۃ علی النبی انما یرید اللہ الخ
فی بیت ام سلمۃ فدعا النبی فاطمۃ وحسناً وحسیناً فجللہم (البسہم) بکساء وعلی خلف ظہرہ فجللہم بکساء

ثم قال اللّٰھم ھولاء اہل بیتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا قالت ام سلمۃ وانا معہم یا رسول اللہ
قال انت علی مکانک وانت الی الخیر وفی الباب عن ام سلمۃ ومعقل بن یسار وانس بن مالک - اور
تیسیر الوصول جلد ۲ صہ ۱۶۱ میں ہے عن ام سلمۃ (الیٰ ان قالت) فقلت یا رسول اللہ الست من اہل البیت
فقال انک الیٰ خیر وانک من ازواج النبی اخرجہ الترمذی - عمر بن ابی سلمہ پروردہ نبی سے روایت ہے
کہ یہ آیت (آیت تطہیر) نبی پر ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی پس نبی نے فاطمہ وحسن وحسین کو بلایا
اور ان کو ایک چادر اُڑھائی اور علی آنحضرت کے پیچھے تھے ان کو بھی چادر اُڑھائی - پھر فرمایا خداوندا یہی مرے اہل بیت ہیں -
پس تو ان سے تمام رجس کو دور رکھ اور ان کو پاک رکھ جو پاک رکھنے کا حق ہے - ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ
میں بھی تو ان کے ساتھ ہوں - حضرت نے کہا کہ تم اپنی جگہہ پر ہو (اہل بیت میں سے نہیں ہو تم ازواج میں سے ہو)
اور تمھارا انجام بخیر ہے - یہی حدیث ام سلمہ ومعقل بن یسار وانس بن مالک سے مروی ہے - اور
تیسیر الوصول میں جو روایت ترمذی سے نقل کی گئی اس میں ہے تمھارا انجام بخیر ہے اور تم ازواج نبی میں سے ہو -
ترمذی میں الفاظ روایت عمر بن ابی سلمہ کے ہیں اور تیسیر الوصول میں الفاظ روایت خود ام سلمہ کے ہیں -
پس ہو سکتا ہے کہ خط کشیدہ الفاظ عمر کی روایت میں نہ ہوں اور ام سلمہ کی روایت میں ہوں - یہی روایت
عمر سے جامع ترمذی جلد ۲ صہ ۱۵۲ میں بھی مذکور ہے مگر وعلی خلف ظہرہ فجللہ بکساء ہے -
اتقان صہ ۲۹۶ میں ہے اہل البیت قال صلی اللہ علیہ وسلم ہم علی وفاطمۃ والحسن والحسین -
حضرتؐ نے فرمایا اہل البیت علی وفاطمہ وحسن وحسین ہیں -
تفسیر بیضاوی جلد ۲ صہ ۱۲۹ (ترجمہ عبارت) شیعہ کا اہل البیت کو علی وفاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے ساتھ
خاص کرنا اس وجہ سے کہ روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن صبح کو رسول اللہ سیاہ منقش کملی اوڑھے ہوئے نکلے
اور بیٹھے - پس علیؑ وفاطمہؑ وحسنین (یکے بعد دیگرے) آئے اور سب کو (یکے بعد دیگرے) حضرت نے کملی میں داخل کیا -

پھر کہا اے اہل البیت خدا بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے تمام رجس کو دور رکھے اور تم کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔
اور شیعہ کا احتجاج اس سے ان (بزرگواروں) کی عصمت پر اور احتجاج اس سے ان کے اجماع کے حجت ہونے پر
ضعیف ہے اس لئے کہ آیت کی تخصیص ان (بزرگواروں) کے ساتھ کرنا آیت کے ماقبل و مابعد سے
مناسبت نہیں رکھتا اور یہ حدیث چاہتی ہے کہ یہ بزرگوار بھی اہل البیت ہیں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے سوا
اہل البیت نہیں ہیں (صاحب بیضاوی کا قول ختم ہوا) - میں کہتا ہوں (۱) اس سے ان لوگوں کا معاصی سے بری ہونا
ثابت ہوا جیسا کہ علامہ رازی اپنی تفسیر میں اس کے قائل ہوئے ہیں اور ہم شیعہ عصمت سے یہی مراد لیتے ہیں۔
اب عصمت سے آپ کی جو مراد ہو اس کو بیان کیجئے - (۲) جب ان کی عصمت ثابت ہوئی تو کیا خطاکاروں کا اجماع
آپ کے نزدیک حجت ہے اور معصومین کا اجماع حجت نہیں - (۳) اس قرآن کی ترتیب اس کی تنزیل کے مطابق
نہیں ہے اور تمام مسلمانوں کا اجماع بھی اسی پر ہے تو آپ پر لازم ہے کہ ثابت کیجئے کہ یہ تمام آیات ایک دفعہ
اسی ترتیب سے نازل ہوئیں تب اس پر جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کو متفرع کیجئے اور یہ آپ ثابت نہیں کر سکتے۔
(۴) تخصیص آیت کے ماقبل سے مناسبت رکھتی ہے اس لئے کہ جو حدیث آپ نے بیان کی ہے اس کے سوا
دوسری حدیث اسی کو چاہتی ہے کہ ان بزرگوں کے سوا ازواج وغیرہ اہل البیت نہ ہوں اس لئے کہ
حضرت نے ام سلمہ کو اہل البیت میں داخل نہیں کیا اور کہا کہ تم ازواج نبی میں سے ہو۔ اور حضرت کا یہ قول
اللّٰھم ھولاء اہل بیتی حدیث ام سلمہ میں جو نور الابصار میں ہے اور اس کے علاوہ دوسری حدیثوں میں بھی
مروی ہے تو یہ قول بھی اسی کو چاہتا ہے کہ اہل البیت یہی چار بزرگوار (عہد رسول میں) ہوں ان کے غیر
اہل البیت نہ ہوں اس لئے کہ جملہ ھولاء اہل بیتی جملہ اسمیہ خبریہ ہے اور خبر اصل میں دو وجہوں سے
ایک بات کے لئے بیان کی جاتی ہے - مخاطب کو حکم خبری سے آگاہ کرنے کے لئے یا اس سے آگاہ کرنے کے لئے
کہ متکلم بھی حکم خبری سے آگاہ ہے جیسا کہ تم آگاہ ہو۔ اللہ تعالیٰ حکم خبری سے آگاہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے

کہ اس کا رسول بھی حکم خبری کو جانتا ہے تو چاہئے کہ حضرت کا قول اللّٰھم ھولاء اہل بیتی کسی دوسری غرض سے ہو۔
معلوم ہوا کہ مخاطب اگرچہ بظاہر اللہ تعالیٰ ہے لیکن حضرت حقیقت میں اپنی امت اور ازواج کو مخاطب کرتے ہیں
اور ان کو اپنے اس قول سے حکم خبری سے آگاہ کرتے ہیں اور دعا سے مقصود یہی اعلام (امت اور ازواج کو آگاہ کرنا) ہے
اس لئے کہ حضرت جانتے تھے کہ خدا جب کسی چیز کو چاہتا ہے تو وہ چیز اس وقت ہو کر رہتی ہے اور موجود ہو جاتی ہے۔
اور جملہ اسمیہ میں مخاطب جس کو جانتا ہے وہی مسند الیہ (مبتدا) قرار دیا جاتا ہے اور مخاطب جس کو نہیں جانتا
وہ مسند (خبر) قرار دی جاتی ہے - پس اس جملہ ھولاء اہل بیتی سے پہلے مخاطب سامع جانتا تھا کہ کچھ لوگ
ایسے ہیں جن سے اللہ رجس کو دور رکھنا اور جن کو پاک رکھنا چاہتا ہے اور جن کو اس نے اہل البیت کے نام سے
موسوم کیا ہے - وہ یہ نہ جانتا تھا کہ اہل البیت کون لوگ ہیں تو اس حیثیت سے کہ اہل البیت کو مخاطب جانتا تھا
کہ ان کے بارہ میں خدا نے انما یرید اللہ کہا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ اہل البیت مسند الیہ (مبتدا) اور مقدم ہوتا
اور جملہ یوں ہوتا اللّٰھم اہل بیتی ھولاء - اسی کی تائید اس سے ہوتی ہے جو فقرہ دوسری روایتوں میں ہے
اما اہل بیتی فھولاء - اور مسند (خبر) کو مقدم کرنے سے قصر و حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی مسند الیہ
مسند میں منحصر ہو جاتا ہے - اور جب کہ ازواج خیال کرتی تھیں کہ اہل البیت ان چاروں بزرگوں کی طرح
وہ بھی ہیں اور ممکن تھا کہ عکرمہ کی طرح کوئی کہے کہ اہل البیت صرف ازواج ہیں اسی لئے حضرت نے
مسند یعنی ھولاء کو مقدم اور مسند الیہ اہل بیتی کو موخر کر دیا اور اس سے قصر و حصر (قصر افراد اور قصر قلب دونوں) کا
ارادہ کیا اور اس کی تاکید انّ سے کر دی جیسا کہ دوسری روایت میں اللّٰھم انّ ھولاء اہل بیتی ہے۔
قصر افراد کی بنا پر معنی یہ ہیں کہ تنہا یہ چار میرے اہل البیت ہیں ان کے ساتھ ان کا غیر میرا اہل بیت نہیں۔
اور قصر قلب کی بنا پر معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں ان کے غیر میرے اہل بیت نہیں جیسا
کہ گمان کرنے والا گمان کرتا اور کہنے والا کہتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت تطہیر سے اہل البیت کا معصوم ہونا ثابت ہے جو خود رسالتمآب اور علی
وفاطمہ وحسن وحسین علیہم السلام ہیں۔ ازواج نبی اہل بیت میں داخل نہیں ہیں اور ان کی
عصمت کا کوئی قائل بھی نہیں ہے اور اصحاب کو نہ کسی نے داخل اہل البیت کیا اور نہ ان کی عصمت کا
کوئی مدعی ہوا ہے۔ پس یہ پانچوں حضرات اس صفت عصمت سے متصف اور ازواج و اصحاب سے
اس صفت کے ذریعہ سے ممتاز ہیں۔ فائدہ۔ رسول معصوم کے انتقال کے بعد معصوم کے موجود ہوتے ہوئے
غیر معصوم رسول معصوم کا خلیفہ کیوں کر ہو سکتا ہے اور کیونکر اس کو عقل قبول کر سکتی ہے۔

(۲) آیت مباہلہ پ۳ ع۱۴۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابنائکم
ونساءنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ پھر جو شخص تم سے
اس (عیسیٰ کے بارے) میں حجت کرے بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے تو کہہ دو کہ
آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ
اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں
اور خدا کی لعنت جھوٹوں پر قرار دیں۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۲۴ میں سعد بن ابی وقاص سے
جو اہل سنت کے عشرہ مبشرہ میں سے ایک بزرگ ہیں ایک روایت اس وقت کی مذکور ہے
جب ان کو معاویہ نے سب علی ابن ابی طالب کا حکم دیا تو انھوں نے کہا کہ جب تک میں ان کی
تین فضیلتوں کو یاد رکھوں گا ہرگز ان کو سب و شتم نہ کروں گا۔ آخری فضیلت جس پر حدیث ختم ہے
ان الفاظ میں ہے (اور یہ فقرات جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۲۴ میں بھی ایک حدیث کی صورت میں
قتیبہ کے باب سے منقول ہیں)۔ ولما نزلت ہذہ الآیۃ قل تعالوا ندع ابناءنا وابنائکم دعا رسول اللہ
علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا وقال اللہم ہولاء اہلی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہو (اے رسول)

ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں تو رسول اللہ نے علی وفاطمہ وحسن وحسین کو بلایا اور کہا
خدایا یہی لوگ میرے اہل ہیں۔

مطالب السؤل ص ۲۲ میں ہے فلما اصبحوا جاؤا الی رسول اللہ فخرج وہو محتضن الحسین وآخذ بید الحسن
وفاطمۃ خلفہ وعلی خلفہما ویقول اللہم ہولاء اہلی قال الشعبی قولہ تعالی ابناءنا الحسن والحسین ونساءنا فاطمۃ
وانفسنا علی فقال لہم رسول اللہ اذا انا دعوت فامنوا۔ جب نصارائے نجران نے صبح کی تو رسول اللہ کے پاس آئے۔
پس حضرت گھر سے) اس طرح برآمد ہوئے کہ گود میں حسین کو لئے ہوئے تھے اور حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔
فاطمہ حضرت کے پیچھے تھیں اور علی دونوں کے پیچھے تھے اور حضرت کہتے تھے کہ خدایا یہی میرے اہل ہیں۔
(شعبی نے کہا ہے کہ اللہ تعالی کی مراد ابناءنا سے حسن وحسین اور نساءنا سے فاطمہ اور انفسنا سے علی ہیں)۔
پس ان سے رسول اللہ نے کہا کہ جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا۔

صواعق محرقہ ص ۵ میں آیت نہم کے بعد یہ عبارت ہے۔ قال فی الکشاف لا دلیل اقوی من ہذا علی فضل اصحاب الکساء
وہم علی وفاطمۃ والحسنان لانہا لما نزلت دعاہم فاحتضن الحسین واخذ بید الحسن ومشت فاطمۃ خلفہ وعلی خلفہما
فعلم انہم المراد من الآیۃ۔ صاحب کشاف (زمخشری) نے کہا ہے کہ اصحاب کساء علی وفاطمہ وحسنین کے فضل وشرف پر
اس سے قوی تر اور کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضرت نے ان (چاروں بزرگوں) کو بلایا۔
حسین کو گود میں لیا اور حسن کا ہاتھ پکڑا۔ فاطمہ حضرت کے پیچھے چلیں اور علی ~~دونوں~~ فاطمہ کے پیچھے تھے۔ پس معلوم ہوا
کہ آیت مباہلہ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ (دیکھئے باب چہارم ص ۲۹)۔

مطالب السؤل ص ۷ میں ہے قد نقل ان المراد بقولہ تعالی وانفسنا ہو علی بن ابی طالب ویمتنع ان یکون
نفس علی ہی نفس النبی بعینہا فیکون المراد من الآیۃ المساواۃ بین نفسیہما وہذا یقتضی ان یکون
کل واحدۃ من النفسین متصفۃ بمثال صفات النفس النبویۃ الموصوفۃ بصفات الکمال جنسا لکن ترک العمل بذالک

فی صفة النبوة لاختصاصها بالنبی لاستحالة وجودہا فی غیرہ فتبقی صفة الفضیلة والعلم متصفة بذالک لامحالة۔

یہ احادیث میں منقول ہے کہ وانفسنا سے مراد علی بن ابی طالب ہیں اور یہ تو ناممکن ہے کہ نفس علی بعینہ نفس نبی ہو (یعنی دونوں کی روح ایک ہو)۔ پس مطلب یہ ہے کہ دونوں کے نفس میں مساوات (برابری) ہے اور یہ اس بات کو چاہتا ہے کہ دونوں نفس میں سے ہر ایک نفس نبویہ کے صفات کمال کے ساتھ متصف ہو لیکن صفت نبوت میں نفس علی نفس نبی کے مساوی نہ سمجھا جائے گا اس لئے کہ صفت نبوت نبی سے مخصوص ہے دوسرے میں اس صفت کا پایا جانا محال ہے۔ پس نفس علی لامحالہ صفت فضیلت وعلم سے متصف باقی رہے گا (جیسا کہ نفس نبی متصف ہے)۔

معلوم ہوا کہ نفس نبی وعلی صفت نبوت کے علاوہ تمام صفات کمال سے بدرجہ مساوی متصف تھا۔ صفت نبوت نفس علی میں نہ تھی۔ اس کے علاوہ اور صفات جیسے نفس نبی میں تھے ویسے ہی نفس علی میں منجملہ صفات کمال کے نفس نبی کا تمام امت کا مُطاع (حاکم) ہونا ہے پس نفس علی بھی تمام امت کا مطاع یعنی حاکم ہے۔ یہ مطاعِ امت ہونے کی صفت نفس علی کو حیات نبی میں اور آنحضرت کی موجودگی میں اسی طرح حاصل ہے جس طرح نبی کو خدا کی موجودگی میں حاصل ہے۔

پس ناظر منصف غور کرے کہ بعد وفات رسول یہ صفت نفس علی سے کیونکر زائل ہو سکتی ہے۔ اور بعد رسول نفس علی کیونکر امت کا یا امت کے کسی فرد کا محکوم ہو سکتا ہے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جب بعد رسول مثل رسول (سوائے صفت نبوت کے) ایک شخص موجود ہے تو اس کے ہوتے ہوئے دوسرا کوئی بھی ہو کیونکر امت کا حاکم اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔

(۴) آیت مودة پ۲۵ ع ۴ ۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودة فی القربٰی ۔ اے رسول کہہ دو کہ میں تم لوگوں سے اس (تبلیغ رسالت) پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر (اپنے) قرابت داروں کی محبت۔

مطالب السئول ص۲۷ میں ہے۔ اما کونہم ذوی القربٰی فقد صرح نقلة الاخبار المقبولة واوضح حملة الآثار المنقولة فی مسانید ما صححوہ واسالیب ما اوضحوہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس لما نزل قولہ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودة فی القربٰی قالوا یا رسول اللّٰہ من ھولاء الذین وجبت علینا مودتہم قال علی وفاطمة وابناہما۔

لیکن ان لوگوں کا ذوی القربٰی ہونا تو ناقلین اخبار مقبولہ نے اپنی اپنی مسندوں میں تصریح کردی ہے اور حاملین احادیث رسول نے صحیح اسناد سے واضح کردیا ہے۔ انھوں نے سعید بن جبیر کی روایت سے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو لوگوں نے کہا یا رسول اللّٰہ یہ کون لوگ ہیں جن کی مودة ہم پر واجب کردی گئی ہے۔ فرمایا علی وفاطمہ اور ان کے دو بیٹے۔

تفسیر کبیر جلد ۷ ص۴۰۶ میں اس آیت کے ذیل میں ہے وروی صاحب الکشاف انہ لما نزلت ہذہ الآیة قیل یا رسول اللّٰہ من قرابتک ھولاء الذین وجبت علینا مودتہم فقال علی وفاطمة وابناہما فثبت ان ھولاء الاربعة اقارب النبی واذا ثبت وجب ان یکونوا مخصوصین بمزید التعظیم۔ اور صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہا گیا اے رسول خدا یہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ فرمایا علی وفاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔ پس ثابت ہوا کہ یہی چاروں بزرگ اقارب نبی ہیں اور جب یہ ثابت ہوا تو واجب ہوا کہ مزید تعظیم کے ساتھ یہ لوگ مخصوص ہوں۔

مواہب لدنیہ جلد ۲ ص۱۲۷ میں ہے۔ واما اللفظة الثالثة وھی ذووالقربٰی فروی الواحدی فی تفسیرہ بسندہ عن ابن عباس قال لما نزل قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الخ قالوا یا رسول اللّٰہ من ھولاء الذین امرنا اللّٰہ تعالیٰ بمودتہم قال علی وفاطمة وابناہما واما اللفظة الرابعة الخ لیکن تیسرا لفظ ذووالقربٰی تو واحدی نے اپنی تفسیر میں اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللّٰہ یہ لوگ جن کی مودت کا اللّٰہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کون ہیں۔

کہا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔

فائدہ۔ ناظر منصف کو غور کرنا چاہئے کہ وہ مودت جو اجر رسالت ہے یہی ہے کہ صرف زبان سے دعویٰ محبت کیا جائے یا اس سے مراد وہ محبت ہے جو عمل کے ذریعہ سے ہو جس کے لئے محبوب کی اطاعت لازم ہے۔

(۵) آیت ولایت پ۶ ۱۲۶۔ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون۔ تمہارا حاکم نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور رکوع کرتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہیں۔

مطالب السؤل ص۳۵ میں تفسیر ثعلبی سے اس آیت کا شان نزول اس طرح مرقوم ہے۔

قال بینا عبداللہ بن عباس جالس علی شفیر زمزم یقول قال رسول اللہ اذ اقبل رجل متعمم بعمامۃ فجعل ابن عباس لا یقول قال رسول اللہ الا قال الرجل قال رسول اللہ فقال ابن عباس سألتک باللہ من انت قال فکشف العمامۃ عن وجہہ و قال یا ایہا الناس من عرفنی فقد عرفنی انا جندب بن جنادۃ البدری ابوذر الغفاری سمعت النبی بہاتین والا فصمتا ورایتہ بہاتین والا فعمیتا یقول فی علی انہ قائد البررۃ وقاتل الکفرۃ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ اما انی صلیت مع رسول اللہ یوما من الایام الظہر فسأل سائل فی المسجد فلم یعطہ احد شیئا فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللہم اشہد انی سألت فی مسجد رسول اللہ فلم یعطنی احد شیئا وکان علی فی الصلوٰۃ راکعا فاومی الیہ بخنصرہ الیمنی وکان متختما فیہا فاقبل السائل فاخذ الخاتم من خنصرہ وذالک بمرأی من النبی وہو یصلی فلما فرغ النبی من صلوٰتہ رفع راسہ الی السماء وقال اللہم ان اخی موسیٰ سألک فقال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقہوا قولی واجعل لی وزیرا من اہلی ہارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری فانزلت علیہ قرآنا ناطقا سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما

سلطانا فلا یصلون الیکما بآیاتنا اللہم وانا محمد نبیک وصفیک اللہم فاشرح لی صدری ویسر لی امری واجعل لی وزیرا من اہلی علیا اخی اشدد بہ ظہری قال ابوذر فما استتم رسول اللہ کلامہ حتی نزل علیہ جبریل من عند اللہ فقال یا محمد اقرأ فقال وما اقرأ فانزل اللہ علیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن عباس زمزم کے کنارے بیٹھے ہوئے قال رسول اللہ کہتے تھے (حدیث رسول بیان کرتے تھے) کہ ایک شخص عمامہ باندھے ہوئے (عمامہ سے چہرہ چھپائے ہوئے) آیا۔ جب ابن عباس قال رسول اللہ کہتے وہ بھی قال رسول اللہ کہتا۔ ابن عباس نے کہا میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں بتاؤ تم کون ہو۔ پس اس نے اپنے چہرہ سے عمامہ ہٹایا اور کہا اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے۔ میں جندب بن جنادہ بدری ابوذر غفاری ہوں۔ میں نے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ کا کلام سنا اور ان دونوں آنکھوں سے حضرت کو دیکھا ہے۔ اگر غلط کہتا ہوں تو میرے دونوں کان بہرے اور میری دونوں آنکھیں اندھی ہو جائیں علی کے بارے میں حضرت فرماتے تھے کہ وہ نکوکاروں کا پیشرو (سردار) اور کافروں کا قاتل ہے۔ جو اس کی مدد کرے گا اس کی مدد کی جائے گی اور جو اس کو چھوڑ دے گا اور مدد نہ کرے گا وہ چھوڑ دیا جائے گا۔ سنو ایک دن میں نے رسول اللہ کے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔ پس ایک سائل نے مسجد میں آکر سوال کیا۔ کسی نے اس کو کچھ نہ دیا۔ اس نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا خدایا گواہ رہنا کہ میں نے مسجد رسول میں سوال کیا اور کسی نے مجھ کو کچھ نہ دیا۔ علی نماز میں رکوع میں تھے۔ پس آپ نے اپنے دہنے ہاتھ کی انگلی سے اس کی جانب اشارہ کیا۔ اس انگلی میں ایک انگوٹھی تھی۔ سائل نے بڑھ کر انگلی سے انگوٹھی اتار لی۔ یہ نبی کے سامنے واقع ہوا اور نبی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر دعا کی کہ خدایا میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے اس طرح سوال کیا کہ اے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام سہل کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھیں اور میرے لئے میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو وزیر بنا۔

ان سے میری پشت کو مضبوط کر اور ان کو میرے کام میں شریک کر۔ پس تو نے حضرت موسیٰ پر قرآن کا یہ مضمون نازل کیا کہ ضرور ہم تمہارے بازو کو تمہارے بھائی سے مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ و تسلط دیں گے کہ وہ تم دونوں تک ہماری آیتوں کی وجہ سے نہ پہنچ سکیں گے۔ خدایا اور میں محمد تیرا نبی و صفی ہوں۔ میرے لئے بھی میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے بھی میرا کام سہل کر دے اور میرے لئے میرے اہل میں سے علی کو وزیر مقرر کر۔ اس سے میری پشت کو مضبوط کر۔ ابوذر نے فرمایا کہ ابھی رسول اللہ نے اپنا کلام تمام نہ کیا تھا کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد پڑھو۔ فرمایا کیا پڑھوں۔ پس اللہ نے انما ولیکم اللہ الخ نازل کیا (جس کا ترجمہ بیان ہو چکا)۔

تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۶۱۸ میں علامہ رازی نے عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن سلام و ابوذر غفاری سے اس آیت کا نزول حضرت علی کی شان میں لکھا ہے اور یہی حدیث جو مطالب السئول سے لکھی گئی حضرت ابوذر سے نقل کی ہے لیکن معنی ولایت میں جو کچھ بیان کیا ہے ضرورت نہیں ہے کہ اس دعائے رسول کے ہوتے ہوئے جو حدیث مذکور میں موجود ہے کلام علامہ ذکر کیا جائے اس لئے کہ جو رسول اللہ نے دعا کی اور خدا سے طلب کیا وہی خدا نے عطا کیا اور اسی کے مطابق آیت نازل ہوئی۔ پھر دوسری حدیث میں بعدی کا لفظ اضافہ کر کے ظاہر کر دیا کہ ولی بمعنی حاکم ہے بمعنی محبوب و ناصر نہیں چنانچہ خصائص نسائی ص ۱۷ میں ہے ان علیا منی و انا منہ و ہو ولی کل مومن بعدی او ہو ولیکم بعدی۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد سب مومنوں کا ولی ہے یا میرے بعد تم لوگوں کا ولی ہے۔

(۶) آیت صلوۃ پ ۲۲ ع ۴۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ بتحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان لانے والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور (ان کی فضیلتوں کو) ایسا تسلیم کر جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔

صواعق محرقہ ص ۸۹ میں اس آیت کے بعد یہ عبارت ہے۔ صح عن کعب بن عجرۃ لما نزلت ہذہ الآیۃ قلنا یا رسول اللہ قد علمنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک فقال قولوا اللھم صل علی محمد و علی آل محمد الخ وفی روایۃ الحاکم فقلنا یا رسول اللہ کیف الصلوۃ علیکم اہل البیت قال قولوا اللھم صل علی محمد و علی آل محمد الخ فسؤالہم بعد نزول الآیۃ واجابتہم باللھم صلی علی محمد و علی آل محمد الخ دلیل ظاہر علی ان الامر بالصلوۃ علی اہل بیتہ و بقیۃ آلہ مراد من ہذہ الآیۃ والالم یسألوا عن الصلوۃ علی اہل بیتہ وآلہ عقیب نزولہا ولم یجابوا بما ذکر فلما اجیبوا بہ دل علی ان الصلوۃ علیہم من جملۃ المامور بہ وانہ اقامہم فی ذالک مقام نفسہ۔ کعب بن عجرہ سے حدیث صحیح منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم کو معلوم ہے کہ کیونکر آپ کو سلام کریں مگر فرمائیے آپ پر درود کیسے بھیجیں۔ فرمایا کہو اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد آخر تک۔ اور حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ لوگوں پر یعنی اہل البیت پر درود کیونکر بھیجیں۔ فرمایا کہو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔ صاحب صواعق کہتے ہیں کہ نزول آیت کے بعد صحابہ کا یہ سوال اور حضرت کا یہ جواب دلیل ظاہر و روشن ہے کہ اہل بیت نبی اور آل نبی پر بھی درود بھیجنا اس آیت میں مقصود ہے ورنہ یہ سوال اور یہ جواب نہ ہوتا اور اس کی بھی دلیل ہے کہ حضرت نے آل و اہل بیت کو اس امر میں اپنے نفس کی جگہ قائم کیا ہے۔

ینابیع ص ۶ وفی جواہر العقدین والصوعق المحرقۃ روی عن النبی قال لا تصلوا علی الصلوۃ البترا قالوا وما الصلوۃ البترا یا رسول اللہ قال تقولون اللھم صل علی محمد و تسکتون بل قولوا اللھم صل علی محمد و علی آل محمد جواہر العقدین اور صواعق میں ہے۔ نبی سے روایت ہے کہ مجھ پر صلوۃ بترا (ناقص۔ ادھوری) نہ بھیجو۔ اصحاب نے کہا کہ صلوۃ بترا کیا ہے۔ فرمایا تم کہتے ہو اللھم صل علی محمد اور چپ ہو جاتے ہو بلکہ تم کہا کرو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

مطالب السئول میں کعب بن عجرہ کی روایت کے بعد ہے فالنبی فسر احد ہما بالآخر والمفسر والمفسر بہ سواء فی المعنی

فیکون آلہ اہل بیتہ واہل بیتہ آلہ فیتحدان فی المعنی علیٰ ہذا القول ویکشف حقیقۃ ذالک ان اصل آل اہل فابدلت الھاء ہمزۃ۔ پس نبی نے ان دونوں میں سے ایک (اہل البیت) کی تفسیر دوسرے (آل) سے کی - اور مفسَّر (جس کی تفسیر کی جائے) اور مفسَّر بہ (جس کے ساتھ تفسیر کی جائے) معنی میں مساوی ہوتے ہیں - پس آل رسول اہل بیت رسول ہیں اور اہل بیت رسول آل رسول ہیں - پس دونوں لفظ معنی میں متحد ہوگئے اس قول کی بنا پر اور اس کی حقیقت اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ آل کی اصل اہل ہے - اہل کی ہا ہمزہ سے بدل دی گئی -

امام رازی تفسیر کبیر جلد ۷ ص۳۹۰ میں تحریر کرتے ہیں - وانا اقول آل محمد ہم الذین یؤل امرہم الیہ فکل من کان امرہم الیہ اشد واکمل کانوا ہم الآل ولاشک ان فاطمۃ وعلیا والحسن والحسین کان لتعلق بینہم وبین رسول اللہ اشد التعلقات وہذا کالنقل المتواتر فوجب ان یکونوا ہم الآل وایضا اختلف الناس فقیل ہم الاقارب وقیل ہم امتہ فان حملناہ علی القرابۃ فہم الآل وان حملناہ علی الامۃ الذین قبلوا دعوتہ فہم ایضا آل فثبت ان علی جمیع التقدیرات ہم الآل واما غیرہم فہل یدخلون تحت لفظ الآل مختلف فیہ - میں کہتا ہوں آل محمد وہ لوگ ہیں جن کا امر رسول اللہ کی طرف راجع ہو - پس جن کا تعلق رسول اللہ سے زیادہ شدید اور زیادہ کامل ہوگا وہی آل محمد ہیں - اور کچھ شک نہیں کہ فاطمہ و علی و حسنین چاروں بزرگوں اور رسول اللہ کے درمیان تمام تعلقات سے زیادہ شدید تعلق تھا اور یہ مثل حدیث متواتر کے (ناقابل انکار) ہے - پس واجب ہوا کہ یہی (چاروں بزرگ) آل محمد ہوں - پھر لوگوں میں اختلاف ہے - کہا گیا ہے کہ آل محمد حضرت کے اقارب ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل محمد حضرت کی امت ہے - بہرکیف اگر آل سے اقارب مراد ہیں تو بھی یہی لوگ آل ہیں اور اگر آل سے مراد امت ہے

جس نے حضرت کی دعوت قبول کی تب بھی یہی (چاروں بزرگوار) آل ہیں - پس ثابت ہوا کہ ہر طرح سے یہی لوگ آل ہیں - باقی رہے ان چار کے سوا اور لوگ آیا وہ لفظ آل کے تحت میں داخل ہیں - پس اس میں لوگوں میں اختلاف ہے - یا-

(۷) پ۲۸ ۱۹۶ - وان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولاہ وجبریل وصالح المومنین اگر تم دونوں ہمارے رسول کے خلاف ایک دوسرے کی پشت پناہ ہوگی تو اللہ اور جبریل اور صالح المومنین اس کے مددگار ہیں - لئے

مطالب السؤل ص۵۶ میں تفسیر ثعلبی سے منقول ہے - نقل الامام ابواسحاق الثعلبی یرفعہ بسندہ فی تفسیرہ الی اسماء بنت عمیس قالت لما نزل قولہ تعالی وان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولاہ وجبریل وصالح المومنین سمعت رسول اللہ یقول صالح المومنین علی بن ابی طالب - کنز العمال جلد ۱ ص۲۳۷ میں ہے قال رسول اللہ فی قولہ وصالح المومنین قال ہو علی بن ابی طالب - امام ابواسحاق ثعلبی اپنی تفسیر میں اپنی اسناد سے اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں کہ کہا اس نے جب آیت وان تظاہرا نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صالح المومنین علی بن ابی طالب ہیں - کنز العمال کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے -

(۸) آیت سوال پ۲۳ ۶۶ - وقفوہم انہم مسئولون - اور ان کو روک لو کہ ان سے سوال کیا جائے گا -

صواعق محرقہ ص۹۱ میں اسی آیت کے بعد یہ عبارت ہے - اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبی قال وقفوہم انہم مسئولون عن ولایۃ علی وکان ہذا ہو مراد الواحدی بقولہ روی فی قولہ تعالی وقفوہم انہم مسئولون عن ولایۃ علی واہل البیت لان اللہ امر نبیہ ان یعرف الخلق انہ لایسئلہم علی تبلیغ الرسالۃ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ والمعنی انہم یسئلون ہل والوہم حق الموالاۃ کما اوصاہم النبی ام اضاعوہا واہملوہا فیکون علیہم المطالبۃ والتبعۃ انتہی واشار بقولہ کما اوصاہم النبی الی الاحادیث الواردۃ فی ذالک وہی کثیرۃ - دیلمی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ نبی نے فرمایا اور ان کو روک لو کہ ان سے ولایت علی کے متعلق سوال کیا جائے گا اور یہی مراد واحدی کی اس کے اس قول سے ہے کہ روایت کی گئی ہے خدا کے اس قول کی تفسیر میں کہ ان سے ولایت علی واہل بیت کے متعلق

سوال کیا جائے گا اس لئے کہ اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ خلق پر ظاہر کر دے کہ وہ تبلیغ رسالت کی کوئی اجرت ان سے نہیں چاہتے مگر اپنے ذوی القربیٰ کی مودت اور مطلب یہ ہے کہ سوال کیا جائے گا کہ آیا انھوں نے ان سے ولایتی موالات و محبت کی جو موالات و محبت کا حق ہے جیسا کہ نبی نے ان کو وصیت کی تھی یا انھوں نے موالات و محبت کو ضائع و برباد کر دیا۔ تب ان سے باز پرس ہوگی اور ملزم و گناہ گار قرار دئے جائیں گے۔ واحدی کا کلام ختم ہوا۔ واحدی نے اپنے اس قول سے کہ جیسا نبی نے ان کو وصیت کی تھی ان احادیث کثیرہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ فائدہ۔ موالات و دوستی کہ جس کو حق موالات و دوستی کہہ سکیں یہی ہے کہ ہر امر میں ان کو اطاعت و پیروی کی جائے اور انھیں کو اپنا ہادی اور پیشوا مانا جائے۔

(۹) پ ۴ ۲۶۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ اور تم سب اللہ کی رسی کو چنگل مار کر مضبوط پکڑ لو اور متفرق نہ ہو۔

صواعق محرقہ ص ۹۳ میں ہے اخرج الثعلبی فی تفسیرہا عن جعفر الصادق انہ قال نحن حبل الذی قال اللہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ہم خدا کی وہ رسی ہیں جس کے متعلق خدا نے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا فرمایا ہے۔

(۱۰) آیت نجویٰ پ ۲۸ ۲۶۔ یاایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ۔ اے ایمان لانے والو جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۶۴ میں ہے۔ عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت یاایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ قال لی النبی ما تری دینارا قلت لا یطیقونہ قال فنصف دینار قلت لا یطیقونہ قال فکم قلت شعیرۃ قال انک لزہید (ہو من الزہد ہو قلیل الشیٔ) قال فنزلت ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات الآیۃ فبی اللہ خفف عن ہذہ الامۃ (معنی قولہ شعیرۃ یعنی وزن شعیرۃ من ذہب)۔ حضرت علی نے فرمایا کہ جب آیت نجویٰ اے ایمان لانے والو جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دیدیا کرو نازل ہوئی

تو حضرت نے کہا علی تمہاری کیا رائے ہے ایک دینار۔ میں نے کہا لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت نے کہا تو نصف دینار (صدقہ دیں)۔ میں نے کہا یہ بھی ان کی طاقت سے باہر ہے۔ فرمایا تو آخر کتنا (دیں)۔ میں نے کہا ایک جو بھر سونا۔ حضرت نے کہا تم قلیل المال ہو (اپنی طرح سب کو سمجھتے ہو)۔ حضرت علی نے کہا پس یہ آیت اتری کیا تم لوگ اس سے ڈر گئے کہ تم کو سرگوشی سے پہلے صدقے دینا پڑیں گے آخر تک۔ پس میری وجہ سے اللہ نے اس بوجھ امت سے اٹھا لیا۔

مطالب السؤل ص ۲۱ میں تفسیر ثعلبی و واحدی سے یہ لکھا ہے۔ فقال علی ان فی کتاب اللہ لآیۃ ما عمل بہا احد قبلی ولا یعمل بہا احد بعدی یاایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول الخ پھر تفسیر ثعلبی سے اسی صفحہ کتاب میں ہے قال ابن عمر ثلث کن لعلی لو ان لی واحدۃ منہن کانت الی من حمر النعم تزویجہ فاطمۃ واعطاؤہ الرایۃ یوم خیبر وآیۃ النجویٰ۔ علی نے کہا کہ بے شک کتاب خدا میں ایک ایسی آیت ہے جس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کرے گا۔ اے ایمان لانے والو جب تم رسول سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہو تو اپنے اس تخلیہ سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ ابن عمر نے کہا ہے کہ علی کو ایسی تین باتیں حاصل تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھ میں ہوتی تو مجھے شتران سرخ مو سے زیادہ محبوب ہوتی۔ فاطمہ سے ان کا عقد ہونا جنگ خیبر میں رسول کا ان کو علم عطا کرنا اور آیت نجویٰ (پر صرف ان کا عمل کرنا)۔

تفسیر بیضاوی جلد ۲ ص ۳۵۵ میں ہے۔ وعن علی ان فی کتاب اللہ آیۃ ما عمل بہا احد غیری کان لی دینار فصرفتہ فکنت اذا ناجیتہ تصدقت بدرہم۔ علی سے روایت ہے کہ کتاب خدا میں ایک آیت ہے جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا۔ میرے پاس ایک دینار تھا۔ میں نے اس کو خردہ کیا۔ پس جب میں رسول خدا سے سرگوشی کرتا تو ایک درم صدقہ دیتا۔

(۱۱) پ ۱۳ ۶ ۷۔ انما انت منذر ولکل قوم ہاد۔ اے رسول سوا اس کے نہیں کہ تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۵ ص (سورہ رعد میں اسی آیت کے ذیل) میں ہے۔ قال ابن عباس وضع

رسول اللہ یدہ علی صدرہ فقال انا المنذر ثم اوما الی منکب علی وقال انت الہادی یا علی بک یہتدی المہتدون من بعدی۔ ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر فرمایا کہ میں منذر ہوں پھر علی کے شانے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اے علی تم ہادی ہو۔ میرے بعد ہدایت حاصل کرنے والے تم سے ہدایت حاصل کریں گے۔ کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ میں ہے۔ عن علی فی قولہ تعالی انما انت منذر ولکل قوم ہاد قال رسول اللہ المنذر وانا الہادی۔ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ منذر ہیں اور میں ہادی ہوں۔

(۱۲) پ ۲ ع ۹۶۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔

تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۳۲۵ میں ہے۔ قال الغزالی فی الاحیاء ان لیلۃ بات علی بن ابی طالب علی فراش رسول اللہ اوحی اللہ تعالی الی جبرئیل ومیکائیل انی آخیت بینکما وجعلت عمر احدکما اطول من عمر الآخر فایکما یوثر صاحبہ بحیاۃ فاختار کلاہما الحیوۃ واحباہا فاوحی اللہ الیہما افلا کنتما مثل علی بن ابی طالب آخیت بینہ وبین محمد فبات علی فراشہ یفدیہ بنفسہ ویوثرہ بالحیوۃ اہبطا الی الارض فاحفظاہ من عدوہ (صفحہ ۳۲۶) فکان جبرئیل عند راسہ و میکائیل عند رجلیہ ینادی بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب تباہی بک الملائکۃ فانزل اللہ تعالی ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء الخ۔ غزالی نے احیاء العلوم میں کہا ہے کہ جس رات کو علی فرش رسول پر سوئے اللہ تعالی نے جبرئیل ومیکائیل کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زاید قرار دی ہے تو تم میں سے کون ایسا ہے جو اپنے بھائی کے لئے زندگی کا ایثار کرے۔ دونوں نے زندگی اپنے اپنے لئے پسند کی۔ تب خدا نے یہ وحی بھیجی کہ تم دونوں علی بن ابی طالب کی طرح کیوں نہ ہوئے۔ میں نے اس میں اور محمد میں مواخات قرار دی تو علی اس کے فرش پر سوکر اپنی جان اس پر فدا کررہا ہے اور رسول کے لئے اپنی زندگی کا ایثار کررہا ہے۔ تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو۔ جبرئیل آکر سرہانے اور میکائیل پائینتی کھڑے ہوئے پکارتے تھے مبارک مبارک کون تمہارا مثل ہے اے ابو طالب کے فرزند تم پر فرشتے فخر ومباہات کرتے ہیں۔ پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

باب دوم۔ رسول اللہ کی احادیث اہل بیت کی شان میں کتب اہل سنت سے

اس باب میں وہ حدیثیں لکھی جاتی ہیں جن کا بیان آیات کے ذیل میں نہیں آیا۔ وہ بھی بہ کثرت ہیں۔ چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں

(۱) حدیث ثقلین۔ صواعق محرقہ میں یہ حدیث چند طریقوں سے صحیح مسلم و صحیح ترمذی و مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے۔ یہاں ہم خاص صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ سے حدیث مذکور نقل کرتے ہیں۔ ثم قال قام رسول اللہ یوما فینا خطیبا بماء یدعی خما بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنا علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد الا یا ایہا الناس انما انا بشر اوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ الہدی والنور فخذوا کتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی۔ پھر زید بن ارقم نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ نے مقام غدیر خم میں جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے ہم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا۔ خدا کی حمد وثنا کی۔ ہم لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر فرمایا لوگو میں بھی آدمی ہوں عنقریب مجھے موت آئے گی۔ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں۔ پہلی ان میں سے کتاب خدا ہے۔ اس میں ہدایت ونور ہے۔ پس کتاب خدا پر عمل کرو۔ اس پر عمل کرنے کی رغبت دلائی۔ پھر فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ اپنے اہل بیت کے متعلق میں تم کو خدا کو یاد دلاتا ہوں (یہ فقرہ تین مرتبہ کہا)۔

صحیح ترمذی و مسند احمد بن حنبل کی عبارت صواعق محرقہ صفحہ ۹۱ سے نقل کی جاتی ہے۔ صحیح ترمذی (جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)۔ انہ قال انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما۔ مسند احمد۔ انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا بم تخلفونی فیہما۔ دونوں عبارت کا مطلب یہ ہے۔ قریب ہے کہ مجھ کو موت آئے۔ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اگر تم ان دونوں سے متمسک رہوگے (دونوں کی پیروی کروگے) تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک ان میں سے دوسرے سے بزرگ تر ہے۔ ایک کتاب خدا جو آسمان سے زمین تک

خدا کی جبل ممدود ہے - دوسرے مری عترت یعنی میرے اہل بیت - مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں ساتھ ساتھ میرے پاس آئیں گے - پس تم خیال رکھو کہ میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو۔

عترت کی تفسیر پیغمبر نے لفظ اہل بیتی سے کر دی ہے - مطالب السئول ص۱۲ میں ہے - قیل العترہ ہی العشیرۃ وقیل العترۃ ہم الذریۃ وقد وجد الامران فیہم علیہم السلام فانہ عشیرتہ وذریتہ واما العشیرۃ فالاہل الادلون وہم لذالک واما الذریۃ فان اولاد بنت الرجل ذریتہ الخ عترت کے متعلق دو قول ہیں ۱۔ عترت کے معنی عشیرہ کے ہیں ۲۔ عترت کے معنی ذریت کے ہیں۔ اور بے شک دونوں باتیں ان حضرات میں پائی گئیں ان پر سلام ہو - یہ لوگ پیغمبر کے عشیرہ بھی ہیں اور پیغمبر کی ذریت بھی۔ پیغمبر کے عشیرہ تو اس لئے کہ عشیرہ بہت قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں اور یہ حضرات ایسے ہی تھے اور پیغمبر کی ذریت اس لئے کہ آدمی کی بیٹی کی اولاد اس آدمی ہی کی اولاد ہے الخ نبی کے اہل بیت کون ہیں اس کی تفصیل باب اول آیت (۲) میں بیان ہو چکی۔

اس حدیث میں پیغمبر نے چند امر بیان فرمائے ہیں - (۱) اہل بیت و قرآن ساتھ ہیں یعنی علوم قرآن و معانی و مطالب قرآن اگر حاصل کرنا چاہتے ہو تو وہ میرے اہل بیت سے حاصل ہوں گے - (۲) ان میں حوض کوثر پر پہنچنے سے پہلے جدائی نہ ہوگی - اہل بیت کا کوئی حکم اور ان کی کوئی تعلیم قرآن کے خلاف نہ ہوگی - (۳) جب تک قرآن دنیا میں موجود ہے اہل بیت میں سے کسی کا موجود ہونا ضروری ہے - (۴) پیغمبر کے بعد جب تک قرآن و اہل بیت سے تمسک کیا جائے گا یعنی قرآن کے معانی و مطالب اہل بیت سے حاصل کئے جائیں گے اور اہل بیت کو رہبر و حاکم بنایا جائے گا آدمی گمراہی سے محفوظ رہے گا - نتیجہ یہ نکلا کہ اہل بیت رسول میں سے کوئی نہ کوئی شخص ہر وقت موجود ہے اب بھی ہے آئندہ بھی رہے گا اور جو مذہب و طریقہ اہل بیت رسول کے خلاف ہو وہ گمراہی کا راستہ ہے - اس مقام کو یاد رکھئے۔

(۲) حدیث سفینہ - صواعق محرقہ ص۱۱۲ میں ہے - اخرج الحاکم عن ابی ذر انّ رسول اللّٰہ قال انّ مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا ہلک (یہ روایت مشکوۃ جلد ۲ ص۲۵۸ میں بروایت احمد عن ابی ذر مذکور ہے)۔ وفی روایۃ للبزاز عن ابن عباس وعن ابن الزبیر وللحاکم عن ابی ذر ایضا مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق - حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسول اللّٰہ نے فرمایا میرے اہل بیت تم لوگوں میں سفینہ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا طوفان سے بچا جس نے اس سے منہ پھیرا ہلاک ہوا - بزار کی ایک روایت میں ابن عباس اور ابن زبیر سے اور حاکم کی دوسری روایت میں ابوذر سے بھی یہ ہے کہ میرے اہل بیت سفینہ نوح کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جس نے اس کو چھوڑا ڈوب گیا۔

توضیح - رسول اللّٰہ نے اپنی امت کے لئے اپنے اہل بیت کو نوح کے سفینہ سے تشبیہ دی - نوح اپنے سفینہ کے ناخدا تھے اور اس سفینہ (اہل بیت) کے ناخدا خود رسالتمآب ہیں - سفینہ نوح بالکل حضرت نوح کے اشارہ و حکم کا پابند تھا اور خلاف اشارہ و مرضی حضرت نوح اس کی رفتار ذرہ برابر بھی نہ تھی - یہ سفینہ بھی اور حرف یہی سفینہ (اہل بیت) بالکل پابند حکم و اشارہ حضرت رسول خدا ہے اور خلاف رضائے رسول اس کی رفتار بھی ذرہ برابر نہیں ہے۔ جس طرح سفینہ نوح نے اہل کشتی کو غرق ہونے سے بچایا اسی طرح یہ سفینہ (اہل بیت) بھی اپنے راکبین یعنی پیروان و مطیعین کو ضلالت و فتنہ کے موج خیز دریا اور طوفانی سمندر سے محفوظ رکھے گا - جس طرح سفینہ نوح اس وقت تک موجود رہا جب تک کہ طوفان قائم رہا اور فرو نہیں ہوا اسی طرح اہل بیت بھی دنیا میں موجود رہیں گے جب تک ضلالت و فتنہ دنیا میں قائم ہے یا رہے گا یعنی روز قیامت تک۔

تنبیہ - امام رازی نے تفسیر کبیر جلد ۷ ص۴۰۶ میں کسی شخص کا قول نقل کیا ہے جو ان کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے۔ اس لئے اس قول کو خود امام رازی کا قول یعنی ان کا مختار کہنا بیجا نہیں ہے - اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے - میں نے بعض ذکر کرنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی نے فرمایا ہے میرے اہل بیت نوح کے سفینہ کے مانند ہیں کہ جو اس پر سوار ہوا

اس نے نجات پائی اور یہ بھی فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے اور ہم اس وقت تکلیف (شرعی) کے بحر میں ہیں اور ہم کو خواہشوں اور شبہوں کی لہریں تھپیڑے مار رہی ہیں اور بحر کے مسافر کو دو چیزوں کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک کشتی جو تمام عیوب سے پاک ہو اور جس میں سوراخ نہ ہو۔ دوسرے ستارے جو روشن ہوں اور دکھائی دیں۔ پس جب وہ مسافر اس کشتی میں سوار ہو جائے گا اور اس کی نظران روشن ستاروں پر پڑے گی تو راکب کی سلامتی کی امید غالب ہے (خود اس سوار کو بھی اور دوسروں کے نزدیک بھی)۔ پس اسی طرح ہم اہل سنت جب آل محمد کے سفینہ پر سوار ہوئے اور ہماری نگاہ نجوم صحابہ پر پڑی تو ہم کو خدا سے امید ہے کہ دنیا اور آخرت میں سلامت رہیں گے اور سعادت پر فائز ہوں گے (ختم)۔

میں پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ نے اپنے اہل بیت کو عام کشتی سے (جو دریا کے سفر کے لئے بنائی جاتی ہے اور جس کو قطع مسافت کے لئے ستاروں یا قطب نما کی حاجت ہوتی ہے) تشبیہ نہیں دی ہے بلکہ حضرت نوح کے سفینہ سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت نوح کا سفینہ قطع مسافت کے لئے نہ تھا بلکہ طوفان اور غرق سے نجات کے لئے تھا اور ایسے سفینہ کو جو سفر کے لئے نہ بنا ہو بلکہ محض حفاظت نفوس کے لئے بنا ہو اس کو اور اس کے سواروں کو نجوم (ستاروں) کی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ پھر دوسری بات میں یہ کہتا ہوں کہ اس قائل اور امام رازی دونوں نے خلط مبحث کر دیا ہے اور یہ تقریر اسی پر مبنی ہے۔ یہاں تین چیزیں ہیں ۱۔ سفینہ (جہاز یا کشتی) ۲۔ ناخدا (جہاز راں) ۳۔ راکبین (جہاز یا کشتی کے مسافر)۔ سفینہ اور راکبین کا بس یہی فرض ہے کہ ناخدا پر اعتماد رکھیں اور اس کے حکم کے مطیع رہیں۔ کشتی اس کے اشارہ و حکم سے جس طرف چلے چون و چرا نہ کریں اور ناخدا کا فرض یہ ہے کہ کشتی اور مسافروں کو مقام مقصود پر پہنچائے اور اگر اس کو (ناخدا کو) سمت مقام مقصود میں کچھ اشتباہ واقع ہو تو ستاروں یا قطب نما سے مدد لے۔ اہل بیت رسول سفینہ ہیں اور ہم امتی راکب و مسافر۔ نہ اس سفینہ کو اس کی حاجت ہے اور نہ یہ اس کا فرض ہے کہ وہ نجوم صحابہ کی ہدایت پر عمل کرے۔ اس کا تو بس یہ فرض ہے کہ ناخدائے سفینہ یعنی رسول اللہ کے

حکم پابند و مطیع رہے۔ اسی طرح ہم راکبین و مسافرین کا فرض بس یہی ہے کہ حکم ناخدا (رسول اللہ) کے مطابق کشتی (اہل بیت) جس طرف لے چلے چلیں۔ اب ناخدائے سفینہ یعنی رسول اللہ کا فرض یہ ہے کہ اگر ان کو مقام مقصود کی سمت میں کچھ اشتباہ واقع ہو تو وہ نجوم صحابہ کی ہدایت پر عمل کریں اور خدا محفوظ رکھے یہ تو کسی ایماندار مسلمان کا عقیدہ ہو نہیں سکتا کہ رسول اللہ ایسے ہادی کل کو اشتباہ ہو سکتا ہے اور نجوم صحابہ آنحضرت کی ہدایت کر سکتے ہیں۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔ یہاں یہ امر ذہن میں رہے کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم سے بحث نہیں کہ یہ ارشاد رسول ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ (فائدہ) مقصود آنحضرت یہ ہے کہ جس طرح حضرت نوح کی اطاعت بغیر سفینہ پر سوار ہوئے ناممکن و غیر معتبر تھی اسی طرح میری اطاعت و اتباع بغیر اہل بیت رسول کی اطاعت و اتباع کے ناممکن و غیر معتبر ہے۔

(۴) امام رازی تفسیر کبیر جلد، ص۴۰۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ نقل صاحب الکشاف عن النبی انہ قال [1] من مات علی حب آل محمد مات شہیدا [2] الا و من مات علی حب آل محمد مات مغفورا لہ [3] الا و من مات علی حب آل محمد مات تائبا [4] الا و من مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان [5] الا و من مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ ثم منکر و نکیر [6] الا و من مات علی حب آل محمد یزف الی الجنۃ کما تزف العروس الی بیت زوجہا [7] الا و من مات علی حب آل محمد فتح لہ بابان فی القبر الی الجنۃ [8] الا و من مات علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہ مزار ملائکۃ الرحمۃ [9] الا و من مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ [10] الا و من مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوبا بین عینیہ آیس من رحمۃ اللہ [11] الا و من مات علی بغض آل محمد مات کافرا [12] الا و من مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ۔ (بارہ [12] حدیثوں کا یکجائی مطلب) صاحب کشاف نے روایت کیا ہے کہ نبی نے فرمایا جو شخص محبت آل محمد پر مرا [1] شہید مرا [2] مغفور لہ (گناہوں کے مواخذہ سے بری ہوکر) مرا [3] تائب مرا [4] مومن کامل الایمان مرا [5] اس کو ملک الموت پھر منکر و نکیر جنت کی بشارت دیں گے [6] وہ بہشت کی طرف اس طرح جائے گا جیسے عروس اپنے شوہر کے گھر کی طرف جاتی ہے [7] اس کے لئے قبر میں دو دروازے بہشت کی طرف کھولے جائیں گے [8] اس کی قبر کو خدا ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ

قرار دے گا وہ[9] (یری) سنت پر (عامل) اور (مومنوں کی) جماعت پر (لیعنی ان میں محسوب ہوکر) مرا اور جو[10] دشمنی آل محمد پر مرا وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا یہ رحمت خدا سے مایوس ہے وہ[11] کافر مرا وہ[12] بہشت کی بو نہ سونگھے گا۔ (فائدہ) ۱؎ حدیث ۹؎ میں السنۃ والجماعۃ سے مذہب یا فرقہ اہل السنت والجماعت مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ کے زمانہ میں مذہب کا نام اسلام اور اہل مذہب کا نام مسلمین اور اہل اسلام تھا۔ فرقہ بندی نہ تھی مومن ومنافق کی تفریق وامتیاز کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ اہل السنۃ والجماعت جو نام پڑا یہ تو رسول اللہ کی وفات کے بہت دنوں بعد ۴۱ھ میں پڑا جب امام حسن ومعاویہ میں صلح ہوئی۔ اس سال کو عام الجماعۃ وسنۃ الجماعت کہا گیا (دیکھو تاریخ الخلفاء ص۱۳۲ وخاتمہ صواعق) اور مجمع کو اہل سُنّۃِ الجماعۃ (جماعت کے سال والے لوگ) کہا گیا۔ رفتہ رفتہ اہل السُّنّۃِ والجماعت ہوگیا۔ ۲؎ آل محمد کون ہیں باب اول آیت ۶ دیکھئے۔ ۳؎ محبت سے محبت کاملہ مراد ہے اور وہ تمام امور میں محبوب کی اطاعت ہے۔ جب ہی تو یہ سب امور جو حدیث میں مذکور ہیں اس پر مترتب ہوسکتے ہیں۔

(۴) صواعق محرقہ ص۱۱۲ میں ہے اخرج ابویعلی عن سلمۃ بن الاکوع عن النبی النجوم امان لاہل السماء واہل بیتی امان لامتی۔ تتمہ صواعق ص۱۴۲ میں ہے وفی روایۃ الاحمد وغیرہ النجوم امان لاہل السماء فاذا ذہبت النجوم ذہب اہل السماء و اہل بیتی امان لاہل الارض فاذا ذہب اہل بیتی ذہب اہل الارض (یکجائی مطلب) نبی نے فرمایا کہ نجوم اہل آسمان کے لئے امان ہیں پس جب ستارے فنا ہوجائیں گے تو اہل آسمان بھی فنا ہوجائیں گے اور میرے اہل بیت اہل ارض کے لئے امان ہیں جب میرے اہل بیت باقی نہ رہیں گے تو زمین والے بھی فنا ہوجائیں گے۔ (فائدہ) اہل زمین موجود ہیں تو اہل بیت نبی میں سے ایک نہ ایک ضرور موجود ہے۔

(۵) صواعق ص۹۱و۹۲ میں ہے۔ وفی اُخریٰ مَثَلُہ یعنی کتاب اللہ کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومثلہم اہل بیتہ کمثل باب حطۃ من دخلہ غفرت لہ الذنوب۔ مثال اس کی یعنی کتاب اللہ کی (یہ شرح مصنف نے کی ہے) سفینہ نوح کی مثال ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور مثال ان کی یعنی اہل بیت کی (یہ بھی مصنف نے شرح کی ہے) باب حطہ کی مثال ہے

جو اس میں داخل ہوا اس کے تمام گناہ بخش دیے گئے۔

(۶) مودۃ القربیٰ ص۳۴و۳۵ میں ہے۔ عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احب ان یرکب سفینۃ النجاۃ ویتمسک بالعروۃ الوثقیٰ ولیعتصم بحبل اللہ المتین فلیوال علیا بعدی ولیعاد عدوہ ویأتم بالائمۃ الہداۃ من ولدہ فانہم خلفائی من بعدی واوصیائی وحجج اللہ علی خلقہ بعدی وسادۃ امتی وقادۃ الاتقیاء الی الجنۃ حزبہم حزبی وحزب اعدائہم حزب الشیطان۔ حضرت علی سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو سفینہ نجات کی سواری اور عروۃ الوثقیٰ (رسن مستحکم) سے تمسک اور حبل اللہ المتین (اللہ کی مضبوط رسی) سے اعتصام (پکڑنا) پسند کرتا ہو اس کو چاہئے کہ میرے بعد علی کی متابعت کرے اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھے اور اس کی اولاد میں جو امام ہوں گے ان کو اپنا امام (حاکم۔ سردار) بنائے اس لئے کہ وہ (علی وائمہ اولاد علی) میرے بعد میرے خلفاء اور میرے اوصیا اور خلق خدا پر میرے بعد حجت خدا ہیں اور میری امت کے سردار اور جنت کی طرف اتقیائی پیشوائی کرنے والے ہیں۔ ان کا گروہ میرا گروہ ہے اور ان کے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔

(تنبیہ) فلیوال علیا بعدی میں موالات بمعنی محبت کاملہ ہے جس کے لئے اطاعت واتباع لازم ہے اور اسی لئے بعدی کی قید لگی ہوئی ہے۔

(۷) ینابیع المودۃ ص۴۴۰و۴۴۱ میں فرائد السمطین حموینی سے ایک حدیث طولانی منقول ہے جس میں ایک یہودی نے جناب رسالتمآب سے سوالات کئے ہیں۔ ان میں سے ایک سوال یہ ہے۔ فاخبرنی عن وصیک من ہو فما من نبی الا ولہ وصی وان نبینا موسیٰ اوصی یوشع بن نون فقال ان وصیی علی[1] بن ابی طالب وبعدہ سبطای الحسن[2] والحسین[3] وتتلوہ تسعۃ ائمۃ من صلب الحسین قال یا محمد فسمہم لی قال فاذا مضی الحسین فابنہ علی[4] فاذا مضی علی فابنہ محمد[5] فاذا مضی محمد فابنہ جعفر[6] فاذا مضی جعفر فابنہ موسیٰ[7] فاذا مضی موسیٰ فابنہ علی[8] فاذا مضی علی فابنہ محمد[9] فاذا مضی محمد فابنہ علی[10] فاذا مضی علی فابنہ الحسن[11] فاذا مضی الحسن فابنہ الحجۃ محمد المہدی[12] فہولاء اثنا عشر (بقدر حاجت ذکر کی گئی)۔ یہودی نے کہا مجھے بتائیے کہ آپ کا وصی کون ہے اس لئے کہ کوئی نبی نہیں گزرا جس کا وصی نہ ہو اور ہمارے نبی موسیٰ نے یوشع بن نون کو اپنا وصی مقرر کیا۔ حضرت نے فرمایا میرا وصی علی[1] بن ابی طالب ہے اور اس کے بعد میرے دو نواسے حسن[2] وحسین[3] ہیں اور حسین کے بعد صلب حسین سے نو امام میرے وصی ہوں گے۔ یہودی نے کہا اے محمد مجھ سے ان کے نام

بیان کیجئے۔ فرمایا حسین کے بعد علی[4] بن حسین پھر محمد[5] بن علی پھر جعفر[6] بن محمد پھر موسیٰ[7] بن جعفر پھر علی[8] بن موسیٰ پھر محمد[9] بن علی پھر علی[10] بن محمد پھر حسن[11] بن علی پھر اس کا فرزند حجۃ خدا محمد[12] مہدی۔ پس یہ سب اوصیا بارہ ہیں۔ (دیکھئے باب اوّل آیت ۱)۔

(۸) صواعق محرقہ ص۷۵ میں ہے۔ اخرج احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن حبشی بن جنادۃ قال قال رسول اللہ علی منی وانا من علی لایودی عنی الا علی۔ احمد بن حنبل و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے حبشی بن جنادۃ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ میری جانب سے کوئی شخص ادا نہیں کرے گا مگر علی۔ (صحیح ترمذی جلد ۲ صـ۲۱۳ و خصائص نسائی صـ۱۴ و سنن ابن ماجہ ~~جلد~~ صـ۱۲ و ینابیع المودۃ صـ۱۸۵)۔

(۹) صواعق ص۷۵۔ اخرج البزاز عن سعد قال قال رسول اللہ لعلی لایحل لاحد ان یجنب فی ہذا المسجد غیری وغیرک۔ بزاز نے سعد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے علی سے فرمایا کہ میرے اور تمہارے سوا کسی دوسرے کو اس مسجد میں جنب ہونا جائز نہیں۔ یہ روایت مشکوۃ جلد ۲ صـ۲۵۱ میں بروایت ترمذی عن ابی سعید مذکور ہے۔ (صحیح ترمذی جلد ۲ صـ۲۱۴)۔

(۱۰) صواعق ص۷۵۔ اخرج الطبرانی والحاکم عن ابن مسعود ان النبی قال النظر الی علی عبادۃ۔ طبرانی و حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی نے فرمایا علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ صـ۱۰۵ میں حضرت ابوبکر سے یہ روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا النظر الی وجہ علی عبادۃ۔ علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(۱۱) صواعق ص۷۶۔ اخرج الطبرانی بسند حسن عن ام سلمۃ عن رسول اللہ قال من احب علیا فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ۔ طبرانی نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے خدا سے بغض رکھا۔

(۱۲) صواعق ص۷۶۔ اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ یقول علی مع القرآن والقرآن مع علی لایفترقان حتی یردا علی الحوض۔ طبرانی نے اوسط میں ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا

کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس دونوں ساتھ ساتھ آئیں گے۔ ینابیع المودۃ صـ۱۸۵ میں یہی حدیث طبرانی اور حاکم کے حوالہ سے مذکور ہے۔

(۱۳) صواعق ص۷۶۔ اخرج احمد والضیاء عن زید بن ارقم ان رسول اللہ قال انی اُمرتُ بسد ہذہ الابواب غیر باب علی فقال فیہ قائلکم وانی واللہ ما سددت شیئا ولا فتحتہ ولکنی اُمرتُ بشیئ فاتبعتہ۔ احمد بن حنبل اور ضیاء نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے علی کے دروازہ کے علاوہ ان تمام دروازوں کو (مسجد رسول کے اندر دوسروں کے گھروں کے دروازے) بند کر دینے کا حکم دیا۔ پس اس پر تم میں سے ایک کہنے والے نے کہا (اعتراض کیا)۔ خدا کی قسم نہ میں نے کسی دروازہ کو بند کیا اور نہ کسی کو کھولا۔ مجھے تو ایک حکم دیا گیا تھا میں نے اس کی تعمیل کی۔ یہ روایت خصائص نسائی صـ۹ میں بھی ہے۔

(۱۴) صواعق ص۷۵۔ روی ابن السماک ان ابا بکر قال لہ سمعت رسول اللہ یقول لایجوز احد الصراط الا من کتب لہ علی الجواز۔ ابن سماک کہتا ہے کہ مجھ سے حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صراط پر سے کوئی نہ گزرے گا مگر وہ شخص جس کو علی نے جواز (پروانہ راہ داری) لکھ دیا ہو گزر جائے گا۔

(۱۵) مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صـ۱۲۸ و ۱۸۰ و صحیح مسلم جلد ۱ صـ۴۶ و سنن ابن ماجہ صـ۱۲ و سنن نسائی صـ۷۵ میں ہے۔ عن زر بن حبیش عن علی قال عہد الی النبی الامی انہ لایحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق۔ حضرت علی نے فرمایا مجھ سے نبی نے ارشاد فرمایا کہ تم کو دوست نہ رکھے گا مگر مومن اور تم کو دشمن نہ رکھے گا مگر منافق۔

(۱۶) روضۃ الاحباب جلد ۱ صـ۳۲۷ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ۱۷۱ میں ہے۔ و در اخبار وارد شدہ کہ حضرت فرمود لمبارزۃ علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیمۃ۔ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ علی کی مبارزت (لڑائی جو عمرو سے بروز خندق ہوئی) میری تمام امت کے تمام اعمال سے جو قیامت تک ہوں گے افضل ہے۔

(۱۷) حیوۃ الحیوان الکبریٰ جلد ۱ صـ۲۰۷ میں ہے۔ وجاء فی بعض الروایات ان علیا رض لما بارز عمرا قال رسول اللہ الیوم برز الایمان کلہ للشرک کلہ۔ رسول اللہ نے فرمایا آج کل (بروز خندق بمقابلہ عمرو) کل ایمان کل شرک کے مقابلہ کے لئے نکلا ہے۔ (کل ایمان علی و کل شرک عمرو)۔

(۱۸) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۲ ص۷۷ و ۷۸ میں ہے - قال ابو مخنف یحیی بن لوط فی کتابہ جاوت عائشۃ الی ام سلمۃ تخادعہا علی الخروج للطلب بدم عثمان فقالت انا ام سلمۃ انک کنت بالامس تحرضین علی عثمان وتقولین فیہ اخبث القول وما کان اسمہ عندک الا نعثلا وانک لتعرفین منزلۃ علی بن ابی طالب عند رسول اللہ افاذکرک قالت نعم قالت اتذکرین یوم اقبل علیہ السلام ونحن معہ حتی اذا ہبط من قدید ذات الشمال خلی بعلی یناجیہ فاطال فاردت ان تہجمین علیہما فنہیتک فعصیتنی فہجمت علیہما فمالبثت ان رجعت باکیۃ فقلت ما شانک فقلت انی ہجمت علیہما وہما یتناجیان فقلت لعلی لیس لی من رسول اللہ الا یوم من تسعۃ ایام افما تدعنی یا ابن ابی طالب ویومی فاقبل رسول اللہ علی وہو غضبان محمر الوجہ فقال ارجعی وراءک واللہ لا یبغضہ احد من اہل بیتی ولا من غیرہم من الناس الا وہو خارج من الایمان فرجعت نادمۃ ساقطۃ قالت عائشۃ نعم اذکر ذالک -

ابو مخنف نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ حضرت عائشہ حضرت ام سلمہ کے پاس اس لئے آئیں کہ ان کو حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے گھر سے نکلنے پر آمادہ کریں تو حضرت ام سلمہ نے کہا کہ کل تو تم لوگوں کو حضرت عثمان کے برخلاف بھڑکاتی تھیں اور ان کے حق میں بہت خراب بات کہتی تھیں - تم نے ان کا نام نعثل رکھا تھا اور اسی نام سے ان کو یاد کرتی تھیں - تم کو خوب معلوم ہے جو قدر و منزلت علی کی رسول اللہ کے نزدیک ہے کیا میں تم کو یاد دلاؤں - حضرت عائشہ نے کہا ہاں یاد دلاؤ - حضرت ام سلمہ نے کہا تم کو وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ مقام قدید سے بائیں طرف اترے اور ہم ان کے ساتھ تھے - رسول اللہ تخلیہ میں علی سے راز کی باتیں کر رہے تھے اور اس کو طول ہوا تو تم نے ارادہ کیا کہ ان دونوں کے پاس چلی جاؤ - میں نے تم کو روکا مگر تم نے میری بات نہ مانی اور تم گئیں اور تھوڑی ہی دیر میں روتی ہوئی لوٹ آئیں - میں نے کہا کیا بات ہے تو تم نے کہا کہ میں ان دونوں کے پاس گئی - وہ راز کی باتیں کر رہے تھے - میں نے علی سے کہا کہ میرے لئے رسول اللہ کے نو دنوں میں سے صرف ایک دن ہے تو اے ابو طالب کے بیٹے میرے لئے میرا دن کیوں نہیں چھوڑ دیتے - رسول اللہ میری طرف غصہ میں بھرے ہوئے متوجہ ہوئے اور ان کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا - حضرت نے فرمایا پیچھے واپس جاؤ - بخدا علی کو دشمن نہ رکھے گا کوئی خواہ وہ میرے گھر والوں میں سے ہو یا ان کے علاوہ دوسرے آدمی مگر وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا - پس تم شرمندہ اور (رسول کی نظر سے) گری ہوئی واپس آئیں - حضرت عائشہ نے فرمایا ہاں مجھ کو یہ یاد ہے -

(۱۹) شرح نہج البلاغۃ جلد ۲ ص۷۸ میں ہے (روایت ابو مخنف - قالت ام سلمۃ لعائشۃ) واذکرک ایضا کنت انا وانت مع رسول اللہ فی سفر لہ وکان علی یتعہد نعلی رسول اللہ فیخصفہا ویتعہد اثوابہ فیغسلہا فنقبت لہ نعل فاخذہا یومئذ یخصفہا وقعد فی ظل سمرۃ وجاء ابوک ومعہ عمر فاستأذنا علیہ فقمنا الی الحجاب ودخلا یحادثانہ فیما ارادا ثم قالا یا رسول اللہ انا لا ندری قدر ما تصحبنا فلو اعلمتنا من یستخلف علینا لیکون لنا بعدک مفزعا فقال لہما اما انی قد اری مکانہ ولو فعلت لتفرقتم عنہ کما تفرقت بنو اسرائیل عن ہارون بن عمران فسکتا ثم خرجا فلما خرجنا الی رسول اللہ قلت لہ وکنت اجرأ علیہ منا من کنت یا رسول اللہ مستخلفا علیہم فقال خاصف النعل فنزلنا فلم نر الا علیا فقلت یا رسول اللہ ما اری الا علیا فقال ہو ذاک فقالت عائشۃ نعم اذکر ذالک -

حضرت ام سلمہ نے حضرت عائشہ سے کہا میں تم کو یاد دلاتی ہوں کہ میں اور تم ایک سفر میں رسول اللہ کے ساتھ تھے - علی رسول اللہ کی نعلین اور ان کے کپڑوں کی خبر لیتے رہتے تھے - نعلین کی مرمت کرتے اور کپڑوں کو دھوتے رہتے تھے - حضرت کا ایک جوتا پھٹ گیا - اس دن علی ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے اس کو سی رہے تھے - تمہارے باپ عمر کو ساتھ لئے ہوئے آئے اور رسول اللہ سے آنے کی اجازت طلب کی - ہم پردہ میں چلے گئے - وہ دونوں آئے اور جو کچھ انھوں نے چاہا پیغمبر خدا سے باتیں کیں - پھر کہا یا رسول اللہ ہم نہیں جانتے کہ کس قدر آپ ہمارے ساتھ رہیں گے آپ ہم کو آگاہ کر دیتے کہ کس کو ہم پر اپنا خلیفہ بنائے گا تا کہ وہ آپ کے بعد ہمارا مفزع (جائے پناہ) ہوتا تو حضرت نے دونوں سے فرمایا میں یقینا اس کو دیکھ رہا ہوں اور اگر میں (اس کام کو) کر ڈالوں تو تم اس کو اسی طرح چھوڑ دو گے جیسے بنی اسرائیل نے ہارون پسر عمران کو چھوڑ دیا تھا - وہ دونوں یہ سن کر چپ ہو گئے اور پھر چلے گئے - جب ہم پردہ سے باہر نکلے تو تم نے رسول اللہ سے کہا اور تم (عائشہ) پیغمبر خدا کی خدمت میں ہم سے (تمام ازواج سے) زیادہ جری تھیں کہ اے رسول اللہ آپ کس کو ان پر خلیفہ مقرر کریں گے - حضرت نے فرمایا جوتا سینے والے کو - ہم گئے تو سوا علی کے کسی کو (جوتا سیتے ہوئے) نہ دیکھا - پس تم نے آکر کہا یا رسول اللہ بجز علی کے کسی کو (جوتا سیتے) نہیں دیکھا - حضرت نے فرمایا وہ (علی) ہی وہ ہے (جو تم نے پوچھا تھا یعنی میرا خلیفہ) - حضرت عائشہ نے فرمایا ہاں مجھ کو یہ یاد ہے -

(۲۰) ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۵۶ میں ہے۔ عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث رسول اللہ ابابکر برایۃ الی بعض حصون خیبر فقاتل ورجع ولم یکن فتح وقد جہد ثم بعث من الغد عمر فقاتل ثم رجع ولم یکن فتح وقد جہد فقال رسول اللہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرارا غیر فرار لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ قال یقول سلمۃ فدعا علیا وہو ارمد العینین فتفل فی عینیہ ثم قال خذ ہذہ الرایۃ فامض بہا حتی یفتح اللہ علیک۔ سلمہ بن الاکوع کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کو علم دے کر خیبر کے قلعوں میں سے ایک کی طرف بھیجا۔ انھوں نے جاکر جنگ کی اور لوٹ آئے اور قلعہ فتح نہ ہوا حالانکہ بڑی کوشش کی۔ پھر دوسرے دن صبح کو حضرت عمر کو بھیجا۔ وہ بھی گئے جنگ کی اور لوٹ آئے مگر باوجود کوشش کے قلعہ فتح نہ کر سکے۔ تب رسول اللہ نے فرمایا کل میں علم یقینا ایسے مرد کو دوں گا جو اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اس کو دوست رکھتے ہیں کرار (بہت حملہ کرنے والا) ہوگا فرار (بہت بھاگنے والا) نہ ہوگا وہ پلٹے گا نہیں جب تک اللہ اس کے ہاتھوں پر جنگ کو فتح نہ کر دے۔ سلمہ کہتا ہے کہ حضرت نے (اس کہنے کے دوسرے دن) علی کو بلایا۔ ان کی دونوں آنکھوں میں آشوب تھا۔ حضرت نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر فرمایا کہ یہ علم لے کر جاؤ (واپس نہ آنا) یہاں تک کہ اللہ تم کو فتحیاب کرے۔

یہ روایت ابو محمد عبد الملک بن ہشام کی سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ میں بھی بروایت سلمہ بن عمرو بن الاکوع منقول ہے اور اسی کتاب سے مطالب السؤل صفحہ ۱۳۶ میں بھی درج ہے صرف دو ایک لفظ کا فرق ہے۔ مطلب اس کا بھی وہی ہے جو ازالۃ الخفا کی روایت کا ہے۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں بریدہ اسلمی کی روایت میں حضرت عمر کو علم دے کر بھیجنا مذکور ہے مگر اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی ہے۔ فلقوا اہل خیبر فانکشف عمر واصحابہ فرجعوا الی رسول اللہ یجبنہ اصحابہ ویجبنہم فقال رسول اللہ لاعطین غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ۔ کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۸۳ میں ہے۔ عن علی فلم یلبثوا ان ہزموا عمر واصحابہ فجاء یجبنہم ویجبنونہ۔ ایضا جلد ۵ صفحہ ۲۸۴۔ عن بریدۃ فبعث رسول اللہ عمر بن الخطاب بالناس فلقی اہل خیبر فردوہ وکشفوہ ہو واصحابہ فرجع الی رسول اللہ یجبن اصحابہ ویجبنہ اصحابہ۔ مطلب (تینوں عبارتوں کا) یہ ہے۔ پس وہ لوگ اہل خیبر سے ملاقی ہوئے حضرت عمر اور ان کے ساتھی ہار کر رسول اللہ کے پاس واپس ہوئے اس حالت میں

کہ ساتھی حضرت عمر کو جبن (نامردی) کا الزام لگاتے تھے اور وہ ساتھیوں کو نامرد کہتے تھے۔ تب رسول اللہ نے فرمایا کل میں ایسے مرد کو (علم) دوں گا جو محب خدا ورسول اور محبوب خدا ورسول ہے۔

مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ اور تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۵۱ اور شواہد النبوۃ صفحہ ۸۵ میں روز اول حضرت کا جانا اور روز دوم حضرت ابوبکر کا جانا اور روز سوم پھر حضرت عمر کا جانا مذکور ہے۔

مسند احمد جلد ا صفحہ ۱۳۶ وخصائص نسائی صفحہ ۷ میں ہے۔ لاعطین الرایۃ رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لیس بفرار۔

روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۳۸۵ میں ہے۔ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ۔

بہر کیف اس روایت میں حدیث رسول جو محل استدلال ہے یہ ہے۔ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرارا غیر فرار لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ۔ ۳۱ [illegible] میں جہاں [illegible] عندہ طائر فقال اللہم ائتنی لکھی ہیں وہاں اس میں حضرت کی نبوت کے دلائل بھی ہیں یعنی باعلام [illegible] اذن لہ۔ انس بن مالک سے روایت جس میں سرمو فرق نہ ہو یقین وجزم کے ساتھ کرنا۔ آئندہ علمدار کی تصویر اس طرح کھینچی [illegible] یا موجود ہیں اور موجود ہوں گے۔ وہ اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے (محب خدا ورسول ہے) اور اللہ ورسول اس کو دوست رکھتے ہیں (محبوب خدا ورسول ہے)۔ وہ حملہ آور وجنگجو ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ سابقین کی تصویر خود کھینچ لی کہ ان میں ان صفات میں سے کوئی صفت نہیں۔ اگر ان میں ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی ہوتی تو وہ سابقین اور آئندہ علمدار میں مشترک ہو جاتی اور آئندہ علمدار کی تعریف ومدح کے مقام میں ذکر نہ کی جاتی۔ چونکہ حدیث کی مذکورہ صفات مخصوصات علمدار آئندہ سے ہیں اور علمداران سابق سے ان کی نفی ہوتی ہے اس لئے صحیح مسلم وبخاری میں ایک صفت کرار غیر فرار تو اس حدیث کے ساتھ کہیں مذکور نہیں ہے حالانکہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ و ۳۲۵ میں سلمہ بن الاکوع سے اور جلد ۲ صفحہ ۳۲۴ میں سعد بن ابی وقاص وسہل بن سعد سے یہی حدیث چار جگہ مروی ہے اور صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و ۱۸۶ میں سلمہ بن الاکوع سے اور جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ و ۱۸۵ میں سہل بن سعد سے اور جلد ۳ صفحہ ۳۰۲ میں سہل بن سعد سے پانچ جگہ یہی حدیث منقول ہے۔ انھیں حدیثوں میں

(۲۰) ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۵۶ میں ہے۔ عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث رسول اللہ ابابکر برایۃ الی بعض حصون خیبر فقاتل ورجع ولم یکن فتح وقد جہد ثم بعث من الغد عمر فقاتل ثم رجع ولم یکن فتح وقد جہد فقال رسول اللہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرارا غیر فرار لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ قال یقول سلمۃ فدعا علیا وہو ارمد العینین فتفل فی عینیہ ثم قال خذ ہذہ الرایۃ فامض بہا حتی یفتح اللہ علیک۔ سلمہ بن الاکوع کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کو علم دے کر خیبر کے قلعوں میں سے ایک کی طرف بھیجا۔ انھوں نے جاکر جنگ کی اور لوٹ آئے اور قلعہ فتح نہ ہوا حالانکہ بڑی کوشش کی۔ پھر دوسرے دن صبح کو حضرت عمر کو بھیجا۔ وہ بھی گئے جنگ کی اور لوٹ آئے مگر باوجود کوشش کے قلعہ فتح نہ کر سکے۔ تب رسول اللہ نے فرمایا کل میں علم یقینا ایسے مرد کو دوں گا جو اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں کرار (بہت حملہ کرنے والا) ہوگا فرار (بہت بھاگنے والا) نہ ہوگا وہ پلٹے گا نہیں جب تک اللہ اس کے ہاتھوں پر جنگ کو فتح نہ کر دے۔ سلمہ کہتا ہے کہ حضرت نے (اس کہنے کے دوسرے دن) علی کو بلایا۔ ان کی دونوں آنکھوں میں آشوب تھا۔ حضرت نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر فرمایا کہ یہ علم لے کر جاؤ (واپس نہ آنا) یہاں تک کہ اللہ تم کو فتحیاب کرے۔

یہ روایت ابو محمد عبد الملک بن ہشام کی سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ میں بھی بروایت سلمہ بن عمرو بن الاکوع منقول ہے اور اس کتاب سے مطالب السؤل صفحہ ۱۳۶ میں بھی درج ہے صرف دو ایک لفظ کا فرق ہے۔ مطلب اس کا بھی وہی ہے جو ازالۃ الخفا کی روایت کا ہے۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں بریدہ اسلمی کی روایت میں حضرت عمر کو علم دے کر بھیجنا مذکور ہے مگر اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی ہے۔ فلقوا اہل خیبر فانکشف عمر واصحابہ فرجعوا الی رسول اللہ یجبنہ اصحابہ ویجبنہم فقال رسول اللہ لاعطین غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ۔ کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۸۳ میں ہے۔ عن علی فلم یلبثوا ان ہزموا عمر واصحابہ فجاء یجبنہم ویجبنونہ۔ ایضا جلد ۵ صفحہ ۲۸۴۔ عن بریدۃ فبعث رسول اللہ عمر بن الخطاب بالناس فلقی اہل خیبر فردوہ وکشفوہ ہو واصحابہ فرجع الی رسول اللہ یجبن اصحابہ ویجبنہ اصحابہ۔ مطلب (تینوں عبارتوں کا) یہ ہے۔ پس وہ لوگ اہل خیبر سے ملاقی ہوئے حضرت عمر اور ان کے ساتھی ہار کر رسول اللہ کے پاس واپس ہوئے اس حالت میں

کہ ساتھی حضرت عمر کو جبن (نامردی) کا الزام لگاتے تھے اور وہ ساتھیوں کو نامرد کہتے تھے۔ تب رسول اللہ نے فرمایا کل میں ایسے مرد کو (علم) دوں گا جو محب خدا و رسول اور محبوب خدا و رسول ہے۔

مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ اور تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۴۸ اور شواہد النبوۃ صفحہ ۵۸ میں روز اول حضرت کا جانا اور روز دوم حضرت ابوبکر کا جانا اور روز سوم پھر حضرت عمر کا جانا مذکور ہے۔

مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ وخصائص نسائی صفحہ ۷ میں ہے۔ لاعطین الرایۃ رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لیس بفرار۔ روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۸۵ میں ہے۔ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ۔

بہرکیف اس روایت میں حدیث رسول جو محل استدلال ہے یہ ہے۔ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرارا غیر فرار لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ۔ اسی حدیث میں جہاں علامتی ... عندہ طائر فقال اللہم ائتنی گئی ہیں وہاں اس میں حضرت کی نبوت کے دلائل بھی ہیں یعنی باعلان ... ثم جاء علی فاذن لہ۔ انس بن مالک سے روایتی جس میں سر مو فرق نہ ہو یقین و جزم کے ساتھ کرنا۔ آئندہ علمدار کی تصویر اس طرح ... یا موجود ہیں اور موجود ہوں گے۔ وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے (محب خدا و رسول ہے) اور اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں (محبوب خدا و رسول ہے)۔ وہ حملہ آور و جنگجو ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ سابقین کی تصویر خود کھنچ گئی کہ ان میں ان صفات میں سے کوئی صفت نہیں۔ اگر ان میں ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی ہوتی تو وہ سابقین اور آئندہ علمدار میں مشترک ہو جاتی اور آئندہ علمدار کی تعریف و مدح کے مقام میں ذکر نہ کی جاتی۔ چونکہ حدیث کی مذکورہ صفات مخصوصات علمدار آئندہ سے ہیں اور علمداران سابق سے ان کی نفی ہوتی ہے اس لئے صحیح مسلم و بخاری میں ایک صفت کرار غیر فرار تو اس حدیث کے ساتھ کہیں مذکور نہیں ہے حالانکہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ و ۳۲۵ میں سلمہ بن الاکوع سے اور جلد ۲ صفحہ ۳۲۴ میں سعد بن ابی وقاص و سہل بن سعد سے یہی حدیث چار جگہ مروی ہے اور صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و ۱۸۶ میں سلمہ بن الاکوع سے اور جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ و ۱۸۵ میں سہل بن سعد سے اور جلد ۳ صفحہ ۳۲ میں سہل بن سعد سے پانچ جگہ یہی حدیث منقول ہے۔ انھیں حدیثوں میں

کہیں یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ ہے اور کہیں یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کہہ کر دو صفت میں شبہ ڈال دیا گیا ہے کہ حضرت نے کیا فرمایا۔ سب پر طرہ یہ ہے کہ بخاری جلد ۲ ص۱۸۵ میں جو روایت سہل بن سعد سے نقل کی گئی ہے اس میں کسی صفت کا مطلقاً ذکر ہی نہیں ہے۔ وہ یہ ہے لاعطین الرایۃ غداً رجلا یفتح اللہ علی یدیہ۔ کل میں ایسے مرد کو علم دوں گا جس کو اللہ فتحیاب کرے گا۔ چلئے فرصت ملی۔ دونوں سابق و آئندہ علمدار کے صفات کی تصویر کھینچنے سے رہ گئی۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

(فائدہ) رسول اللہ نے اپنے اس کلام سے گویا اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے رسول کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تم کو دوست رکھے گا۔ قسطلانی مواہب لدنیہ جلد ۲ ص۲ میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ فجعل سبحانہ اتباع رسولہ علیہ الصلوۃ والسلام مشروطاً بمحبتہم للہ وشرط المحبۃ اللہ لہم ووجود المشروط ممتنع بدون وجود شرطہ فعلم انتفاء المحبۃ عند انتفاء المتابعۃ فانتفاء محبتہم للہ لازم لانتفاء المتابعۃ لرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنی محبت کو شرط قرار دیا ہے اور اس اتباع رسول کو شرط اور اتباع کرنے والا (جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو) مشروط قرار دیا ہے اور مشروط کا وجود بغیر شرط کے وجود کے محال ہے۔ پس محبت کا نہ ہونا معلوم ہوا متابعت نہ ہونے کے وقت میں اس لئے کہ متابعت نہ ہونے کو اللہ کے ساتھ محبت کا نہ ہونا لازم ہے (ترجمہ ختم ہوا)۔ میں کہتا ہوں کہ متابعت رسول شرط ہے اس کے نہ ہونے سے اللہ کا محبوب ہونا (جو کہ مشروط ہے) منتفی ہو گا۔ حاصل یہ ہے کہ جو اللہ کو دوست رکھے گا وہ رسول کا اتباع کرے گا اور جو رسول کا متبع ہو گا وہ خدا کا محبوب ہو گا۔ اس کے برعکس جو اللہ کو دوست نہ رکھے گا وہ رسول کا اتباع نہ کرے گا اور جو رسول کا متبع نہ ہو گا وہ خدا کا محبوب نہ ہو گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو اللہ کا محب اور اللہ کا محبوب ہو گا وہ متبع رسول (رسول کی پیروی کرنے والا) ضرور ہو گا اور جو اللہ کا محب اور محبوب نہ ہو گا وہ متبع رسول نہ ہو گا۔

(۲۱) صواعق محرقہ ص۷۳ میں ہے۔ اخرج البزار والطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبداللہ والطبرانی والحاکم والعقیلی فی الضعفاء وابن عدی عن ابن عمر والترمذی والحاکم عن علی قال قال رسول اللہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا وفی روایۃ فمن اراد العلم فلیأت الباب۔

بزار و طبرانی نے جابر سے اور طبرانی و حاکم و عقیلی و ابن عدی نے ابن عمر سے اور ترمذی و حاکم نے علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور دوسری روایت میں (اس کے بعد) یہ ہے کہ جو علم چاہے وہ دروازہ پر آئے۔

(۲۲) مطالب السئول ص۲۵ میں ہے۔ نقل الامام ابو محمد الحسین بن مسعود القاضی البغوی فی کتابہ الموسوم بالمصابیح ان رسول اللہ قال انا دار الحکمۃ وعلی بابہا۔ قاضی بغوی نے اپنی کتاب مصابیح میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ یہ روایت مشکوۃ المصابیح جلد ۲ ص۲۵۱ میں بروایت ترمذی مذکور ہے۔

(۲۳) صواعق محرقہ ص۷۶ میں ہے۔ اخرج الدیلمی عن عائشۃ ان النبی قال خیر اخوتی علی وخیر اعمامی حمزۃ وذکر علی عبادۃ۔ دیلمی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبی نے فرمایا میرے تمام بھائیوں میں علی سب سے بہتر اور اعمام میں حمزہ سب سے بہتر ہیں اور علی کا ذکر عبادت ہے۔

(۲۴) حدیث طیر۔ خصائص نسائی ص۵ میں ہے۔ عن انس بن مالک ان النبی کان عندہ طائر فقال اللہم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی من ہذا الطیر فجاء ابوبکر فردہ ثم جاء عمر فردہ ثم جاء علی فاذن لہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کے پاس ایک مرغ بریاں رکھا تھا۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب کو میرے پاس بھیج دے کہ وہ میرے ساتھ اس کو کھائے۔ پس ابوبکر آئے آپ نے ان کو لوٹا دیا پھر عمر آئے ان کو بھی واپس کیا پھر علی آئے تو آپ نے ان کو گھر میں آنے کی اجازت دی۔ اور مطالب السئول ص۵۲ میں ہے۔ وقال یوماً وقد احضر الیہ طیر لیاکلہ اللہم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی ہذا الطیر فجاء علی فاکل معہ وکان انس حاضرا یسمع قول النبی قبل مجیئ علی فبعد ذالک جاء انس الی علی فقال استغفر لی ولک بشارۃ بفعل ما جرہ لقول النبی۔ ایک دن رسول اللہ نے دعا کی اور آپ کے سامنے ایک مرغ بریاں کھانے کے لئے رکھا تھا کہ خدایا میرے پاس اس شخص کو بھیج دے جو تیری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب ہو کہ وہ میرے ساتھ اس مرغ کو کھائے۔ پس علی آئے اور رسول اللہ کے ساتھ اس کو کھایا۔ علی کے آنے سے پہلے انس موجود تھے اور نبی کے قول کو سنتے تھے۔ کھانے کے بعد انس علی کے پاس آئے اور کہا میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے اور میرے پاس آپ کے لئے ایک بشارت ہے۔ علی نے دعا کی تو انس نے نبی کا قول علی سے بیان کیا۔ انس نے علی سے استغفار کی خواہش کیوں کی۔ کنز العمال جلد ۶ ص۴۰۶ میں ہے۔ عن عمرو بن دینار عن انس بن مالک قال کنت مع رسول اللہ

فی لبستان فاہدی لہ طائر مشوی فقال اللّٰہم ائتنی باحب الخلق الیک فجاء علی ابن ابی طالب فقلت رسول اللّٰہ مشغول فرجع ثم جاء بعد ساعۃ ودق الباب ورددتہ مثل ذالک ثم قال رسول اللّٰہ یا انس افتح لہ فطال ما رددتہ فقلت یا رسول اللّٰہ کنت اطمع ان یکون رجلا من الانصار فدخل علی بن ابی طالب فاکل مع الطیر فقال رسول اللّٰہ المرء یحب قومہ۔ عمرو بن دینار نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللّٰہ کے ساتھ ایک لبستان میں تھا کہ آپ کے لئے ایک بھنا ہوا طائر ہدیہ لایا گیا۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا اپنے محبوب ترین خلق کو میرے پاس بھیج دے۔ پس علی آئے میں نے کہا کہ رسول اللّٰہ مشغول ہیں۔ علی واپس گئے ایک گھنٹہ کے بعد پھر آئے اور دق الباب کیا اور میں نے اسی طرح واپس کیا۔ (جب تیسری مرتبہ آئے اور دق الباب کیا تو) رسول اللّٰہ نے کہا اے انس دروازہ علی کے لئے کھول دے بہت تو نے علی کو واپس کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللّٰہ میری خواہش تھی کہ وہ (جس کے لئے دعا کی) کوئی مرد انصاری ہوتا۔ پس علی داخل ہوئے اور رسول کے ساتھ طیر کو کھایا۔ رسول نے فرمایا آدمی اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے۔ متن حدیث یعنی خط کشیدہ فقرہ صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ میں ہے اور حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ میں بھی حدیث طیر مذکور ہے مگر اس میں اتنا اور بھی ہے فقال انہ علی حاجۃ فدفع صدرہ ودخل۔ انس نے کہا کہ حضرت رفع حاجت میں مشغول ہیں۔ حضرت علی نے انس کے سینے کو دھکا دیا اور داخل ہو گئے اور یہ بھی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ یا انس او فی الانصار خیر من علی او افضل من علی۔ اے انس کیا انصار میں علی سے بہتر اور افضل کوئی شخص ہے۔

(۲۵) حدیث منزلت۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸۶ و جلد ۳ صفحہ ۱۵۲ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ و صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۳۰ و ۲۵۸ میں منقول ہے۔ صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۵۲ کی عبارت یہ ہے۔ عن مصعب بن سعد عن ابیہ ان رسول اللّٰہ خرج الی تبوک واستخلف علیا فقال اتخلفنی فی الصبیان والنساء قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لیس نبی بعدی۔ مصعب نے اپنے باپ سعد سے روایت کی ہے کہ رسول اللّٰہ نے تبوک جاتے وقت علی کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تو علی نے کہا کیا آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہو جو ہارون کو موسی سے حاصل تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ خصائص نسائی صفحہ ۴ میں ہے کہ

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ وخرج بالناس فی غزوۃ تبوک قال فقال لہ علی اخرج معک فقال لہ نبی اللّٰہ لا فبکی علی فقال لہ اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انک لست بنبی انہ لا ینبغی ان اذہب الا وانت خلیفتی۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول اللّٰہ غزوہ تبوک کے لئے لوگوں کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ علی نے رسول اللّٰہ سے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا نہیں۔ یہ سن کر علی روئے تو حضرت نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ جو منزلت ہارون کو موسی سے حاصل تھی وہی منزلت تم کو مجھ سے حاصل ہو مگر تم نبی نہیں ہو۔ (یعنی) یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں مگر ایسی حالت میں (مناسب ہے) کہ تم میرے خلیفہ ہو۔

فائدہ ۱: حضرت ہارون کو حضرت موسی سے کیا کیا منزلت حاصل تھی وہ حدیث ابوذر غفاری میں جو باب اول آیت پنجم کی تفسیر میں مذکور ہے پھر دیکھئے جس کا خلاصہ علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل صفحہ ۶۵ میں باین عبارت بیان کیا ہے۔ فتلخیص منزلۃ ہارون من موسی انہ کان اخاہ ووزیرہ وعضدہ وشریکہ فی النبوۃ وخلیفتہ علی قومہ عند سفرہ وقد جعل رسول اللّٰہ علیا منہ بہذہ المنزلۃ واثبتہا لہ الا النبوۃ فانہ استثناہا فی آخر الحدیث بقولہ غیر انہ لا نبی بعدی فبقی ما عدا النبوۃ المستثناۃ ثابتا لعلی من کونہ اخاہ ووزیرہ وعضدہ وخلیفتہ علی اہلہ عند سفرہ الی تبوک۔ ہارون کو جو منزلت حاصل تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ موسی کے بھائی اور ان کے وزیر وقوت بازو اور نبوت میں ان کے شریک تھے اور موسی کے سفر کے وقت ان کی قوم پر ان کے خلیفہ تھے اور رسول اللّٰہ نے علی کے لئے اپنی جانب سے یہی سب منزلتیں قرار دی ہیں بجز نبوت کے کہ اس کو آخر حدیث میں غیر انہ لا نبی بعدی کہہ کر مستثنی کر دیا ہے۔ پس نبوت کے سوا سب باتیں علی کے لئے ثابت ہیں یعنی علی کا برادر رسول ہونا اور وزیر و قوت بازو ہونا اور تبوک کے سفر میں رسول کے اہل پر خلیفہ ہونا (ختم ہوا کلام علامہ کا)۔ میں کہتا ہوں علامہ کا یہ کہنا کہ علی صرف اہل رسول پر خلیفہ تھے نہ کل مدینہ پر صحیح نہیں ہے حدیث میں تعمیم ہے۔ اہل رسول کی تخصیص نہیں ہے۔ چنانچہ مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۳ میں ہے وقال الحافظ زین الدین العراقی فی ترجمۃ علی بن ابی طالب من شرح التقریب لم یتخلف عن المشاہد الا تبوک فان النبی خلفہ علی المدینۃ وعلی عیالہ وقال لہ یومئذ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی وہو فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص ورجحہ ابن عبد البر۔ حافظ زین الدین عراقی نے

شرح تقریب میں علی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ کسی جنگ میں غیر حاضر نہ تھے سوا غزوہ تبوک کے کہ نبی نے ان کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا تھا اور اپنے عیال پر بھی اور اس دن آپ نے ان کے حق میں فرمایا تھا کہ تم مجھ سے وہ منزلت رکھتے ہو جو ہارون کو موسی سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حدیث صحیحین میں بروایت سعد مذکور ہے اور ابن عبد البر نے اس کو ترجیح دی ہے۔ اور اگر اہل رسول کی تخصیص کو بلا دلیل مان بھی لیں تو جب علی حیات رسول میں رسول کے اہل پر خلیفہ ہوئے اور اس عہدہ سے تا حیات رسول معزول نہیں ہوئے تو بعد حیات رسول اہل رسول پر خلیفہ ہونے کا ملخ کیا ہے اور جو اہل رسول پر بعد رسول خلیفہ رسول ہو سکتا ہے اور ہے بھی وہ امت رسول پر بعد رسول خلیفہ رسول کیوں نہ ہو۔ امت اگر رسول کے اہل میں داخل نہیں ہے تو کیا اہل رسول سے بڑھ کر ہے۔ اور جب مدینہ میں بعد رسول خلافت علی ثابت و متحقق ہوئی تو دوسرے شخص کا خلیفہ ہونا صحیح نہیں۔ اور جب اس کا کوئی قائل نہیں کہ مدینہ میں علی خلیفہ رسول تھے اور دیگر حضرات مدینہ کے علاوہ دیگر مقامات کے خلیفہ تھے تو دیگر حضرات کی خلافت و امامت مدینہ کے علاوہ دیگر مقامات کے لئے بھی صحیح نہیں ہے۔

بہر کیف اس حدیث حضرت ابوذر غفاریؓ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ منزلت ہارونی علی کو ہر وقت حاصل ہے خواہ رسول اللہؐ سفر میں ہوں یا حضر میں غزوہ تبوک کے وقت سے مخصوص نہیں ہے چنانچہ غزوہ تبوک سے جو رجب ۹ھ میں واقع ہوا بہت پہلے ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے موقع پر جو ۱۵ رمضان ۳ھ میں ہوئی حضرت کا نام رکھتے وقت حضرت جبرئیل نے خدائے تعالی کا یہ پیغام رسول اللہؐ کو پہنچایا۔ علی منک بمنزلۃ ہارون من موسی ولکن لا نبی بعدک فسم ولدک ہذا باسم ولد ہارون۔ علی کو تم سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسی سے حاصل تھی لیکن تمہارے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس تم اپنے اس فرزند کا وہ نام رکھو جو ہارون کے بیٹے کا تھا (تاریخ خمیس جلد اول ص۴۱۸)۔ یہ حدیث منزلت عقد مواخاۃ کے وقت بھی رسول نے ارشاد فرمائی تھی (کنز العمال جلد ۵ ص۴۰)۔ رسول اللہؐ نے اپنی حیات میں علی کو اس منزلت سے برطرف نہیں کیا اور نہ اپنی وفات کے بعد اس منزلت سے علی کی برطرفی و معزولی کا حکم دے گئے۔ پس بعد وفات رسول بھی علی کو یہ منزلت حاصل رہے گی بلکہ اس کی طرف الا انہ لا نبی بعدی سے اشارہ بھی کر گئے کہ ہارون کو خلافت موسی و نبوت

دونوں حاصل تھی جیسا کہ قرآن میں موجود ہے وقال موسی لاخیہ ہارون اخلفنی اور موسی نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں تم میرے خلیفہ ہو۔ یہ خلافت ہارون غیر موقت تھی۔ وقت کی قید اس میں نہ تھی۔ اگر وہ موسی کے بعد زندہ رہتے تو موسی کے خلیفہ بھی ہوتے اور نبی بھی (جیسے کہ موسی کی زندگی میں تھے)۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں لہذا اے علی تم میرے بعد بھی میرے خلیفہ تو ہو مگر نبی نہیں۔ نبوت ختم نہ ہو جاتی تو تم نبی بھی ہوتے۔ اگر یہ اشارہ مقصود نہ ہوتا تو بعدی نہ فرماتے۔ یہ کہنا کہ ہارون حیات موسی میں خلیفہ ہو نہ بعد وفات موسی پس تشبیہ کا مقتضا یہ ہے کہ علی بعد رسول خلیفہ نہ ہوں درست نہیں ہے اس لئے کہ تشبیہ تمام امور میں نہیں دی گئی ورنہ لازم آئے گا کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں علی کا انتقال ہو جائے اور یہ بھی لازم آئے گا کہ رسول اللہؐ خاتم النبیین نہ ہوں جس طرح کہ حضرت موسی خاتم النبیین نہ تھے۔ خلاصہ یہ کہ تشبیہ و تمثیل محض شرکت کار نبوت و رسالت اور وزارت کی ہے سوا عہدہ نبوت کے اور وہ علی کو جب تک علی زندہ ہوں حاصل ہے کیونکہ حدیث میں اس منزلت کے لئے کسی وقت کی قید نہیں ہے۔

فائدہ ۲۔ جب علی کو خلیفہ نہ کرنے کی حالت میں تھوڑی دیر کے لئے رسول کا مدینہ سے جانا مناسب نہ تھا تو بغیر علی کو خلیفہ مقرر کئے ہوئے ہمیشہ کے لئے جانا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے اور کیونکر رسول اللہؐ نے علی کو خلیفہ نہ کیا ہوگا اور بغیر اس کے دنیا سے چلے گئے ہوں گے۔

فائدہ ۳۔ حضرت علی نے رسول اللہؐ سے یہ اس لئے نہیں کہا تھا کہ رسول اللہؐ کی بات آپ کو ناگوار گزری بلکہ لوگوں کے خیالات کا دفعیہ منظور تھا چنانچہ خصائص نسائی ص۱۰ میں سعد بن ابی وقاص سے یہ روایت ہے لما غزا رسول اللہؐ غزوۃ تبوک خلف علیا کرم اللہ وجہہ فی المدینۃ قالوا فیہ ملہ وکرہ صحبتہ فتبع علی حتی لحقہ فی الطریق قال یا رسول اللہؐ خلفتنی فی المدینۃ مع الذراری والنساء حتی قالوا ملہ وکرہ صحبتہ فقال النبی الخ جب رسول اللہؐ غزوہ تبوک کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تو حضرت علی کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کر گئے۔ لوگوں نے (قریش نے جیسا کہ خصائص ص۱۲ کی دوسری روایت میں ہے) کہا کہ رسول اللہؐ کو علی کا ساتھ لے جانا ناپسند تھا اور مکروہ معلوم ہوا اس لئے چھوڑ گئے۔ علی جا کر راستہ میں رسول اللہؐ سے ملے اور کہا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں خلیفہ بنا گئے یہاں تک کہ لوگوں نے یہ کہا کہ آپ کو میرا ساتھ لے جانا مکروہ معلوم ہوا۔ نبی نے فرمایا الخ۔

(۲۶) حدیث غدیر۔ صواعق محرقہ ص۲۵ شبہ یازدہم میں اصل حدیث غدیر یوں تحریر ہے۔ قولہ یوم غدیر خم موضع بالجحفۃ مرجعہ من حجۃ الوداع بعد ان اجمع الصحابۃ الست اولیٰ بکم من انفسکم ثلاثا وہم یجیبون بالتصدیق والاعتراف ثم رفع ید علی وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ واحب من احبہ وابغض من ابغضہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث دار۔ یوم غدیر مقام غدیر پر حجۃ الوداع سے لوٹتے ہوئے صحابہ کو جمع کرنے کے بعد نبی کا قول (یہ ہے)۔ کیا میں تمھارے نفسوں سے زیادہ تم پر تصرف وحکومت کا مستحق نہیں ہوں۔ یہ تین مرتبہ کہا اور ہر دفعہ سب حاضرین نے تصدیق کی اور اقرار کیا (کہ ہاں آپ ایسے ہی ہیں)۔ پھر حضرت نے علی کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا جس کا مولیٰ میں ہوں علی (بھی) اس کا مولیٰ ہے۔ خدایا محبت رکھ اس سے جو علی کو دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو علی سے عداوت رکھے۔ اس کی نصرت کرنے والے کی مدد کر اور اس کو چھوڑنے والے کو چھوڑ دے اور حق کو علی کے ساتھ جدھر بھی علی پھرے پھیر دے۔ اسی شبہ یازدہم کے جواب میں اسی صفحہ میں صاحب صواعق یہ بھی لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث صحیح ہے۔ اس میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ اس حدیث کو ایک جماعت محدثین نے روایت کیا ہے جیسے ترمذی ونسائی واحمد۔ اس کی روایت کے طریقے بھی بہت کثرت سے ہیں۔ اس کو ۱۶ صحابیوں نے روایت کیا ہے اور احمد بن حنبل کی ایک روایت میں تو یہ ہے کہ اس کو ۳۰ صحابیوں نے رسول اللہ سے سننے کی شہادت دی علی کے لئے جب علی سے ان کی خلافت کے زمانہ میں نزاع کی گئی۔ اس کے اکثر اسناد صحیح وحسن ہیں۔ اس شخص کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے جس نے اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے اور غیر صحیح کہہ دیا ہے۔" امام غزالی بھی اس حدیث کی صحت پر جمہور محدثین وعلما کا اتفاق تحریر کرتے ہیں جیسا کہ باب الامۃ ۱۳ میں آئے گا۔

تاریخ الخلفاء سیوطی ص۱۱۹ میں ان ۱۶ صحابیوں کے نام جن سے اس حدیث کی روایت ہے یہ ہیں۔ علی[۱]۔ ابو ایوب انصاری[۲]۔ زید بن ارقم[۳]۔ عمر[۴]۔ ذی مر[۵]۔ ابوہریرہ[۶]۔ ابن عمر[۷]۔ مالک بن الحویرث[۸]۔ حبشی بن جنادہ[۹]۔ جریر[۱۰]۔ سعد بن ابی وقاص[۱۱]۔ ابو سعید خدری[۱۲]۔ انس[۱۳]۔ ابن عباس[۱۴]۔ عمارہ[۱۵]۔ بریدہ[۱۶]۔

چونکہ مولیٰ کے معنی میں کلام کرنے والوں نے بہت کچھ کلام کیا ہے اور مقصود رسول کو مشتبہ کرنے میں بہت کچھ ہاتھ پیر مارے ہیں

اس لئے خود رسول اللہ کے قول سے مولیٰ کے معنی لکھے جاتے ہیں۔ کنز العمال جلد ۱ ص۴۸ وجلد ۳ ص۶۱ میں ہے۔ یا ایہا الناس ان اللہ مولائی وانا مولی المومنین اولیٰ بہم من انفسہم فمن کنت مولاہ فہذا مولاہ یعنی علیا الخ۔ لوگو اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مومنوں کا مولا ہوں۔ ان کے نفسوں سے زیادہ ان پر تصرف کا حق رکھتا ہوں۔ پس جس کا میں مولیٰ ہوں یہ علی اس کا مولیٰ ہے۔ اور ینابیع المودۃ ص۱۱۵ میں ہے فقال آخذا بیدی من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ فقام سلمان وقال یا رسول اللہ ولاء علی ماذا۔ قال ولاءہ کولائی من کنت اولیٰ بہ من نفسہ فعلی اولیٰ بہ من نفسہ الخ۔ (حضرت علی نے فرمایا) رسول اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ پس سلمان کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ولاء علی کیا چیز ہے۔ فرمایا علی کی ولا میری ولا کی طرح ہے۔ جس شخص پر میں اس کے نفس سے زیادہ متصرف ہوں علی بھی اس پر اس کے نفس سے زیادہ متصرف ہے۔ دونوں کتابوں کی حدیث میں اولیٰ بہم الخ ہے۔ سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص۱۲ میں ہے۔ عن البراء بن عازب قال اقبلنا مع رسول اللہ فی حجتہ التی حج فنزل فی بعض الطریق فامر الصلوۃ جامعۃ فاخذ بید علی فقال الست اولیٰ بالمومنین من انفسہم قالوا بلیٰ قال الست اولیٰ بکل مومن من نفسہ قالوا بلیٰ قال فہذا ولی من انا مولاہ۔ براء بن عازب کی روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ ان کے حج آخر میں تھے کہ حضرت راستہ میں ایک جگہ اترے اور ندا کرائی کہ سب نماز جماعت کے لئے مجتمع ہوں۔ بعد نماز حضرت نے علی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کیا میں تمام مومنین پر ان کے نفس سے زیادہ تصرف کا حق نہیں رکھتا۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت نے فرمایا کیا میں ہر ایک مومن پر اس کے نفس سے زیادہ تصرف کا حق نہیں رکھتا۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ کہا تو یہ (علی) بھی اس کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔

حضرت نے اولیٰ بہ کے معنی میں ولی اور مولا دونوں لفظوں کو استعمال کیا ہے۔ پس اولیٰ بہم من انفسہم کہہ کر حضرت نے مولیٰ کے معنی اور اس کی تفسیر بیان کر دی ہے۔ اس کے ساتھ علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کا قول مطالب السئول ص۵۶ سے نقل کیا جاتا ہے اور اس مبحث کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ولیعلم ان ہذا الحدیث ہو من اسرار قولہ تعالیٰ فی آیۃ المباہلۃ قل تعالوا الخ والمراد نفس علی علی ما تقدم فان اللہ جل وعلا لما قرن بین نفس رسول اللہ وبین نفس علی وجمعہما بضمیر مضاف الی رسول اللہ اثبت رسول اللہ لنفس علی بہذا الحدیث ما ہو ثابت لنفسہ علی المومنین عموما فانہ اولیٰ بالمومنین وناصر المومنین وسید المومنین

وکل معنی امکن اثباتہ مما دل علیہ لفظ المولی لرسول اللہ فقد جعلہ لعلی - جاننا چاہئے کہ آیہ مباہلہ میں جو اللہ تعالی کا قول ہے
یہ حدیث اس کے اسرار میں سے ہے - اس میں انفسنا سے نفس علی مراد ہے جیسا کہ بیان ہوا پس خدا نے نفس علی کو
نفس رسول قرار دیا اور رسول اللہ نے اس حدیث سے نفس علی کے لئے وہ باتیں ثابت کیں جو خود آنحضرت کے لئے مومنین
پر عام طور سے ثابت ہیں اور آنحضرت مومنین کے مالک ان پر متصرف اور مومنین کے ناصر اور مومنین کے سردار ہیں اور لفظ مولی
جن معانی پر دلالت کرتا ہے ان میں سے جو جو معنی رسول اللہ کے لئے ثابت کرنا ممکن تھا رسول اللہ نے ان سب معانی کو علی کے لئے قرار دے دیا۔
شاہ علی حسن صاحب ~~جائسی~~ مرحوم سجادہ نشین جائس (ضلع رائے بریلی) نے صاحب مطالب السؤل کے اس قول کو کیا خوب
نظم فرمادیا ہے سہ بحث در معنی من کنت مولاہ وی ہر سو - علی مولی باین معنی کہ پیغمبر بود مولی (ملاحظہ ہو باب اول آیت ۳)
تفسیر ابی سعود میں جو تفسیر کبیر جلد ۴ ص۳ کے حاشیہ پر ہے یہ ہے - ثم ردوا الی اللہ مولاہم ای مالکہم الذی یلی امورہم
علی الطلاقہ لا ناصرہم کما فی قولہ ان الکافرین لا مولی لہم - پھر وہ اپنے مولی کی طرف لوٹائے جائیں گے یعنی اپنے مالک کی طرف جو
علی الاطلاق ان کے تمام امور کا متولی ہے - یہ معنی نہیں کہ اپنے مددگار کی طرف لوٹائے جائیں گے جیسا کہ مولی بمعنی مددگار
اس آیت میں ہے کہ کافرین کے لئے کوئی مولی (مددگار) نہیں -

(۲۷) ارجح المطالب جلد ۲ ص۲۱ (بحوالہ اسد الغابہ) میں یہ حدیث منقول ہے - عن علی قال قال لی رسول اللہ انت بمنزلۃ الکعبۃ
تؤتی ولا تأتی فان اتاک ہولاء القوم وسلموہا الیک یعنی الخلافۃ فاقبل منہم وان لم یأتوک فلا تأتہم حتی یأتوک -
حضرت علی نے فرمایا مجھ سے رسول اللہ نے یہ فرمایا کہ تم کعبہ کے مانند ہو جس کے پاس لوگ آتے ہیں وہ کسی کے پاس نہیں جاتا
پس اگر یہ قوم تمہارے پاس آئے اور اس کو یعنی خلافت کو تمہارے سپرد کرے تو تم ان کے خلافت سپرد کرنے کو قبول کرنا
اور اگر وہ تمہارے پاس نہ آئیں تو تم خلافت کے لئے ان کے پاس نہ جانا یہاں تک کہ وہ خود تمہارے پاس آئیں -
فائدہ ۱ - کعبہ طواف اور ان مناسک حج کے لئے جو اس کے ساتھ مخصوص ہیں مستحق ہے - اگر کوئی کعبہ کا طواف نہ کرے یا
ان مناسک کو ادا نہ کرے یا دوسرے گھر کو کعبہ قرار دے کر اس کا طواف کرے اور حج کے مناسک ادا کرے تو اس سے

کعبہ کے کعبہ ہونے اور اس کے شرف و مرتبہ اور اس کے استحقاق میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی اور وہ پھر بھی اپنے شرف و منزلت و استحقاق
پر باقی رہے گا - ۲ - اسی طرح اگر حضرت علی کو لوگ خلافت سپرد نہ کریں (خلیفہ نہ مانیں) تو ان کے خلیفہ رسول ہونے اور ان کے
شرف و مرتبہ و استحقاق میں بھی کوئی فرق نہ آئے گا اور وہ خدا اور رسول کی طرف سے ان پر خلیفہ ہیں کوئی ملنے یا نہ ملنے -
۳ حضرت علی بعد وفات رسول بموجودہ آنحضرت خلافت کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں نہیں گئے اور سقیفہ کی کارروائی میں حضرت
شریک نہیں ہوئے (بعد میں اتمام حجت کے لئے جانا اس میں کوئی مضائقہ نہیں) اور حضرت ابوبکر و عمر رسول اللہ کو بے گور و کفن
چھوڑ کر وہاں دوڑ گئے - اور بعد حضرت عثمان بھی جب صحابہ نے در دولت پر ہجوم کیا حضرت کی چادر کھنچی حضرت امام حسن و امام حسین
ہجوم میں کچل گئے اور لوگوں کا اصرار خلافت قبول کرنے پر حد سے بڑھ گیا تب (ان لوگوں کی ساختہ پرداختہ) خلافت قبول کی -

(۲۸) مطالب السؤل ص۲ میں (امام بیہقی کی کتاب سے جو فضائل صحابہ میں تصنیف کی ہے) یہ حدیث منقول ہے - بیہقی نے
اپنے اسناد کے ساتھ رسول اللہ سے روایت کی ہے - انہ قال من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی تقواہ والی ابراہیم فی حلمہ
والی موسی فی ہیبتہ والی عیسی فی عبادتہ فلینظر الی علی بن ابی طالب - جو آدم کو ان کے علم میں نوح کو ان کے تقوی میں ابراہیم کو
ان کے حلم میں موسی کو ان کی ہیبت میں اور عیسی کو ان کی عبادت میں دیکھنا چاہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے -

(۲۹) خصائص نسائی ص۱۹ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص۲۲۹ میں ہے - عن ربیعۃ بن ناجذ عن علی بن ابی طالب قال دعانی رسول اللہ
فقال ان فیک من عیسی مثلاً ابغض الیہود حتی بہتوا امہ واحبتہ النصاری حتی انزلوا بالمنزل الذی لیس بہ - حضرت علی سے
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پیغمبر خدا نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تم عیسی کے مانند ہو کہ جن کو یہود نے دشمن رکھا یہاں تک کہ ان کی ماں پر
بہتان لگایا اور جن کو نصاری نے دوست رکھا یہاں تک کہ ان کو اس درجہ پر پہنچایا جس پر وہ نہ تھے -

(۳۰) کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۶ میں ہے - جنگ جمل کے ختم ہونے کے بعد محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ سے جا کر کہا ہے -
قال لہا اما سمعت رسول اللہ یقول علی مع الحق والحق مع علی ثم خرجت تقاتلینہ بدم عثمان - اے بہن کیا آپ نے رسول اللہ کو
یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے پھر آپ علی سے مقاتلہ کرنے کے لئے خون عثمان کے بہانہ سے نکلیں -

(۳۱) صواعق محرقہ ص۱۱۱ میں ہے۔ اخرج الترمذی عن حذیفۃ ان رسول اللہ قال ان ہذا ملک لم ینزل الارض قط قبل ہذہ اللیلۃ استأذن ربہ ان یسلم علیّ و یبشرنی بان فاطمۃ سیدۃ النساء اہل الجنۃ والحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ۔

ترمذی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے خدا سے اجازت مانگی کہ آکر مجھے سلام کرے اور مجھے اس کی بشارت دے کہ فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن وحسین تمام جوانان بہشت کے سردار ہیں (صحیح ترمذی جلد ۲ ص۲۱۹ وخصائص نسائی ص۲۲)۔ یہی حدیث صواعق ص۱۱۷ میں باختلاف لفظ واتحاد معنی احمد ونسائی وترمذی وابن حبان سے بروایت حذیفہ نقل کیا ہے۔

(۳۲) صواعق ص۱۱۶۔ اخرج ابو بکر فی الغیلانیات عن ابو ایوب ان النبی قال اذا کان یوم القیمۃ نادی مناد من بطنان العرش یا اہل الجمع نکسوا رؤسکم وغضوا ابصارکم حتی تمر فاطمۃ بنت محمد علی الصراط فتمر مع سبعین الف جاریۃ من الحور العین کمر البرق۔

ابو بکر نے ابو ایوب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جب روز قیامت ہوگا ایک منادی عرش کے وسط سے آواز دے گا اے مجمع والو اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کر لو یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمد صراط پر سے گزر جائیں پس وہ ستر ہزار حوروں کے ساتھ برق کی طرح گزر جائیں گی۔

(۳۳) صواعق ص۱۱۶۔ واخرج ایضا عن ابی ہریرۃ ان النبی قال اذا کان یوم القیمۃ ینادی مناد من بطنان العرش ایہا الناس غضوا ابصارکم حتی تجوز فاطمۃ الی الجنۃ۔ اور ابو بکر ہی نے ابو ہریرہ سے یہ روایت کی ہے (اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی بیان ہوا۔

(۳۴) صواعق ص۱۱۷۔ اخرج احمد والترمذی والحاکم عن ابن الزبیر ان النبی قال فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما آذاہا وینصبنی ما انصبہا۔

احمد وترمذی وحاکم نے ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ نبی نے فرمایا فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اس کو رنج واذیت پہنچنے سے مجھے رنج واذیت پہنچتی ہے (جامع ترمذی جلد ۲ ص۲۲۷)۔ یہ حدیث باختلاف لفظ واتحاد معنی صحیح بخاری جلد ۲ ص۱۸۷ و ۱۹۱ و صحیح مسلم جلد ۲ ص۲۳۹ میں دوسرے راوی سے منقول ہے۔

(۳۵) صواعق ص۱۱۷۔ اخرج ابن عساکر عن علی وعن ابن عمر وابن ماجہ والحاکم عن ابن عمر والطبرانی عن قرۃ وعن مالک بن حویرث

والحاکم عن ابن مسعود ان النبی قال ابنای ہذان الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ وابوہما خیر منہما۔ ابن عساکر نے حضرت علی اور ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے اور حاکم نے ابن عمر اور عبد اللہ ابن مسعود سے اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن حویرث سے روایت کی ہے کہ نبی نے فرمایا میرے یہ دونوں بیٹے حسن وحسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ (علی) ان دونوں سے بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص۱۲ میں بجز ابنای ہذان کے باقی ہے)۔

(۳۶) تاریخ خمیس جلد ۱ ص۲۸۶۔ وعن رسول اللہ سباق الامم ثلثۃ لم یکفروا باللہ طرفۃ عین علی بن ابی طالب وصاحب یٰس ومومن آل فرعون۔ رسول اللہ نے فرمایا امتوں میں (ایمان کی جانب) سبقت کرنے والے (یعنی سب سے پہلے ایمان لانے والے) تین شخص ہیں جنھوں نے ایک چشم زدن (ایک جھپکنے کے برابر) بھی اللہ کے ساتھ کفر نہیں کیا۔ علی بن ابی طالب و صاحب یٰس (حبیب نجار) ومومن آل فرعون (حزقیل)۔

اور تاریخ خمیس جلد ۲ ص۲۷۵ میں ہے۔ عن النبی انہ قال الصدیقون ثلثۃ حبیب بن عمر بن النجار مومن آل یاسین الذی قال یٰقوم اتبعوا المرسلین وحزقیل الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی بن ابی طالب الثالث وہو افضلہم خرجہ احمد فی المناقب۔ نبی نے فرمایا کہ صدیق تین ہی ہیں۔ حبیب بن عمر بن النجار مومن آل یٰسین جس نے کہا تھا اے میری قوم رسولوں کا اتباع کرو اور حزقیل (مومن آل فرعون) جس نے کہا تھا کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کروگے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تیسرے علی بن ابی طالب اور یہ تینوں میں افضل ہیں۔ اس حدیث کو احمد نے کتاب مناقب میں روایت کیا ہے۔ یہ دوسری حدیث ینابیع المودۃ ص۱۵۰ میں بحوالہ ابی نعیم وابن عساکر ابی لیلی سے منقول ہے اور حزقیل کے بعد مومن آل فرعون بھی ہے۔

(۳۷) مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص۱۰۲۔ عن علی بن الحسین عن ابیہ وجدہ ان رسول اللہ اخذ بید حسن وحسین فقال من احبنی واحبہما واباہما وامہما کان معی فی درجتی یوم القیمۃ۔ حضرت امام زین العابدین نے اپنے پدر وجد بزرگوار سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے حسن وحسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو مجھے اور ان دونوں کو اور ان کے باپ اور ماں کو دوست رکھے گا وہ بروز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

(۳۸) سنن ابن ماجہ ص۱۳۔ عن ابی ہریرۃ ان النبی قال للحسن اللّٰہم انی احبہ فاحبہ واحبب من یحبہ وضمہ الی صدرہ + عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی۔ ص۱۴ (عن یعلی بن مرۃ) وقال حسین منی وانا من الحسین

اَحَبَّ اللّٰہُ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط ۔ عن زید بن ارقم قال قال رسول اللّٰہ لعلی وفاطمۃ والحسن والحسین انا سلم لمن سالمتم وحرب لمن حاربتم ۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے حسن کے لئے کہا خدایا میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس تو اس کو دوست رکھ اور اس کو بھی دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور حسن کو اپنے سینہ سے لگالیا ۔ حضرت نے کہا جو حسن وحسین کو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا جو ان کو دشمن رکھے اس نے مجھ کو دشمن رکھا ۔ یعلی بن مرہ کی روایت (صـ۱۲۱ میں) ہے حضرت نے کہا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں خدا اس کو دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے ۔ زید بن ارقم کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا علی وفاطمہ وحسن وحسین کے لئے میں اس سے صلح کرنے والا ہوں جس سے تم صلح کرو اور اس سے جنگ کرنے والا ہوں جس سے تم جنگ کرو ۔

(۳۹) خصائص نسائی صـ۲۶ ۔ عن رجل قال سمعت علیا علی المنبر بالکوفۃ یقول خطب الی رسول اللّٰہ ابنتہ فاطمۃ فزوجنی فقلت یارسول اللّٰہ انا احب الیک ام ھی قال ھی احب الیّ منک وانت اَعَزُّ علیّ منہا ۔ حضرت علی نے منبر کوفہ پر فرمایا کہ رسول اللّٰہ نے میرے ساتھ فاطمہ کا عقد کیا تو میں نے کہا کہ یا رسول اللّٰہ آپ کو میں زیادہ محبوب ہوں یا فاطمہ فرمایا مجھے فاطمہ تم سے زیادہ محبوب ہے اور مجھ کو تم فاطمہ سے زیادہ عزیز ہو (میرے نزدیک تمہاری عزت فاطمہ سے زیادہ ہے) ۔ دیکھو باب سوم ۱۰۲

(۴۰) خصائص نسائی صـ۲۷ ۔ اخبرنا القاسم بن زکریا بن دینار قال لی علی وجعت وجعا فاتیت النبی فاقامنی فی مکانہ وقام یصلی والقی علیّ طرف ثوبہ ثم قال قم یا علی قد برئت لاباس علیک وما دعوت لنفسی بشیء الا دعوت لک بمثلہ وما دعوت بشیء الا استجیب لی او قال قد اعطیت الا انہ قیل لی لا نبی بعدی ۔ حضرت علی نے فرمایا مجھے (ایک مرتبہ) درد شدید ہوا میں نبی کے پاس آیا مجھے اپنی جگہ پر بٹھالیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور چادر کا سرا میرے اوپر ڈال دیا تھا پھر (نماز کے بعد) فرمایا اے علی اٹھو تم اچھے ہوگئے اب کچھ ڈر نہیں ۔ اے علی میں نے اپنے لئے کبھی کسی چیز کی خدا سے دعا نہیں کی مگر تمہارے لئے بھی اسی چیز کی دعا کی اور میں نے جب کوئی دعا کی وہ مقبول ہوئی یا یہ کہا کہ وہ مجھے عطا کی گئی بجز اس کے کہ مجھ سے کہا گیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ۔

(۴۱) مشکوۃ جلد ۲ صـ۱۱۹ میں ہے ۔ عن عائشۃ قال ما رایت احدا کان اشبہ سمتا وہدیا ودلا وفی روایۃ حدیثا وکلاما برسول اللّٰہ من فاطمۃ کانت اذا دخلت علیہ قام الیہا فاخذ بیدہا فقبلہا واجلسہا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا رواہ ابوداؤد ۔ ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ شکل وشمائل ورفتار وگفتار میں فاطمہ سے زیادہ کوئی رسول اللّٰہ کے مشابہ نہ تھا ۔ جب وہ حضرت کے پاس آتیں حضرت ان کے استقبال تعظیمی کے لئے کھڑے ہوجاتے اور فاطمہ کا ہاتھ لے کر چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب رسول خدا فاطمہ کے پاس جاتے تو حضرت فاطمہ استقبال تعظیمی کے لئے اٹھتیں اور رسول کا ہاتھ لے کر چومتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں ۔ یہی روایت جامع ترمذی جلد ۲ صـ۲۲۷ میں باختلاف الفاظ واتحاد معنی مذکور ہے

(۴۲) حیوۃ الحیوان جلد ۲ صـ۵۲۹ ۔ وفی کامل بن عدی فی ترجمۃ عبد اللّٰہ بن داقد الواقفی وفی ترجمۃ عیسی بن عبد اللّٰہ بن محمد بن علی بن ابی طالب رض ان النبی ؐ قال لعلی انت یعسوب المومنین والمال یعسوب الکفار وفی روایۃ یعسوب الظلمۃ وفی روایۃ یعسوب المنافقین ای یلوذ بک المومنون قیل للسید یعسوب قومہ ۔ آنحضرت نے علی سے کہا کہ تم مومنوں کے یعسوب ہو اور مال کافروں یا ظالموں یا منافقوں کا یعسوب ہے ۔ یعسوب ۔ ملاذ ۔ پناہ کی جگہ ۔ سردار قوم ۔

باب سوم ۔ اہل بیت کے مناقب ومدائح صحابہ کبار کی زبان سے بروایت اہل سنت

(۱) حضرت عباس عم رسول کا قول ۔ خصائص نسائی صـ۳ میں ہے ۔ حضرت عباس نے عفیف راوی حدیث سے ابتدائے اسلام میں رسول اللّٰہ اور علی اور خدیجہ کو رو بقبلہ باجماعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا ۔ عفیف راوی کا بیان ہے ۔ فقلت یا عباس امر عظیم قال العباس امر عظیم تدری من ہذا الشباب قلت لا قال ہذا محمد بن عبد اللّٰہ ابن اخی اتدری من ہذا الغلام ہذا علی ابن اخی اتدری من ہذہ المرأۃ ہذہ خدیجۃ بنت الخویلد زوجتہ ان ابن اخی ہذا اخبرنی ان ربہ رب السماء والارض امرہ بہذا الدین ہو علیہ ولا واللّٰہ ما علی الارض کلہا احد علی ہذا الدین غیر ہولاء الثلثۃ ۔ میں نے کہا اے عباس یہ امر عظیم ہے (جو ہم تم دیکھ رہے ہیں) ۔ عباس نے کہا ہاں امر عظیم ہے تم جانتے ہو یہ جوان کون ہے ۔ میں نے کہا نہیں ۔ فرمایا یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللّٰہ ہے اور جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے یہ میرا بھتیجا علی ہے اور یہ عورت کون ہے جانتے ہو یہ خدیجہ بنت خویلد میرے بھتیجے کی زوجہ ہے ۔ میرے بھتیجے نے مجھ سے کہا کہ

اس کے رب نے جو آسمان و زمین کا رب ہے اس کو اس دین (کی اشاعت) کا حکم دیا ہے اور خدا کی قسم روئے زمین پر اس وقت سوا
ان تین آدمیوں کے اس دین پر چوتھا شخص نہیں ہے - تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ اور مطالب السؤل صفحہ ۳۹ و ۴۰ میں بھی یہ روایت مذکور ہے -

(۲) حضرت ابوبکر کا قول - صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۹ و ۱۰۷ میں ہے - ولما جاء ابوبکر و علی لزیارۃ قبرہ بعد وفاتہ لستۃ ایام قال علی تقدم یا خلیفۃ
رسول اللہ فقال ابوبکر ما کنت لاتقدم رجلا سمعت رسول اللہ یقول فیہ علی منی کمنزلتی من ربی اخرجہ ابن السمان واخرج الدارقطنی
عن الشعبی قال بینما ابوبکر جالس اذ طلع علی فلما راہ قال من سرہ ان ینظر الی اعظم الناس منزلۃ واقربہم قرابۃ وافضلہم حالۃ
واعظمہم حقا عند رسول اللہ فلینظر الی ہذا الطالع - رسول اللہ کی وفات کے چھ دن بعد جب حضرت ابوبکر و حضرت علی زیارت
قبر رسول کے لئے آئے تو علی نے کہا اے خلیفۂ رسول آگے بڑھو ابوبکر نے کہا میں اس شخص کے آگے نہ چلوں گا جس کے بارہ میں
رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی کو مجھ سے وہ منزلت ہے جو مجھے میرے رب سے ہے - شعبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت
ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی نمودار ہوئے - جب ابوبکر نے ان کو دیکھا کہا جس کو یہ بات مسرور کرے کہ وہ اس کو دیکھے
جو رسول اللہ کے نزدیک تمام آدمیوں سے زیادہ عظیم المنزلت سب سے زیادہ قریب رشتہ دار سب سے افضل ہے اور
رسول کے نزدیک اس کا حق سب سے زیادہ ہے وہ اس آنے والے کو دیکھے (فائدہ) سبحان اللہ چلنے میں آگے چلنے پر یہ خیال
اور حکومت و خلافت میں پیچھے رکھنا اور ایسے شخص کی موجودگی میں خود آگے بڑھ جانا -

(۳) حضرت عمر کے اقوال - ۱ صواعق صفحہ ۷۷ عن ابی ہریرۃ قال عمر بن الخطاب علی اقضانا - عمر بن الخطاب نے کہا کہ ہم صحابہ میں
سب سے بڑھ کر قاضی (فیصلہ کرنے والے) علی ہیں - ۲ عن سعید بن المسیب قال کان عمر بن الخطاب یتعوذ باللہ من معضلۃ
لیس لہا ابوالحسن علیا - حضرت عمر اس مشکل سے پناہ مانگتے تھے جس کے (دور کرنے کے) لئے علی نہ ہوں - (فائدہ) مگر حضرت عمر نے
سقیفہ میں خلیفہ مقرر کرتے وقت اپنے اس قول پر عمل نہ کیا اور نہ علی کی طرف رجوع کیا - ۳ واخرج ابو یعلی عن ابوہریرۃ قال
قال عمر بن الخطاب لقد اعطی علی ثلاث خصال لان تکون لی خصلۃ منہا احب الی من حمر النعم فسئل ماھی قال تزویجہ ابنتہ وسکناہ المسجد
لایحل لی فیہ مایحل لہ والرایۃ یوم خیبر - حضرت عمر نے فرمایا کہ علی کو تین باتیں ایسی حاصل کہ اگر ان میں سے ایک ہی مجھے حاصل ہوتی

تو مجھے شتران سرخ مو (عرب کے نزدیک سب سے بہتر و بیش قیمت چیز) سے زیادہ محبوب تھی - پوچھا گیا وہ کیا ہے - کہا
رسول اللہ کی بیٹی سے شادی مسجد رسول میں سکونت جس میں مجھے وہ حلال نہیں جو علی کے لئے حلال ہے اور جنگ خیبر میں علم ملنا
(جس کے متعلق رسول نے وہ حدیث بیان فرمائی جو باب دوم صفحہ ۲۰ میں ذکر کی گئی) - ۴ (صفحہ ۱۱۱) واخرج ایضا (یعنی الدارقطنی) ان عمر
سأل علیا عن شئی فاجابہ فقال عمر اعوذ باللہ ان اعیش فی قوم لست فیہم ابا الحسن واخرج ایضا انہ جاءہ اعرابیان یختصمان
فاذن لعلی فی القضاء بینہما فقضی فقال احدہما ہذا یقضی بیننا فوثب الیہ عمر واخذ بتلبیبہ وقال ویحک ماتدری من ہذا ہذا مولاک
ومولی کل مومن ومن لم یکن مولاہ فلیس بمومن - حضرت عمر نے حضرت علی سے کوئی بات پوچھی - آپ نے بتا دیا تو حضرت عمر نے کہا
خدا مجھے ایسی قوم میں زندہ رہنے سے بچائے جس میں اے ابوالحسن تم موجود نہ ہو - حضرت عمر کے پاس دو اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے -
عمر نے علی کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کی اجازت دی - آپ نے فیصلہ سنا دیا تو ان میں سے ایک بولا کہ یہ شخص ہماری نزاع کا
فیصلہ کرتا ہے - حضرت عمر اس کی طرف لپکے اور اس کا گلا دبایا اور کہا وائے ہو تجھ پر تو نہیں جانتا کہ یہ کون ہے - یہ تیرا اور تمام
مومنوں کا مولی ہے اور جس کا یہ مولی نہ ہو وہ مومن ہی نہیں - ۵ شرح نہج البلاغۃ جلد ۳ صفحہ ۱۱ - فرجع الحسین ولقیہ عمر من الغد
فقال مامنعک ان تأتینی قال اتیتک ولکن اخبرنی ابنک عبد اللہ انہ لم یوذن لہ علیک فرجعت فقال عمر وانت عندی مثلہ وہل انبت الشعر
علی الراس غیرکم - کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ میں ہے فقال (عمر) انت (یا حسین) احق بالاذن من عبد اللہ بن عمر انما انبت فی رؤسنا ماتری اللہ ثم انتم
حضرت حسین واپس گئے - دوسرے دن حضرت عمر نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ تم کو میرے پاس آنے سے کس نے روکا - امام حسین نے کہا
میں آیا تھا لیکن آپ کے بیٹے عبد اللہ نے مجھ کو خبر دی کہ آپ نے ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی - حضرت عمر نے کہا کیا تم میرے نزدیک
میرے بیٹے کے مثل ہو اور کیا میرے سر پر یہ بال تمہارے سوا کسی دوسرے نے اگایا ہے (شرح نہج) - حضرت عمر نے کہا کہ اے حسین
تم عبد اللہ بن عمر کی بہ نسبت اجازت کے زیادہ حقدار تھے اور تم ہمارے سروں پر جو (بال) دیکھتے ہو اس کو صرف اللہ نے اور پھر تم نے ہی
اگایا ہے (کنز العمال) - ۶ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۷ - فلقیہ عمر بعد ذالک فقال ہنیئا لک یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مومن ومومنۃ -
اس کے بعد (رسول کے حدیث غدیر ارشاد فرمانے کے بعد) حضرت عمر حضرت علی سے ملے اور کہا مبارک ہو اے ابوطالب کے فرزند کہ آپ کل مومن و مومنہ کے

موظی ہوگئے۔ ۷ ینابیع المودة ص۳۷۳ بحوالہ فصل الخطاب۔ وفی عدة من المسائل رجع عمر الی قول علی فقال عجزت النساء ان یلدن مثل علی وقال لولا علی لہلک عمر۔ اور بہت سے مسائل میں عمر نے علی کے قول کی طرف رجوع کیا اور کہا عورتیں عاجز ہیں کہ علی کا ایسا فرزند جنیں اور کہا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ ینابیع ص۸۰ میں ہے۔ ولہذا کانت الصحابة یرجعون الیہ فی احکام الکتاب ویاخذون عنہ الفتاوی کما قال عمر بن الخطاب فی عدة مواطن لولا علی لہلک عمر۔ اسی لئے صحابہ احکام کتاب میں ان کی طرف رجوع کرتے اور ان سے فتاوے لیتے تھے جیسا کہ بہت سے موقعوں پر عمر نے کہا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ ۸ شرح نہج البلاغة جلد۲ ص۲۰ میں ہے۔

قال ابوبکر (الجوہری) واخبرنا ابوزید عمر بن شبة قال حدثنا محمد بن حاتم عن رجالہ عن ابن عباس مر عمر لعلی وانا معہ لغناء دارہ فسلم علیہ فقال لہ علی این ترید قال البقیع قال افلا تصل جناحک ونقوم معک قال بلی فقال لی قم معہ فقمت فمشیت الی جانبہ فشبک اصابعہ فی اصابعی ومشینا قلیلا حتی اذا خلفنا البقیع قال لی یا ابن عباس اما واللہ ان صاحبک ہذا لاولی الناس بالامر بعد رسول اللہ لولا انا خفناہ علی اثنین قال ابن عباس فجاء بکلام لم اجد بدا من مسئلتہ عنہ فقلت ما ہما یا امیر المومنین قال خفناہ علی حداثة سنہ وحبہ بنی عبد المطلب۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت عمر حضرت علی کے پاس سے گزرے اور میں علی کے ساتھ ان کے گھر کے صحن میں تھا۔ عمر نے علی کو سلام کیا۔ (جواب کے بعد) علی نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ کہا بقیع کا۔ ابن عباس نے کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ چلوں۔ کہا ہاں۔ علی نے مجھ سے کہا اٹھو اور ان کے ساتھ جاؤ۔ میں ان کے پہلو میں چلنے لگا۔ انھوں نے میری انگلیوں میں اپنی انگلیاں دیں۔ ہم دونوں تھوڑی دور چلے تھے کہ بقیع سے آگے بڑھ گئے۔ تب آپ نے مجھ سے کہا اے ابن عباس بخدا تمھارے یہ صاحب (علی) رسول اللہ کے بعد امر (حکومت وخلافت) کے سب سے زیادہ حقدار تھے اگر ہم کو ان سے دو باتوں کا خوف نہ ہوتا۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت نے ایک ایسی بات کہی کہ جس کا پوچھنا ان سے ضروری تھا (ان سے پوچھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا)۔ میں نے کہا اے مسلمانوں کے سردار وہ دو باتیں کیا ہیں۔ کہا ان کا کم سن ہونا اور عبد المطلب کی اولاد کو دوست رکھنا۔ ابن عباس نے جو جواب دیا ہے وہ شرح مذکور جلد۲ ص۱۵ میں ہے۔ قال ابن عباس فقلت واللہ ما استصغرہ حین امرہ ان یاخذ سورة براءة من ابی بکر۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے کہا اللہ نے تو

ان کو کم سن نہیں سمجھا جب ان کو حکم دیا کہ جا کر ابوبکر سے سورہ براءة لے لو (دیکھو باب ہشتم ص۳۳)۔ ۹ شرح نہج البلاغة جلد۳ ص۱۱۵۔

وروی ابوبکر الانباری فی امالیہ ان علیا جلس الی عمر فی المسجد وعندہ ناس فلما قام عرض واحد بذکرہ ونسبہ الی التیہ والعجب فقال عمر حق لمثلہ ان یتیہ واللہ لولا سیفہ لما قام عمود الاسلام وہو بعد اقضی الامة وذو سابقتہا وذو شرفہا فقال لہ ذالک القائل فما منعکم یا امیر المومنین عنہ قال کرہناہ علی حداثة السن وحبہ بنی عبد المطلب۔ ابوبکر انباری اپنی امالی میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی حضرت عمر کے پاس مسجد رسول میں بیٹھے تھے اور ان کے پاس کچھ لوگ تھے۔ جب حضرت علی اٹھے (اور چلے گئے) تو ایک شخص نے حضرت علی پر تعریض کی اور ان کو غرور وخود پسندی کی طرف نسبت دی۔ حضرت عمر نے کہا ان کے مثل کے لئے تکبر کرنا سزاوار ہے۔ بخدا اگر ان کی تلوار نہ ہوتی تو اسلام کا ستون کھڑا ہی نہ ہوتا اور اس کے علاوہ وہ امت میں سب سے بڑھ کر قاضی ہیں اور وہ امت میں ایسے شخص ہیں جس کو سب پر (ہر بات میں) سبقت حاصل ہے اور وہ امت میں ایسے شخص ہیں جو (سب سے زیادہ) صاحب شرف ہے۔ تب اس کہنے والے نے ان سے کہا کہ پھر تم کو کس چیز نے ان کو خلیفہ بنانے سے روکا۔ آپ نے فرمایا ہم نے ان کو ناپسند کیا ان کی کم سنی اور عبد المطلب کی اولاد کو محبوب رکھنے کی وجہ سے۔ ۱۰ شرح نہج البلاغة جلد۳ ص۱۰۶ میں ہے۔ قال ابن عباس کنت عند عمر فتنفس نفسا ظننت ان اضلاعہ قد انفرجت فقلت ما اخرج ہذا النفس منک یا امیر المومنین الا ہم شدید قال ای واللہ یا ابن عباس انی افکرت فلم ادر فیمن اجعل ہذا الامر بعدی ثم قال لہ لعلک تری صاحبک لہا اہلا قلت وما یمنعہ من ذالک مع جہادہ وسابقتہ وقرابتہ وعلمہ قال صدقت ولکنہ امرء فیہ دعابة (ثم ذکر ابن عباس طلحة والزبیر وعبد الرحمن وسعد وعثمان فذکر عمر عیب کل واحد منہم ثم ذکر صفات من لا تصلح الخلافة الا لہ وبین ابن عباس ان مراد عمر من ہذہ الصفات لیس الا نفسہ۔ محمد جرار حسین) قال ثم اقبل علی بعد ان سکت ہنیہة وقال احراہم واللہ ان ولیہا ان یحملہم علی کتاب ربہم وسنة نبیہم لصاحبک اما ان ولی امرہم حملہم علی المحجة البیضاء والصراط المستقیم۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ میں حضرت عمر کے پاس تھا کہ آپ نے ایک ایسی (زور کی) سانس لی جس سے میں نے گمان کیا کہ ان کی پسلیاں شکستہ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ یہ سانس آپ نے نہیں لی مگر کسی سخت رنج وغم کی وجہ سے۔ آپ نے کہا ہاں اے ابن عباس بخدا یہی بات ہے۔ میں نے غور کیا لیکن میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں اس حکومت (خلافت) کو اپنے بعد کس شخص میں قرار دوں (کس کو خلیفہ بناؤں) پھر کہا شاید تمہارا خیال ہو کہ تمہارے صاحب (علی)

اس کے اہل ہیں۔ میں نے کہا ان کو کون چیز اس سے مانع ہے باوجود ان کے جہاد، ان کے سابق الاسلام ہونے، رسول کے ساتھ ان کی قرابت
اور ان کے علم کے (جن میں ایک بھی کسی اور کو حاصل نہیں)۔ حضرت عمر نے کہا کہ (یہ) تم نے سچ کہا مگر وہ ایسے شخص ہیں جن میں
دعابہ (مزاح) پایا جاتا ہے۔ (اس کے بعد ابن عباس نے طلحہ و زبیر و عبد الرحمن و سعد و عثمان کا ذکر کیا تو حضرت عمر نے ہر ایک کے
عیب بیان کئے پھر اس شخص کی صفتیں بیان کیں جس کے سوا کوئی شخص خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور ابن عباس نے
بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان صفتوں سے صرف اپنے نفس کو مراد لیا ہے۔ جرار حسین) ابن عباس نے کہا کہ پھر حضرت عمر
میری طرف متوجہ ہوئے بعد اس کے کہ ان کو سکون ہوا اور کہا کہ بخدا تمھارے صاحب (علی) ہی اس کے لائق ہیں کہ اگر وہ خلیفہ
بنائے جائیں تو لوگوں کو کتاب خدا و سنت نبی پر چلائیں۔ سنو اگر وہ (علی) خلیفہ بنائے جائیں تو لوگوں کو روشن راہ اور صراط مستقیم پر
چلائیں۔ (میں کہتا ہوں کہ شارح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید نے جلد ۲ صفحہ ۶۱۵ میں کہا ہے کہ علی لنسبتِ دعابہ و مزاح سے بعید ہیں۔
اور اسی صفحہ میں مزاح رسول اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اور مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ میں ہے دیداعب صبیانہ اور صفحہ ۲۹۸ میں ہے۔
واخرج الترمذی من حدیث ابی ہریرۃ قالوا یارسول اللہ انک تداعبنا قال انی لااقول الاحقا وما ورد عنہ فی النہی عن الملاعبۃ
فمحمول علی الافراط لما فیہ من الشغل عن ذکر اللہ و الفکر فی مہمات الدین وغیر ذالک۔ رسول اللہ اپنے بچوں سے مزاح کرتے تھے۔
اصحاب نے کہا اے رسول اللہ آپ ہم سے مزاح کرتے ہیں۔ کہا میں تو بجز حق کے کچھ نہیں کہتا۔ اور جو کچھ حضرت سے مزاح کی
ممانعت کے بارہ میں وارد ہوا وہ افراط مزاح پر محمول ہے کیونکہ افراط مزاح سے آدمی ذکر خدا اور دین کے مہم امور وغیرہ میں
فکر سے باز رہتا ہے۔ پس نیابت نبی کے لئے مزاح کیسے مانع ہو سکتا ہے)۔ نمبر ۱۱ مطالب السئول صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔ ولقد ان عمر
جمع اصحاب رسول اللہ لیستشیرہم وفیہم علی فقال لہ قل یا ابا الحسن فانت اعلمہم و افضلہم۔ حضرت عمر نے اصحاب رسول کو
مشورہ کرنے کے لئے جمع کیا ان میں علی بھی تھے۔ ان سے کہا اے ابو الحسن آپ فرمائیے کہ آپ اصحاب رسول میں سب سے
زیادہ عالم اور سب سے افضل ہیں۔ نمبر ۱۲ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۷ میں اولیات عمر کی فصل میں ہے۔ واول من قال اطال اللہ بقاءک
قالہ لعلی۔ سب سے پہلے حضرت عمر نے کہا خدا تمھاری زندگی دراز کرے یہ علی سے کہا۔ نمبر ۱۳ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۶۸ میں ہے

ابو عمر سے روایت ہے کہ ایک مجنون عورت لائی گئی جس کے رجم کا حضرت عمر نے حکم دیا اور ایک عورت لائی گئی جو چھ مہینے کے بعد بچہ جنی تھی
اس کے بھی رجم کا حضرت عمر نے حکم دیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا الآیۃ (یعنی حمل اور دودھ پلانے کی
مدت تیس مہینے ہے اور دودھ پلانے کی مدت ۲ برس قرآن میں مذکور ہے پس چھ مہینے میں بچہ پیدا ہو سکتا ہے) اور رسول اللہ نے
فرمایا ہے کہ خدا نے مجنون پر سے قلم اٹھا لیا ہے (الحدیث) فکان عمر یقول لولا علی لہلک عمر۔ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہی ہوا تھا۔
نمبر ۱۴ مستطرف جلد ۲ باب ۸۱ صفحہ ۹۲ میں ہے۔ فاخذ عمر براس علی فقبلہ بین عینیہ ثم قال بابی انتم بکم ہدانا اللہ وبکم اخرجنا من الظلمات
الی النور۔ حضرت عمر نے حضرت علی کے سر کو پکڑ کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا کہ تمھارے ذریعہ سے خدا نے ہم کو ہدایت کی
اور ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لایا۔ نمبر ۱۵ کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۲۰ میں قریب انتقال حضرت عمر کا یہ قول ہے۔ وما یمنعنی
منک یا علی الا حرصک علیہا وانک احری القوم ان تقیم علی الحق والصراط المستقیم۔ اے علی مجھے تم کو خلیفہ بنانے سے صرف یہی بات روکتی ہے
کہ تم کو خلافت کی حرص ہے اور اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ (اگر تم خلیفہ ہو جاؤ تو) سب سے زیادہ تم اس کے سزاوار ہو کہ
لوگوں کو حق اور صراط مستقیم پر چلاؤ۔ فائدہ نمبر ۱ آپ نے جن جن لوگوں کا اس وقت ذکر کیا ان میں سے کسی اور کی یہ تعریف نہیں کی۔
نمبر ۲ حضرت عمر نے باوجود اس علم کے کہ حق اور صراط مستقیم پر چلانے کے لئے تمام صحابہ سے زیادہ لائق قابل و مستحق علی ہیں حضرت علی کو
محض اس وجہ سے اپنے بعد کے لئے خلیفہ نہیں بنایا کہ بقول حضرت عمر ان کو خلافت کی حرص تھی۔ کسی چیز کی حرص کرنا امر مذموم نہیں ہے
جب تک کہ وہ شے مذموم نہ ہو یا اگر وہ شے ممدوح ہے تو حریص میں اس شے کی قابلیت نہ ہو۔ خلافت رسول فی نفسہ کوئی مذموم شے
نہیں بلکہ ممدوح ہے اور بقول حضرت عمر علی میں سب سے زیادہ اس کی قابلیت موجود پھر یہ حرص علی کے خلیفہ بنائے جانے میں
کیونکر مانع ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت علی اس حرص میں حق بجانب بھی تھے جیسا کہ باب دوم نمبر ۱۲ و ۲۶ و ۳۰ اور باب چہارم نمبر ۲۲ کی
رو سے حق ہر حالت میں ان کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے اس اعتراض حرص کا جواب (غالباً اسی موقع پر) یوں دیا ہے۔
شرح نہج البلاغۃ جلد دوم صفحہ ۳۶ میں ہے۔ فقال قائلہم یا ابن ابی طالب انک علی ہذا الامر لحریص فقلت انتم احرص منی وابعد وانا اخص
انا الذی طلبت میراثی وحق الذی جعلنی اللہ ورسولہ اولی بہ ام انتم اذ تضربون وجہی دونہ وتحولون بینی وبینہ فبہتوا۔

ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اے پسر ابو طالب تم تو یقینا خلافت کے حریص ہو۔ میں نے کہا نہیں بلکہ خدا کی قسم تم لوگ مجھ سے زیادہ حریص خلافت ہو اور اس کے استحقاق سے بہت دور ہو۔ ہم میں کون زیادہ حریص ہے۔ کیا میں جو اپنی میراث طلب کرتا ہوں اور اپنے اس حق کو مانگتا ہوں جس کے ساتھ خدا و رسول نے مجھ کو مخصوص کیا ہے یا تم جبکہ تم اس کو مجھ تک پہنچنے نہیں دیتے اور مجھ کو روکتے ہو۔ جب میں نے یہ حجت واضحہ مجمع حاضرین میں بیان کی تو وہ سب مبہوت ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دے سکے۔

(۴) حضرت زبیر کا قول۔ شرح نہج جلد ۲ ص۸ میں ہے۔ ثم قام (ابو الاسود الدئلی) فاتی الزبیر فقال یا ابا عبد اللہ عہد الناس بک وانت یوم بویع ابوبکر آخذ بقائم سیفک تقول لا احد اولی بہذا الامر من علی بن ابی طالب واین ہذا المقام من ذاک فذکر دم عثمان قال انت وصاحبک ولیتماہ فیما بلغنا قال فانطلق الی طلحۃ۔ اور جلد ۲ ص۴۹۵ میں ہے (قول ابی الاسود الدئلی للزبیر) وانت یا ابا عبد اللہ لم یبعد العہد بقیامک دون ہذا الرجل یوم مات رسول اللہ وانت آخذ قائم سیفک تقول ما احد احق بالخلافۃ منہ ولا اولی بہا منہ ماامتنعت من بیعۃ ابی بکر فاین ذالک الفعل من ہذا القول فقال لہما (لابی الاسود و عمران بن الحصین) اذہبا فالقیا طلحۃ فقاما الی طلحۃ الخ (دونوں عبارت کا مطلب ایک ہی ہے وہ یہ کہ) ابو الاسود دئلی نے زبیر سے کہا کہ لوگوں کو وہ زمانہ یاد ہے جب تم اس شخص (علی) کے سامنے کھڑے تھے جس دن رسول اللہ کا انتقال ہوا تھا اور تم اپنی تلوار کا قبضہ پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اس شخص (علی) سے زیادہ خلافت کا مستحق کوئی دوسرا نہیں اور تم نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کیا تھا۔ تمہارے اس فعل کو تمہارے اس قول سے کیا مناسبت ہے۔ زبیر نے خون عثمان کا ذکر کیا تو ابو الاسود نے کہا کہ تم اور تمہارے ساتھی (طلحہ) دونوں نے عثمان کا خون کرایا جیسا کہ ہم کو خبر پہنچی ہے۔ زبیر نے ابو الاسود اور عمران بن حصین سے کہا کہ طلحہ کے پاس جاؤ ان سے ملاقات کرو تو وہ دونوں اٹھ کر طلحہ کے پاس گئے۔ (فائدہ) محل استدلال خط کشیدہ فقرہ ہے۔ حضرت زبیر نے ابو الاسود کے کہنے پر سکوت کیا اور انکار نہیں کیا کہ میں نے نہیں کہا۔

(۵) عبد اللہ ابن مسعود کا قول۔ ینابیع ص۲۲۷ میں ہے۔ قال ابن مسعود قرأت سبعین سورۃ من فی رسول اللہ وقرأت البقیۃ علی اعلم ہذہ الامۃ بعد نبینا علی بن ابی طالب۔ ابن مسعود نے کہا کہ میں نے ستر سورے رسول اللہ کے منہ سے پڑھے

اور باقی سورے علی بن ابی طالب سے پڑھے جو نبی کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ عالم ہیں۔ صواعق ص۷۶ میں ہے۔ اخرج (الحاکم) عن ابن مسعود قال افضی اہل المدینۃ علی۔ ابن مسعود نے کہا کہ تمام اہل مدینہ میں سب سے بڑھ کر قاضی علی ہیں۔ اتقان ص۵۵۱ میں ہے۔ عن ابن مسعود قال ان القرآن نزل علی سبعۃ احرف ما منہا حرف الا ولہ ظہر و بطن وان علی بن ابی طالب منہ الظاہر والباطن۔ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ ہر حرف کے لئے ظاہر و باطن ہے اور علی کے پاس تمام قرآن اور ہر حرف کا ظاہر بھی ہے باطن بھی۔

(۶) حضرت عائشہ کا قول۔ صواعق ص۷۶ میں ہے۔ وذکر عند عائشۃ فقالت انہ اعلم من بقی بالسنۃ۔ حضرت عائشہ کے سامنے حضرت علی کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کہا کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان میں علی سب سے زیادہ سنت رسول کے عالم ہیں۔ خصائص ص۲۹ میں ہے۔ عن جمیع وہو ابن عمیر قال دخلت مع امی علی عائشۃ وانا غلام فذکرت لہ علیا فقالت ما رأیت رجلا احب الی رسول اللہ منہ ولا امرأۃ احب الی رسول اللہ من امرأتہ۔ جمیع بن عمیر کہتا ہے کہ میں جب لڑکا تھا اپنی ماں کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس گیا۔ میری ماں نے حضرت علی کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ نے کہا میں نے رسول اللہ کے نزدیک علی سے زیادہ محبوب کسی مرد کو اور فاطمہ سے زیادہ محبوب کسی عورت کو نہ پایا۔ مودۃ القربی ص۱۰ میں ہے۔ عن عطا قال سألت عائشۃ عن علی قال ذالک خیر البشر لا یشک الا کافر عطا کہتا ہے میں نے حضرت عائشہ سے علی کی نسبت پوچھا تو آپ نے کہا کہ وہ بہترین انسان ہیں اس میں شک وہ کرے گا مگر کافر۔ (دیکھو ص۱۲۹۸)۔ تاریخ خمیس جلد ۲ ص۲۸۳ میں ہے۔ عن عائشۃ لما بلغہا موت علی قالت لتصنع العرب ما شاءت فلیس لہا احد ینہاہا۔ حضرت عائشہ کو جب حضرت علی کے انتقال کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ (اب) عرب جو چاہیں کریں کوئی ان کا روکنے والا نہیں رہا۔

(۷) حضرت ابن عباس کا قول۔ ینابیع ص۱۲۸ میں ہے۔ وان ابن عباس کان تلمیذہ قیل لہ این علمک من علم ابن عمک علی فقال کنسبۃ قطرۃ من المطر الی البحر المحیط۔ ابن عباس حضرت کے شاگرد تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے علم کو علی کے علم سے کیا نسبت ہے۔ کہا جو بارش کے ایک قطرہ کو سمندر سے نسبت ہے (وہی نسبت میرے علم کو علی کے علم سے ہے)۔ صواعق ص۷۶ میں ہے۔ اخرج (الحاکم) عن سعید عن ابن عباس قال اذا حدثنا ثقۃ عن علی الفتیا لا نعدوہا ای لا نتجاوزہا۔ ابن عباس نے کہا جب ہم سے کوئی معتمد آدمی علی کا فتوی بیان کر دیتا ہے تو ہم کو دوسرے کے فتوی کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ واخرج الطبرانی وابن حاتم عن ابن عباس

قال ما انزل اللّٰہ یاایہا الذین آمنوا الا وعلی امیرہا وشریفہا ولقد عاتب اللّٰہ اصحاب محمد فی غیر مکان وما ذکر علیا الا بخیر واخرج ابن عساکر عنہ ما نزل فی احد من کتاب اللّٰہ ما نزل فی علی واخرج ایضاً عنہ نزلت فی علی ثلثمائۃ آیۃ واخرج الطبرانی عنہ قال کانت لعلی ثمانی عشر منقبۃ ماکان لاحد من ہذہ الامۃ۔ طبرانی و ابن حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے یاایہا الذین آمنوا نازل نہیں فرمایا مگر علی اس کے سردار اور شریف ہیں (یعنی ممدوحین آیت کے راس و رئیس اور مومنین کے امیر ہیں) اور خدا نے اصحاب محمدؐ پر ایک مقام سے زیادہ میں عتاب کیا ہے اور علی کا ذکر نہیں کیا مگر نیکی و خوبی کے ساتھ۔ ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جو آیات کتاب اللّٰہ میں علی کے حق میں نازل ہوئیں وہ کسی اور کے بارہ میں نازل نہیں ہوئیں اور یہ بھی انہیں سے روایت ہے کہ علی کے حق میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ علی کو اٹھارہ منقبتیں ایسی حاصل تھیں جو اس امت میں کسی حاصل نہ تھیں۔ مطالب السؤل ص۱۰۱ میں ہے وقال ابن عباس اعطی علی تسعۃ اعشار العلم وانہ لاعلمہم بالعشر الباقی۔ ابن عباس نے کہا کہ علی کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصہ ملا ہے (بلا شرکت غیرے اور دسویں حصہ میں علی اور علی کے علاوہ دوسرے سب لوگ شریک ہیں) اور دسویں حصہ میں بھی علی سب سے زیادہ عالم ہیں۔ خصائص ص۷ میں ہے۔ قال ابن عباس وکان اول من اسلم من الناس بعد خدیجۃ۔ ابن عباس نے فرمایا کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے علی اسلام لائے۔

(۸) حضرت جابر بن عبداللّٰہ انصاری کا قول۔ ینابیع ص۲۴۷ میں ہے۔ قال جابر علی خیر البشر من شک فیہ فقد کفر۔ علی خیر البشر ہیں جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے (دیکھو ص۱۲۶)۔ صواعق ص۱۰۶ میں ہے۔ اخرج ہو (یعنی احمد) والترمذی عن جابر ما کنا نعرف المنافقین الا ببغضہم علیا۔ احمد و ترمذی نے جابر سے روایت کی ہے کہ ہم منافقوں کو نہ پہچانتے تھے مگر ان کے علی کو دشمن رکھنے سے۔ تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۱۱ میں ہے۔ عن جابر قال بعث النبی یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثا۔ جابر نے کہا کہ نبی دوشنبہ کو مبعوث برسالت ہوئے اور سہ شنبہ کو علی نے (ان کے ساتھ) نماز پڑھی۔

(۹) ابوسعید خدری کا قول۔ مطالب السؤل ص۵۹ میں ہے۔ (ونقل الترمذی) عن ابی سعید قال کنا نعرف المنافقین

نحن معاشر الانصار ببغضہم علی بن ابی طالب۔ ترمذی نے ابوسعید سے نقل کیا ہے کہ ہم انصار منافقوں کو پہچانتے تھے علی کے ساتھ عداوت رکھنے سے (جامع ترمذی جلد ۲ ص۲۱۳)۔

(۱۰) بریدہ صحابی کا قول۔ خصائص ص۲۱ میں ہے۔ عن ابن بریدہ قال جاء رجل الی ابی فسألہ ای الناس کان احب الی رسول اللّٰہ قال من النساء فاطمۃ ومن الرجال علی۔ ابن بریدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے باپ سے پوچھا کون شخص رسول اللّٰہ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ کہا عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں علی۔ (ملاحظہ ہو باب دوم ص۳۹ و باب سوم ص۶)

(۱۱) زید بن ارقم صحابی کا قول۔ خصائص ص۲ میں ہے۔ عن زید بن ارقم قال اول من صلی مع رسول اللّٰہ علی بن ابی طالب وقد قال فی موضع آخر اسلم علی۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے رسول اللّٰہ کے ساتھ نماز پڑھی علی ہیں اور دوسرے موقع پر کہا ہے کہ سب سے پہلے علی اسلام لائے۔ یہ تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۱۱ میں بھی ہے۔ شرح نہج البلاغۃ جلد ۲ ص۸ میں ہے۔ (زید بن ارقم نے عبدالرحمن بن عوف سے بیعت سقیفہ کے بعد کہا) وانا لنعلم ان ممن سمیت من قریش من طلب ہذا الامر لم ینازعہ فیہ احد علی بن ابی طالب۔ ہم گروہ انصار خوب جانتے ہیں کہ قریش میں سے جن کا تم نے نام لیا ہے جو اس امر خلافت کو طلب کرے اور اس سے کوئی شخص نزاع نہ کرے وہ علی بن ابی طالب ہیں۔

(۱۲) انس بن مالک صحابی کا قول۔ تیسیر الوصول جلد ۲ ص۲۱۲ میں ہے۔ عن انس قال بعث رسول اللّٰہ یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثا اخرجہ الترمذی۔ انس نے کہا ہے کہ رسول اللّٰہ دوشنبہ کو مبعوث ہوئے اور علی نے سہ شنبہ کو (ان کے ساتھ) نماز پڑھی۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(۱۳) عبداللّٰہ ابن عمر کا قول۔ ینابیع ص۱۷۸ میں بحوالہ مودۃ القربیٰ ہے۔ عن ابن عمر قال کنا اذا عددنا اصحاب النبی قلنا ابوبکر و عمر و عثمان فقال رجل لابن عمر فعلی ما ہو قال علی من اہل البیت لایقاس بہ احد ہو مع رسول اللّٰہ فی درجتہ ان اللّٰہ یقول الذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم ففاطمۃ مع ابیہا فی درجتہ وعلی معہما مع الحسن والحسین۔ ہم جب اصحاب نبی کا شمار کرتے تو کہتے ابوبکر اور عمر اور عثمان۔ ایک شخص نے ابن عمر سے کہا اور علی کیا ہوئے تو کہا کہ علی تو اہل بیت میں سے ہیں۔ ان پر کسی کا قیاس نہیں ہوسکتا وہ رسول اللّٰہ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوں گے۔ خدا فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور

ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی تو ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو ملحق کر دیں گے۔ پس فاطمہ اپنے باپ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوں گی اور علی مع حسن وحسین کے ان دونوں بزرگوں کے ساتھ ہوں گے۔

(١٤) حضرت حذیفہ کا قول۔ ینابیع صفحہ ٢٢٨ میں ہے۔ علی خیر البشر من ابی فقد کفر۔ علی خیر البشر ہیں جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔ دیکھو ٢٩٦

(١٥) ابودردا صحابی کا قول۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ١ صفحہ ١٣٦ میں (جبکہ ارینب بنت اسحاق سے امام حسین اور یزید بن معاویہ کا پیغام نکاح پہنچانے گئے ہیں) یہ ہے۔ وقد خطبک امیر ہذہ الامۃ وابن الملک وولی عہدہ والخلیفۃ من بعدہ یزید بن معاویۃ وابن بنت رسول اللہ وابن اول من آمن بہ من امتہ وسید شباب اہل الجنۃ یوم القیامۃ۔ تم سے خطبہ کیا ہے یزید بن معاویہ نے جو اس امت کا امیر بادشاہ کا بیٹا اور اس کا ولی عہد اور اس کے بعد اس کا جانشین ہے اور تم سے خطبہ کیا ہے اس نے جو رسول کا نواسا ہے اور بیٹا ہے اس کا جو ان کی امت میں سے سب سے پہلے ان پر ایمان لایا اور جو روز قیامت جوانان اہل جنت کا سردار ہے (یعنی حسین)۔

(١٦) عقبہ بن عامر جہنی صحابی کا قول۔ ینابیع صفحہ ٢٢٣ میں بحوالہ مودۃ القربیٰ مودۃ رابعہ ہے۔ عن عقبۃ بن عامر الجہنی قال بایعنا رسول اللہ علی قول ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا نبیہ وعلیا وصیہ فای من الثلثۃ ترکناہ کفرنا۔ عقبہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ کی بیعت کی اس اقرار پر کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے نبی اور علی ان کے وصی ہیں پس ان تینوں میں سے جس چیز کا بھی انکار ہم کریں ہم کافر ہو جائیں گے۔

(١٧) سعد بن ابی وقاص کا قول (جو اہل سنت کے عشرہ مبشرہ سے ہیں)۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ١ صفحہ ٢٦ میں امیر معاویہ کے خط کے جواب میں یہ ہے۔ اما بعد فان اہل الشوریٰ لیس منہم احق بہا من صاحبہ غیر ان علیا کان من السابقۃ ولم یکن فینا ما فیہ فشارکنا فی محاسننا ولم نشارکہ فی محاسنہ وکان احقنا کلنا بالخلافۃ ولکن مقادیر اللہ التی صرفتہا عنہ حیث شاء لعلمہ وقدرہ وقد علمنا انہ احق بہا منا ولکن لم یکن بد من الکلام فی ذالک والتشاجر فدع ذا۔ اہل شوریٰ میں خلافت کے لئے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ تھی سوا اس کے کہ علی کو سبقت حاصل تھی اور ان میں جو بات تھی ہم میں نہ تھی۔ ہماری تمام خوبیوں میں وہ

ہمارے شریک تھے اور ان کی خوبیوں میں ہم ان کے شریک نہ تھے اور وہ ہم سب سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے مگر خدا کی تقدیر ومشیت سے خلافت ان کو نہ ملی اور ہم کو یقینا معلوم ہے کہ وہ ہم سب سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے مگر (اس کے باوجود جو ہم نے ان کی بیعت نہیں کی تو) اس میں گفتگو اور باہمی جھگڑے کے سوا چارہ نہیں اس کو جانے دو۔

نوٹ۔ ان اقوال صحابہ میں سے اکثر تاریخ الخلفا صفحہ ١١٧ و ١١٨ میں بھی مذکور ہیں۔

باب چہارم۔ مناقب اہل بیت بزبان علمائے اہل سنت

(١) حضرت سعید بن المسیب (تابعی) کا قول۔ صواعق محرقہ صفحہ ٧٦ میں ہے۔ اخرج (الحاکم) عنہ (عن سعید بن المسیب) قال لم یکن احد من الصحابۃ یقول سلونی الا علی۔ سعید کہتے ہیں کہ علی کے سوا صحابہ میں سے کوئی بھی سلونی (جو چاہو مجھ سے پوچھو) نہ کہتا تھا۔

(٢) امام احمد بن حنبل کا قول۔ صواعق صفحہ ٧٢ میں ہے۔ قال احمد ما جاء لاحد من الفضائل ما جاء لعلی۔ امام احمد نے کہا ہے کہ علی کے لئے جو فضائل وارد ہوئے ہیں وہ کسی کے لئے وارد نہیں ہوئے۔ ینابیع صفحہ ٢٥٣ میں مودۃ القربیٰ کی مودۃ سابعہ کے حوالہ سے ہے۔ عن احمد بن محمد الکرزی البغدادی قال سمعت عبد اللہ بن احمد حنبل قال سألت ابی عن التفضیل فقال ابوبکر وعمر وعثمان ثم سکت فقلت یا ابت این علی بن ابی طالب قال ہو من اہل البیت لا یقاس بہ ہؤلاء۔ صواعق فصل ٣ فضائل علی میں ہے۔ عن عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال سألت ابی عن علی واعدائہ فقال یا بنی ان علیا کثیر الاعداء ففتش علیہ اعداؤہ شیئا فلم یجدوا فجاؤا الیہ وحاربوہ وقاتلوہ وخلوہ کیدا منہم لہ (ینابیع صفحہ ٢٨٦)۔ اور شرح نہج البلاغہ جلد ١ صفحہ ١ میں ہے۔ ذکر ذالک الشیخ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی فی تاریخہ المعروف بالمنتظم قد تذاکروا عند احمد خلافۃ ابی بکر وعلی وقالوا فاکثروا فرفع احمد راسہ الیہم وقال قد اکثرتم ان علیا لم تزنہ الخلافۃ ولکنہ زانہا۔ احمد بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے احمد حنبل کے بیٹے عبد اللہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے تفضیل کو دریافت کیا تو انھوں نے کہا ابوبکر وعمر وعثمان پھر چپ ہو گئے تو میں نے کہا اے پدر بزرگوار علی کہاں گئے (ان کا ذکر آپ نے کیوں نہ کیا) تو کہا وہ اہل بیت میں سے ہیں۔ ان سے ان اصحاب رسول کا مقابلہ نہیں ہو سکتا (دیکھو باب سوم نمبر ١٣)۔ میں نے اپنے باپ سے علی اور ان کے دشمنوں کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا بیٹے علی کے دشمن بہت تھے۔ انھوں نے بہت تلاش کیا

کہ علی میں کوئی عیب نکالیں مگر نہ پایا تو ان سے لڑنے پر تیار ہوئے ۔ جنگ وجدال کی آخر مکر کرکے خلافت سے الگ کیا۔ شیخ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی نے اپنی تاریخ منتظم میں لکھا ہے کہ لوگوں نے احمد حنبل کے پاس خلافت ابوبکر و علی کا ذکر کیا اور بہت کچھ کہا تو انھوں نے سر اٹھا کر کہا تم لوگوں نے بہت کچھ کہا مگر یقینی بات یہ ہے کہ علی کو خلافت نے زینت نہیں دی البتہ علی نے (خلیفہ ہوکر) خلافت کو زینت دی (اب تک خلافت غیر مزین تھی) ۔ دیکھو ص۲۰ (ج) ۔

(۴) اسماعیل قاضی (۵) امام نسائی (۵) ابوعلی نیشاپوری کا قول ۔ صواعق ص۷۲ میں ہے ۔ قال اسماعیل القاضی والنسائی وابوعلی النیسابوری لم یرد فی حق احد من الصحابۃ بالاسانید الحسان اکثر ما جاء لعلی۔ اسماعیل قاضی و امام نسائی و ابوعلی نیشاپوری نے کہا ہے کہ عمدہ اسناد کے ساتھ کسی صحابی کے حق میں علی سے زیادہ رسول اللہ کی حدیثیں وارد نہیں ہوئی ہیں ۔

(۶) محمد بن سیرین تابعی کا قول ۔ صواعق ص۷۲ میں ہے ۔ اخرج ابن ابی داؤد عن محمد بن سیرین ..... قال علی لا ولکن آلیت ان لا ارتدی بردائی الا الی الصلوۃ حتی اجمع القرآن فزعموا انہ کتب علی تنزیلہ قال محمد بن سیرین لو اصبت ذالک الکتاب کان فیہ العلم۔ علی نے کہا نہیں لیکن میں نے قسم کھائی تھی کہ بجز نماز کے چادر نہ اوڑھوں گا یہاں تک کہ قرآن جمع کرلوں ۔ لوگوں (صحابہ) کا خیال تھا کہ علی نے تنزیل کے مطابق لکھا تھا۔ ابن سیرین کا قول ہے کہ اگر میں اس کتاب کو پاتا تو (سچی بات یہ ہے کہ) علم اسی میں تھا۔ اتقان ص۵۹ میں ہے ۔ قال محمد (بن سیرین) فقلت لعکرمۃ الفوہ کما انزل الاول فالاول قال لو اجتمعت الانس والجن علی ان یولفوہ ذالک التالیف ما استطاعوا ۔ محمد بن سیرین نے عکرمہ سے پوچھا کیا لوگوں نے قرآن اسی ترتیب سے جمع کیا ہے جس ترتیب سے وہ نازل ہوا کہا اگر انس وجن جمع ہوکر ایسی ترتیب پر قرآن کو جمع کرنا چاہیں تو وہ اس پر قادر نہ ہوں گے ۔ اتقان ص۱۰۲ میں ہے قال ابن حجر وقد ورد عن علی انہ جمع القرآن علی ترتیب النزول عقیب موت النبی حضرت علی سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کی موت کے بعد قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا تھا۔

(۷) ابوبکر بن عیاش کا قول ۔ صواعق ص۱۱ میں ہے ۔ قال ابوبکر بن عیاش لو اتانی ابوبکر و عمر و علی لبدأت بحاجۃ علی قبلھما لقرابتہ برسول اللہ ولان اخر من السماء الی الارض احب الی من ان اقدمھما علیہ ۔ ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ اگر ابوبکر و عمر

و علی میرے پاس آئیں تو میں ابوبکر و عمر سے پہلے علی کی حاجت برلاؤں رسول اللہ کی قرابت کی وجہ سے اور اگر میں آسمان سے زمین پر گرا دیا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ابوبکر و عمر کو علی پر مقدم کروں (ترجیح دوں) ۔

(۸) زبیر بن بکار کا قول ۔ شرح نہج جلد ۲ ص۸ میں ہے ۔ قال وکان عامۃ المہاجرین وجل الانصار لا یشکون ان علیا ہو صاحب الامر بعد رسول اللہ تمام مہاجرین و تمام انصار شک ہی نہ کرتے تھے کہ بعد رسول علی صاحب امر (صاحب حکومت وخلافت) ہیں ۔

(۹) زہری اور محمد بن سعد کا قول ۔ صواعق ص۱۱ میں ہے ۔ وقارف الزہری ذنبا فہام علی وجہہ فقال لہ زین العابدین قنوطک من رحمۃ اللہ التی وسعت کل شئی اعظم علیک من ذنبک فقال الزہری اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ فرجع الی اہلہ ومالہ زہری سے کوئی گناہ ہوگیا وہ بہت متحیر و پریشان تھے ۔ امام زین العابدین نے ان سے فرمایا کہ تمہارا ناامید ہونا خدا کی اس رحمت سے جو ہر شئے کو محیط ہے تم پر تمہارے گناہ سے زیادہ گراں ہے ۔ زہری نے کہا خدا اس جگہ کو خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت قرار دیتا ہے ۔ یہ کہہ کر زہری اپنے اہل ومال کی طرف واپس آئے ۔ ینابیع ص۳۲ میں ہے ۔ قال الزہری ما رایت قرشیا افضل من علی بن الحسین ۔ اور حیوۃ الحیوان جلد ا ص۲۰۴ میں ہے ۔ قال محمد بن سعد کان زین العابدین ثقۃ مامونا کثیر الحدیث عن رسول اللہ عالما ولم یکن فی اہل البیت مثلہ ۔ زہری نے کہا میں نے کسی قرشی کو علی بن الحسین سے افضل نہیں پایا ۔ محمد بن سعد نے کہا زین العابدین ثقہ اور مامون تھے رسول اللہ سے حدیثیں بہت بیان کرتے تھے عالم تھے اور اہل بیت میں کوئی ان کا مثل نہ تھا ۔

(۱۰) جنید بغدادی کا قول ۔ ینابیع ص۷۴ میں ہے ۔ و فی فصل الخطاب قال الشیخ جنید ان امیر المومنین علیا لو تفرغ عن الحروب لوصل الینا من ہذا العلم ما لا یقوم لہ القلوب وصاحبنا فی ہذا الامر الذی اشار الی ما تقمنہ القلوب و ادنی الی حقائقہ بعد نبینا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ۔ شیخ جنید نے فرمایا کہ اگر امیر المومنین علی کو لڑائیوں سے فرصت ملتی تو ہم تک اس علم میں سے وہ چیز پہنچتی جس کے قلوب متحمل نہ ہوتے اور ہمارے صاحب اس امر میں نبی کے بعد علی بن ابی طالب ہیں جنھوں نے اشارہ کیا ان چیزوں کی طرف جن کو قلوب لئے ہوئے ہیں اور اس کے حقائق کی طرف (یہ مضمون شواہد النبوۃ ص۱۵۹ میں بھی ہے) ۔

عبقات الانوار مجلد ششم حدیث تشبیہ حصہ دوم ص۲۰۵ مطبوعہ مطبع مطلع نور لکھنو سنہ ۱۳۰۱ھ میں قول المستحسن مصنفہ مولوی حسن الزماں صاحب سے اس طرح منقول ہے۔ قال الجنید صاحبنا فی ہذا الامر الذی اشار الی ما تضمنہ وادوما الی حقائقہ واولہ لعد نبینا علی ابن ابی طالب ذالک امرؤ اعطی علما لدنیا یعنی علم التصوف (مطلب پہلے بیان ہو چکا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں) اور نبی کے بعد اول علی ہیں وہ ایسے شخص ہیں جن کو علم لدنی عطا کیا گیا ہے یعنی علم تصوف۔ وقال ایضا امیر المومنین علی بن ابی طالب لو تفرغ الینا عن الحروب لنقل الینا من ہذا العلم یعنی علم الحقائق والتصوف مالا تقوم لہ القلوب (اس کا مطلب بھی بیان ہو چکا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں) مراد اس سے علم حقائق و تصوف ہے۔

(۱۱) امام ابو حنیفہ کا قول۔ از کتاب مذکور (عبقات الانوار حدیث تشبیہ جزو دوم ص۲۲۹)۔ روی عن الامام الاعظم ابی حنیفہ انہ قال لولا وقائع علی مع البغاۃ والخوارج و اقضیتہ واحکامہ معہم ماکنا نعرف احکام البغی والخوارج۔ امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ اگر باغیوں اور خارجیوں کے ساتھ علی کی لڑائیاں نہ ہوتیں اور حضرت نے ان کے ساتھ جو فیصلہ صادر فرمایا ہے وہ موجود نہ ہوتا تو ہم کو باغیوں اور خارجیوں کے احکام (کسی اور سے) معلوم ہی نہ ہوتے۔

(۱۲) امام شافعی کا قول (الف) شرح نہج البلاغۃ جلد ۲ ص۵۰۲ میں ہے۔ وقال الشافعی لولا علی لما عرف شئی من احکام اہل البغی۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر علی نہ ہوتے تو (اہل قبلہ مسلمانوں میں سے) باغیوں کے احکام کچھ بھی معلوم نہ ہوتے۔

(ب) حیوۃ الحیوان الکبری مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۹۱ میں ہے۔ وکان الشافعی یقول قبر موسی الکاظم الترياق المجرب۔ امام شافعی کہا کرتے تھے کہ حضرت موسی کاظم کی قبر تریاق مجرب ہے۔ اور سنن ابی داؤد جلد ۱ ص۱۰۵ کے حاشیہ پر یہ ہے۔ قال الامام الشافعی قبر موسی الکاظم ترياق مجرب لاجابۃ الدعاء۔ امام موسی کاظم کی قبر دعا قبول ہونے کے لئے تریاق مجرب ہے۔

(۱۳) محی الدین عربی کا قول۔ ماخوذ از کتاب در مکنون ینابیع ص۴۱۲ میں ہے۔ وقد ورث علی کرم اللہ وجہہ علم الاولین والآخرین ومارایت فیمن اجتمعت بہم اعلم منہ۔ علی کرم اللہ وجہہ اولین و آخرین کے علم کے وارث ہوئے اور جن لوگوں کے ساتھ میرا اجتماع (روحانی) ہوا ان میں کسی کو میں نے علی سے زیادہ عالم نہیں پایا (اجتماع سے اجتماع روحانی و کشفی مراد ہے جو انبیاء و رسل کے ساتھ

اجتماع کو بھی شامل ہے جیسا کہ ینابیع ص۴۱۵ میں انہیں کا یہ قول ہے۔ ولما کنت ببلدۃ بجایہ سنہ ۶۱۰ھ اجتمعت بادریس علیہ السلام۔ جب میں سنہ ۶۱۰ھ میں شہر بجایہ میں تھا تو میں حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ مجتمع ہوا)۔

(۱۴) مامون رشید عباسی کا قول۔ ینابیع ص۴۸۲ میں ہے (اس مکتوب سے جو اس نے بنی عباس کے سوال کے جواب میں ان کو لکھا ہے)۔ ولم یقم مع احد کقیام علی بن ابی طالب فانہ وقاہ بنفسہ ونام فی مضجعہ ولا یولی من جیش تامر علی الجیش ولا تامر علیہ احد وہو اشدہم وطأۃ علی المشرکین واعظمہم جہادا فی اللہ وافقہم فی دین اللہ۔ رسول کے ساتھ کسی نے ایسا قیام نہیں کیا جیسا علی نے کیا اس لئے کہ انہوں نے رسول کو (شب ہجرت) بچایا اپنی جان (کو ہلاکت میں ڈالنے) سے اور ان کے بستر پر سوئے اور کسی جنگ میں لشکر سے جدا نہ ہوئے۔ وہ لشکر کے سردار رہا کئے مگر ان پر کبھی کوئی حاکم نہیں بنایا گیا۔ وہ تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ کفار و مشرکین پر حملہ آور تھے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کے اعتبار سے سب سے بزرگ و عظیم تھے اور دین خدا کے بارہ میں سب سے زیادہ فقیہ (عالم۔ احکام دین کے جاننے والے) تھے۔ ینابیع ص۴۸۶ میں ہے۔ فقال المامون والعلماء (للرضا) جزاکم اللہ انتم اہل البیت من ہذہ الامۃ خیرا فما نجد الشرح والبیان فیما اشتبہ علینا الا عندکم۔ مامون اور تمام علمائے حاضرین نے حضرت امام رضا سے کہا خدا آپ اہل بیت کو اس امت کی طرف سے جزائے خیر دے کہ جو امر ہم لوگوں پر مشتبہ ہوا اس کی شرح و توضیح ہم نے آپ حضرات اہل بیت کے سوا اور کسی کے پاس نہ پایا۔

(۱۵) ہارون رشید عباسی کا قول۔ ینابیع ص۳۸۳ میں ہے۔ روی المامون عن ابیہ الرشید انہ قال لبنیہ فی حق موسی الکاظم ہذا امام الناس وحجۃ اللہ علی خلقہ وخلیفتہ علی عبادہ وانا امام الجماعۃ فی الظاہر والغلبۃ والقہر وانہ واللہ لاحق بمقام رسول اللہ منی ومن الخلق جمیعا وواللہ لو نازعنی فی ہذا الامر لاخذت بالذی فیہ عیناہ فان الملک عقیم وقال الرشید للمامون یا بنی ہذا وارث علم النبیین ہذا موسی بن جعفر فان اردت العلم الصحیح تجد عند ہذا۔ مامون نے اپنے باپ ہارون رشید سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا امام موسی کاظم کے بارہ میں کہ یہ آدمیوں کا امام ہے اور خدا کی حجت ہے اس کی مخلوق پر اور اس کا خلیفہ ہے اس کے بندوں پر۔ میں تو امام جماعت ہوں ظاہر میں قہر و غلبہ سے۔ بخدا یہ رسول اللہ کی جگہ کا مجھ سے اور تمام مخلوق سے زیادہ حقدار ہے اور (لفظ پر کھیں) بخدا اگر وہ اس امر حکومت میں مجھ سے نزاع کرے تو اس کے باوجود میں اس کی آنکھیں نکال لوں

اس لئے کہ ملک عقیم (بانجھ) ہے (اس میں کسی کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی)۔ اور رشید نے مامون سے کہا بیٹے یہ موسی بن جعفر نبیوں کے علم کا وارث ہے اگر تم علم صحیح چاہتے ہو تو اسی کے پاس پاؤ گے۔

(۱۶) ابوجعفر اسکافی کا قول۔ شرح نہج ص۲۷۰ میں ہے۔ اتراہ (ای الجاحظ) لم یسمع قول اللہ تعالی ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص والمحبۃ من اللہ تعالی ھی ارادۃ الثواب فکل من کان اشد ثبوتا فی ہذا الصف واعظم قتالا کان احب الی اللہ ومعنی الافضل ہو الاکثر ثوابا فعلی علیہ السلام اذا ہو احب المسلمین الی اللہ لانہ اثبتہم قدما فی الصف المرصوص لم یفر قط باجماع الامۃ ولا بارزہ قرن الا قتلہ۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ اس (جاحظ) نے خدا کا یہ قول نہیں سنا کہ یقینا اللہ دوست رکھتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ میں ایسی صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسے کی دیوار ہیں۔ اور اللہ کی محبت یہی ثواب کا ارادہ کرنا (عطا کرنا) ہے تو جو شخص اس صف میں سب سے زیادہ سخت ثابت قدم ہو اور اس کا قتال سب سے زیادہ عظیم ہو وہ اللہ کا سب سے زیادہ محبوب ہوگا اور افضل کے معنی یہ ہیں کہ وہ ثواب میں سب سے زیادہ ہے پس اس وقت میں علی علیہ السلام اللہ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں اس لئے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی صف میں سب سے زیادہ ثابت قدم ہیں۔ تمام امت کا اجماع ہے کہ وہ کبھی کسی لڑائی میں نہیں بھاگے اور جس پہلوان نے آپ سے جنگ کی آپ نے اس کو قتل کیا۔

(۱۷) شیخ ابوعبداللہ الحسین بن علی البصری کا قول۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص۳۰۷ میں ہے۔ قیل لشیخنا ابی عبداللہ البصری رحمہ اللہ تعالی اتجد فی النصوص مایدل علی تفضیل علی علیہ السلام بمعنی کثرۃ الثواب لا بمعنی کثرۃ مناقبہ فان ذاک امر مفروغ منہ فذکر حدیث الطائر المشوی وان المحبۃ من اللہ تعالی ارادۃ الثواب فقیل لہ لقد سبقک الشیخ ابوعلی رحمہ اللہ الی ہذا فہل تجد غیر ذالک قال نعم قول اللہ تعالی ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص فاذا کان اصل المحبۃ لمن ثبت کثبوت البنیان المرصوص فکل من زاد ثبوتہ زادت المحبۃ لہ ومعلوم ان علیا علیہ السلام مافر فی زحف قط وقد فر غیرہ فی غیر موطن۔ ابوعبداللہ بصری پوچھا گیا کہ تم نصوص (آیات قرآنیہ وحدیث رسول) میں کوئی ایسی نص پاتے ہو جو علی کے (شیخین یا خلفائے ثلثہ سے) افضل ہونے پر دلالت کرتی ہو بایں معنی کہ ثواب ان کا اکثر ہو نہ اس معنی سے کہ مناقب ان کے اکثر ہوں اس لئے کہ ان کے مناقب کا اکثر ہونا تو طے شدہ ہے۔

آپ نے بھونے ہوئے طائر والی حدیث کا ذکر کیا اور یہ کہ اللہ کی محبت یہی ارادہ ثواب ہے تو ان سے کہا گیا کہ اس حدیث سے تو آپ سے پہلے شیخ ابوعلی افضلیت علی پر استدلال کر چکے ہیں کوئی اور دلیل آپ کے پاس ہے کہا ہاں اللہ کا یہ قول (ترجمہ اوپر گزر چکا) پس اصل محبت اس کے لئے ہے جو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ثابت قدم ہو پس جس کا ثبات قدم زیادہ ہوگا اس سے اللہ کی محبت زیادہ ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ علی علیہ السلام کسی لڑائی میں کبھی نہیں بھاگے اور ان کے سوا اور لوگ ایک سے زیادہ مقام میں بھاگے ہیں۔

(۱۸) حسن بصری کا قول۔ شرح نہج جلد ۱ ص۳۶۹ میں ہے۔ روی عمر بن عبدالبر المحدث فی کتابہ المعروف بالاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ان انسا سأل الحسن عن علی علیہ السلام فقال کان واللہ سہما صائبا من مرامی اللہ علی عدوہ وربانی ہذہ الامۃ وذا فضلہا وذا سابقتہا وذا قرابتہا من رسول اللہ لم یکن بالنؤمۃ عن امر اللہ ولا بالملومۃ فی دین اللہ ولا بالسروقۃ لمال اللہ اعطی القرآن عزائمہ ففاز منہ بریاض مؤنقۃ ذالک علی بن ابی طالب یالکع وروی الواقدی قال سئل الحسن عن علی وکان یظن بہ الانحراف عنہ ولم یکن کما یظن فقال ما اقول فیمن جمع الخصال الاربع ائتمانہ علی براءۃ وما قال لہ فی غزوۃ تبوک فلو کان غیر النبوۃ شیئ یفوتہ لاستثناہ وقول النبی الثقلان کتاب اللہ وعترتی وانہ لم یؤمر علیہ امیر قط وقد امرت الامراء علی غیرہ۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کی ہے کہ انس نے حسن بصری سے علی کے متعلق پوچھا تو حسن نے کہا کہ وہ بخدا سہم صائب (خطا نہ کرنے والے تیر) تھے اللہ کے تیروں میں سے اس کے دشمن پر اور اس امت میں خدا رسیدہ عالم تھے اور اس امت میں صاحب فضل وصاحب سبقت (سابق الاسلام) اور رسول اللہ سے قرابت رکھنے والے تھے۔ وہ خدا کے معاملات میں غفلت کرنے والے نہ تھے اور خدا کے دین کے معاملہ میں قابل ملامت نہ تھے وہ خدا کے مال کے سارق نہ تھے۔ قرآن ان کے ارادوں کو عطا کیا گیا تھا جس سے وہ بانہائے خوشنما پر فائز ہوئے۔ یہ ہیں علی بن ابی طالب اے احمق۔ اور واقدی نے روایت کی ہے کہ حسن سے علی کے متعلق پوچھا گیا لوگوں کا گمان تھا کہ یہ علی سے منحرف ہیں حالانکہ وہ ایسے نہ تھے جیسا لوگوں کا خیال تھا۔ پس حسن نے کہا میں اس شخص کے بارہ میں کیا کہوں جس میں چار خصلتیں جمع تھیں ۱۔ سورہ براءۃ کا لے جانا ۲۔ غزوہ تبوک میں رسول نے جو ان کے لئے کہا اگر نبوت کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ایسی ہوتی جو علی میں نہ ہوتی تو حضرت اس کو بھی مستثنی کر دیتے ۳۔ نبی کا ثقلین کتاب خدا اور میری عترت کہنا ۴۔ اور یہ کہ

وہ کبھی کسی کے ماتحت نہیں بنائے گئے اور ان کے غیر لوگ دوسرے سرداروں کی ماتحتی میں رہا کئے۔

(۱۹) ابو محمد بن متویہ کا قول۔ شرح نہج جلد ۲ ص ۱۳۱ نص ابو محمد متویہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الکفایۃ علی ان علیا علیہ السلام معصوم وان لم یکن واجب العصمۃ ولا العصمۃ شرط فی الامامۃ لکن ادلۃ النصوص قد دلت علی عصمتہ والقطع علی باطنہ ومغیبہ وذالک امر اختص بہ ہو دون غیرہ من الصحابۃ والفرق بین قولنا زید معصوم وقولنا زید واجب العصمۃ لانہ امام الخ ابو محمد بن متویہ نے کتاب کفایہ میں اس پر نص کیا ہے کہ علی معصوم تھے اگرچہ واجب العصمۃ نہ تھے اور نہ امامت میں عصمت کی شرط ہے لیکن نصوص کے دلائل دلالت کرتے ہیں حضرت کی عصمت پر اور دلالت کرتے ہیں اس پر کہ جس امر باطنی اور غیب کی خبر آپ نے دی ہے وہ قطعی اور یقینی ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو ذات علی سے مخصوص ہے ان کے سوا کسی صحابی میں نہیں پائی جاتی۔ اور ہمارے اس قول میں کہ زید معصوم ہے اور اس قول میں کہ زید کا معصوم ہونا واجب ہے اس لئے کہ وہ امام ہے (دونوں میں) فرق ہے۔

(۲۰) ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ کے چند اقوال۔ (الف) شرح نہج جلد ۱ ص ۴۶۔ انہ (علیا) علیہ السلام کان اولی بالامر لا علی وجہ النص بل علی وجہ الافضلیۃ فانہ افضل البشر بعد رسول واحق بالخلافۃ من جمیع المسلمین لکنہ ترک حقہ لما علم من المصلحۃ وما تفرس فیہ ہو والمسلمون من اضطراب الاسلام وانتشار الکلمۃ لحسد العرب وضغنہم۔ علی علیہ السلام خلافت کے لئے اولیٰ اور احق تھے نص کی بنا پر نہیں (کہ رسول نے ان کے خلیفہ ہونے پر نص کی تھی) بلکہ افضل ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ رسول کے بعد وہ افضل البشر تھے اور سب مسلمانوں سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے لیکن انھوں نے اپنا حق چھوڑ دیا اس مصلحت کی وجہ سے جو وہ جانتے تھے اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اور مسلمانوں نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ عرب کے حسد و عداوت کی وجہ سے اسلام اس وقت کس پریشانی میں ہے اگر اپنا حق طلب کرتا ہوں تو مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو جائے گا۔

(ب) شرح نہج جلد ۳ ص ۲۶۹ ولہذا قال علماء المسلمین ان فضیلۃ علی تلک اللیلۃ لا نعلم احدا من البشر نال مثلہا الا ما کان من اسحاق وابراہیم عند استسلامہ للذبح ولولا ان الانبیاء لا یفضلہم غیرہم لقلنا ان محنۃ علی اعظم۔ اسی وجہ سے علمائے اسلام نے کہا ہے کہ اس (ہجرت کی) رات کو علی کو جو فضیلت حاصل ہوئی ہم کسی آدمی کو نہیں جانتے جس کو ایسی فضیلت حاصل ہوئی ہو بجز اسحاق

وابراہیم کے جب وہ ان کے ذبح کے لئے تیار ہو گئے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انبیا پر غیر انبیا کو فضیلت نہیں دی جاسکتی تو ہم کہتے کہ علی کی محنت (ابراہیم و اسحاق کی محنت سے) بزرگتر ہے۔

(ج) شرح نہج جلد ۱ ص ۳۶۵۔ فانہ علیہ السلام کان ناصرہ والمحامی عنہ وکاشف الغماء عن وجہہ وبسیفہ ثبت دین الاسلام وارست دعائمہ وتمہدت قواعدہ علیہ السلام (جلد ۲ ص ۳۸۰) وکیف ینسب امیر المومنین الی انہ کان یوہم الناس بنزول الوحی وبسیفہ ثبت ان ابن عمہ خاتم المرسلین (جلد ۲ ص ۲۳۱) فجزی اللہ قائلہا عن الاسلام افضل ما جزی بہ ولیا من اولیائہ فما ابلغ نصرتہ لہ تارۃ بیدہ وسیفہ وتارۃ بلسانہ ونطقہ وتارۃ بقلبہ وفکرہ ان قیل جہاد و حرب فہو سید المجاہدین والمحاربین وان قیل وعظ وتذکیر فہو ابلغ الواعظین والذاکرین وان قیل فقہ وتفسیر فہو رئیس الفقہاء والمفسرین وان قیل عدل وتوحید فہو امام اہل العدل والموحدین ؎

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد۔ حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ کے ناصر اور حامی اور روئے مبارک سے رنج و غم کے دور کرنے والے تھے۔ ان کی تلوار سے دین اسلام کو مضبوطی حاصل ہوئی اور اس کے ستون مستحکم ہوئے اور اس کے قواعد درست ہوئے (شرح جلد ۲ ص ۳۸۰) کیونکر امیر المومنین کی طرف نسبت دی جاسکتی ہے کہ وہ لوگوں کو یہ وہم دلاتے تھے کہ ان پر (حضرت علی پر) وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ انھیں کی تلوار سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ان کے ابن عم خاتم المرسلین ہیں۔ (جلد ۲ ص ۲۳۱) خدا اس خطبہ کے کہنے والے (امیر المومنین) کو اسلام کی طرف سے جزا دے ان جزاؤں سے افضل جو اس نے اولیاء میں سے کسی ولی کو دی ہو۔ اسلام کے لئے ان کی نصرت کس قدر حد سے بڑھی ہوئی تھی کبھی اپنے ہاتھ اور اپنی تلوار سے کبھی اپنی زبان و گفتار سے کبھی اپنے قلب و فکر سے۔ اگر جہاد و جنگ کا ذکر کیا جائے تو وہ مجاہدین کے سردار ہیں اور اگر وعظ و نصیحت کا ذکر ہو تو وہ تمام واعظین و ناصحین سے زیادہ بلیغ ہیں اور اگر فقہ و تفسیر کو لو تو وہ فقہاء و مفسرین کے سرتاج ہیں اور اگر عدل و توحید کا تذکرہ کرو تو وہ اہل عدل و موحدین کے امام و پیشوا ہیں (ترجمہ شعر) اور اللہ کے لئے یہ کوئی عجیب اور ناممکن بات نہیں کہ وہ شخص واحد میں عالم کو جمع کر دے۔

(د) شرح نہج جلد ۲ ص ۴۷۹ و ۴۸۰ میں ہے۔ واعلم ان ہذا الفن ہو الذی بان بہ امیر المومنین من العرب فی زمانہ قاطبۃ واستحق بہ التقدم والفضل علیہم ومعلوم ان ہذا الرجل انفرد بہذا الفن وہو اشرف العلوم لان معلومہ اشرف المعلومات ولم ینقل عن احد

من العرب غیرہ فی ہذا الفن حرف واحد ولا کانت اذہانہم تصل الی ہذا ولا یفہمونہ۔ (جلد ۳ صـ۲۴) ان الکلام فی العرفان لم یاخذہ اہل الملۃ الاسلامیۃ الا من امیر المومنین ولعمری لقد بلغ الی اقصی الغایات وابعد النہایات۔ جان لو کہ یہ فن (علم توحید) وہ ہے جس کی وجہ سے امیر المومنین اپنے زمانہ کے تمام عرب سے ممتاز ہو گئے اور جس کی وجہ سے حضرت کو ان پر تقدم اور فضل حاصل ہوا اور یہ معلوم ہے کہ اس فن میں حضرت متفرد ہیں (اس میں کوئی ان کا شریک نہیں) اور یہ فن اشرف علوم ہے اس لئے کہ اس کا معلوم (خدا) اشرف معلومات ہے۔ حضرت کے سوا کسی عرب سے اس فن میں ایک حرف بھی تو منقول نہیں کیا گیا۔ ان کے اذہان اس تک پہنچتے ہی نہ تھے اور نہ وہ اس کو سمجھتے تھے۔ (جلد ۳ صـ۲۴) معرفت اور عرفان میں گفتگو کرنا اہل اسلام نے صرف امیر المومنین سے سیکھا ہے اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے وہ یقیناً عرفان کی انتہا اور حد پر پہنچے ہوئے تھے۔

(ہ) شرح جلد ۲ صـ۲۶ - فقال وعندنا اہل البیت ابواب الحکم یعنی الشرعیات والفتاوی وضیاء الامر یعنی العقلیات والعقائد وہذا مقام عظیم لا یجسر احد من المخلوقین یدعیہ سواہ علیہ السلام ولو اقدم احد علی ادعائہ غیرہ لکذب وکذبہ الناس۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم اہل بیت کے پاس حکمت کے ابواب ہیں یعنی شرعیات وفتاوی اور (ہم اہل بیت کے پاس) امر کی روشنی ہے یعنی عقلیات وعقائد۔ (شارح کہتے ہیں) اور یہ مقام عظیم ہے حضرت کے سوا کوئی اور جسارت کر کے اس کا دعوی کر ہی نہیں سکتا اگر کوئی اس کا دعوی کرنے پر آمادہ ہو تو اس نے جھوٹ کہا اور لوگ اسے جھٹلائیں گے۔

(و) شرح نہج جلد ۲ صـ۲۶۵ - وما اتصل بنا نحن من بعد الطوفان ان احدا اعطی من الشجاعۃ والاقدام ما اعطیہ ہذا الرجل من جمیع فرق العالم علی اختلافہا من الترک والفرس والعرب والروم وغیرہم۔ عالم کے تمام فرقوں میں سے باوجود ان کے اختلاف کے ترک ہوں یا اہل فارس عرب ہوں یا اہل روم یا ان کے سوا اور لوگ طوفان نوح کے بعد سے اب تک کسی کے متعلق ہم تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ اس کو شجاعت و حملہ آوری میں وہ کمال حاصل ہو جو حضرت کو حاصل تھا۔

(ز) شرح نہج جلد صـ۶ - ما اقول فی رجل تعزی الیہ کل فضیلۃ وتنتہی الیہ کل فرقۃ وتتجاذبہ کل طائفۃ فان فقہاء الصحابۃ کانوا عمر بن الخطاب وعبداللہ بن عباس وکلاہما اخذ عن علی علیہ السلام اما ابن عباس فرجوعہ ظاہر واما عمر فقد عرف کل احد

رجوعہ الیہ فی کثیر من المسائل التی اشکلت علیہ وعلی غیرہ من الصحابۃ وقولہ غیر مرۃ لولا علی لہلک عمر وقولہ لا بقیت لمعضلۃ لیس لہا ابو الحسن وقولہ لا یفتین احد فی المسجد وعلی حاضر۔ میں اس شخص کے حق میں کیا کہوں جس کی طرف ہر فضیلت منسوب ہوتی ہے اور جس تک ہر فرقہ منتہی ہوتا ہے اور جس کو ہر گروہ اپنے میں جذب کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ صحابہ میں فقیہ حضرت عمر و حضرت ابن عباس تھے اور ان دونوں نے علی سے (علم فقہ) حاصل کیا۔ ابن عباس کا علی سے حاصل کرنا تو ظاہر ہے لیکن حضرت عمر تو ہر شخص جانتا ہے کہ اکثر مسائل جو ان پر اور دیگر صحابہ پر مشکل واقع ہوئے اس میں حضرت عمر نے حضرت علی سے دریافت کیا اور ایک سے زیادہ مرتبہ کہا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا اور یہ بھی کہا کہ میں کسی مشکل کے لئے باقی نہ رہوں جس کے (حل کرنے کے) لئے ابو الحسن (علی) نہ ہوں اور یہ بھی کہا کہ مسجد رسول میں علی کی موجودگی میں کوئی ہرگز فتوی نہ دے (مذہبی مسائل بیان نہ کرے)۔

(ح) شرح نہج جلد صـ۱۷ - وکانت حالہ ہذہ فی کلا زمانیہ زمان خلافتہ والزمان الذی قبلہ لم تغیرہ الامرۃ ولا احالت خلقہ الریاسۃ وکیف تحیل الریاسۃ خلقہ وما زال رئیسا وکیف تغیرہ الامرۃ سجیتہ وما برح امیرا لم یستفد بالخلافۃ شرفا ولم یکتسب بہا زینۃ بل ہو کما قال ابو عبداللہ احمد بن حنبل ذکر ذلک الشیخ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی فی تاریخہ المعروف بالمنتظم قد تذاکروا عند احمد خلافۃ ابی بکر وعلی وقالوا فاکثروا فرفع احمد راسہ الیہم وقال قد اکثرتم ان علیا لم تزنہ الخلافۃ ولکنہ زانہا وہذا الکلام بفحواہ ومفہومہ علی ان غیرہ ازدان بالخلافۃ وتممت نقیصتہ وان علیا لم یکن فیہ نقص یحتاج الی ان یتمم بالخلافۃ وکانت الخلافۃ ذات نقص فی نفسہا فتم نقصہا بولایتہ ایاہا۔

علی کی یہ حالت دونوں وقتوں میں رہی۔ ان کی خلافت کے زمانہ میں بھی اور اس سے پہلے بھی۔ ریاست و حکومت سے ان کے اخلاق میں تغیر نہیں ہوا اور کیونکر ریاست سے ان کے اخلاق بدلتے حالانکہ وہ ہمیشہ سے رئیس و سردار تھے۔ خلافت سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوا نہ ان کی زینت ہوئی۔ بلکہ وہ ایسے ہیں جن کے متعلق امام احمد حنبل نے کہا ہے اور شیخ ابو الفرج ابن جوزی نے اپنی تاریخ مسمی بہ منتظم میں ذکر کیا ہے کہ احمد کے پاس لوگوں نے ابوبکر و علی کی خلافت کا ذکر کیا اور بہت گفتگو ہوئی تو احمد نے سر اٹھا کر کہا تم بہت کچھ کہہ چکے بے شک علی کو خلافت نے زینت نہیں دی لیکن علی نے (خلیفہ ہو کر) خلافت کو زینت دی۔ یہ کلام اپنے فحوی اور مفہوم سے دلالت کرتا ہے کہ علی کے سوا اور لوگوں کو خلافت سے زینت ہوئی اور ان کی کمی پوری ہوئی۔ علی میں کوئی کمی نہ تھی جس کو خلافت پورا کرتی۔ خود خلافت میں نقص تھا جس کو علی نے

خلیفہ ہو کر دور کیا اور اس کی کمی کو پورا کیا۔

(۲۱) شیخ شہاب الدین احمد مولف کتاب مستطرف کا قول۔ مستطرف جلد ۱ صفحہ ۲۰۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم وجہہ
آیۃ من آیات اللہ ومعجزۃ من معجزات رسول اللہ وموید بتائید الٰہی کاشف الکروب ومجلیہا ومثبت قواعد الاسلام ومرسیہا وہو المتقدم
علی ذوالشجاعۃ کلہم بلا مریۃ ولا خلاف۔ امیر المومنین علی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسول اللہ کے معجزات میں سے
ایک معجزہ ہیں۔ وہ خدائی امداد سے مدد پائے ہوئے تھے۔ وہ مصیبتوں کے دور کرنے والے اسلام کے ستونوں کو مستحکم کرنے والے تھے۔
وہ تمام شجاعان زمانہ سے بڑھے ہوئے ہیں جس میں نہ کوئی شک ہے نہ اختلاف۔

(۲۲) ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ کا قول۔ صواعق صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۷۔ زین العابدین علی بن الحسین ہو الذی خلف اباہ علما وزہدا
وعبادۃ..... واورثہ منہم علما وعبادۃ وزہدا ابوجعفر محمد الباقر سمی بذالک من بقر الارض ای شقہا واظہر مخباتہا ومکانہا فلذالک
ہو اظہر من مکنونات کنوز المعارف وحقائق الاحکام والحکم واللطائف مالایخفی الا علی منطمس البصیرۃ او فاسد الطویۃ والسریرۃ
ومن ثم قیل ہو باقر العلوم وجامعہ وشاہر علمہ ورافعہ لصفاء قلبہ وزکاء نفسہ وشرف خلقہ صرف عمرہ واوقاتہ لطاعۃ اللہ تعالیٰ
ولہ من الاسرار فی مقامات العارفین ما تکل عنہ السنۃ الواصفین..... خلف ستۃ اولاد افضلہم واکملہم جعفر الصادق ومن
ثم کان خلیفتہ ووصیہ ونقل الناس عنہ من العلوم ما سارت بہ الرکبان وانتشر صیتہ فی جمیع البلدان وروی عنہ الاکابر
کیحیی بن سعید وابن جریج ومالک وسفیان بن عیینۃ وسفیان الثوری وابو حنیفۃ وشعبۃ وایوب السجستانی..... منہم موسی الکاظم
وہو وارثہ علما ومعرفۃ وکمالا وفضلا وکان اعبد اہل زمانہ واعلمہم واسخاہم..... منہم علی الرضا وہو اشہرہم ذکرا واجلہم قدرا
..... اجلہم واکملہم محمد التقی الجواد..... ثانیہما علی النقی وہو وارث ابیہ علما وکمالا وسخاءً..... واجلہم ابو محمد الحسن العسکری
..... ولم یخلف غیر ولدہ ابی القاسم محمد الحجۃ وعمرہ عند وفات ابیہ خمس سنین لکن آتاہ اللہ تبارک وتعالی العلم والحکمۃ ویسمی
القائم المنتظر لانہ ستر وغاب فلم یعرف این ذہب۔ زین العابدین علی بن الحسین علم و زہد و عبادت میں اپنے باپ کے جانشین ہوئے۔
..... ان میں سب سے زیادہ وارث علم و عبادۃ و زہد ابوجعفر محمد باقر ہیں انھوں نے معارف و حقائق احکام و حکم و لطائف کے خزائن مخفیہ سے

وہ وہ چیزیں بیان کیں جو صرف کوردل اور فاسد العقیدہ ہی پر مخفی ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ وہ اپنے صفائے قلب و زکائے نفس
و شرف خلق سے علوم کے شگافتہ کرنے والے اور اس کے جمع کرنے والے اور اس کے اشاعت کرنے والے اور اس کے بلند کرنے والے تھے۔
انھوں نے اپنی عمر خدا کی عبادت میں بسر کردی۔ مقامات عارفین میں ان کے لئے وہ اسرار حاصل ہیں جن کو بیان کرنے والوں کی زبانیں
بیان کرنے سے عاجز ہیں..... چھ اولاد چھوڑی ان میں افضل و اکمل جعفر صادق ہیں اسی لئے وہی ان کے خلیفہ و وصی تھے ان سے دور دور کے
شہروں میں علوم کی اشاعت ہوئی اور تمام شہروں میں ان کی شہرت ہوئی ان سے اکابر محدثین و علما نے روایت کی جیسے یحیی بن سعید
و ابن جریج و مالک و سفیان بن عیینہ و سفیان ثوری و ابو حنیفہ و شعبہ و ایوب سجستانی..... ان میں سے موسی کاظم ہیں وہ علم و معرفت
و کمال و فضل میں ان کے وارث ہوئے وہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عابد اور اعلم و اسخی تھے..... ان میں سے علی رضا ہیں
وہ ذکر جمیل کے لحاظ سے بہت مشہور اور بہت جلیل القدر بزرگ تھے..... ان میں سب سے جلیل القدر و اکمل محمد تقی جواد ہیں.....
ان دونوں میں دوسرے علی نقی ہیں وہ علم و کمال و سخاوت میں اپنے باپ کے وارث ہیں..... ان میں بزرگترین ابو محمد حسن عسکری ہیں
..... سوا ایک فرزند ابو القاسم محمد حجۃ کے کوئی اور اولاد نہیں چھوڑی ان کی عمر باپ کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی لیکن اسی سن میں
خدا نے ان کو علم و حکمت عطا کی تھی ان کو قائم و منتظر بھی کہتے ہیں کہ وہ مخفی و غائب ہو گئے اور نہیں معلوم کہاں گئے۔

(۲۳) شیخ الشیوخ سعد الدین حموی کا قول۔ ینابیع صفحہ ۴۸۴ و ۴۸۵ میں ہے۔ شیخ الشیوخ سعد الدین الحموی قدس سرہ می فرماید کہ پیش از
پیغمبر ما محمد در ادیان سابق اسم ولی نبود و اسم نبی بود..... وچوں دین جدید و شریعت جدید محمد نازل شد از نزد خدائے اسم ولی
در دین محمد پیدا آمد حق تعالی دوازدہ کس از اہل بیت محمد را برگزیدہ و وارثان او گردانید و مقرب حضرت خود کرد و بولایت خود
مخصوص گردانید و ایشان را نائبان محمد و وارثان او گردانید کہ حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء در حق این دوازدہ کس فرمود
و حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل در حق ایشان فرمود اما ولی آخرین کہ نائب آخرین است ولی دوازدہم و نائب دوازدہم
می باشد خاتم اولیا است و مہدی صاحب الزمان نام او ست و شیخ می فرماید کہ اولیا در عالم بیش از دوازدہ کس نیستند۔
شیخ سعد الدین فرماتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر محمد کے پہلے ادیان سابق میں اسم ولی نہ تھا اور اسم نبی تھا جب دین جدید و شریعت جدید

حضرت پر نازل ہوئی تو آنحضرت نے دین میں ولی کا نام پیدا ہو اخدا نے اہل بیت محمد میں سے بارہ بزرگوں کو برگزیدہ کرکے آنحضرت کا وارث اور اپنا مقرب بنایا اور اپنی ولایت سے مخصوص کیا اور ان کو آنحضرت کا وارث و نائب قرار دیا انھیں بارہ بزرگوں کے متعلق پیغمبر نے فرمایا ہے کہ علما انبیا کے وارث ہیں اور میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کے مانند ہیں آخری ولی جو آخری نائب اور بارھواں ولی ہے خاتم اولیا ہے ان کا نام مہدی صاحب الزمان ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اولیا عالم میں ان بارہ بزرگوں سے زیادہ نہیں ہیں۔

(۲۴) امام فخرالدین رازی کا قول۔ تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۱۰۵ میں ہے۔ ومن اقتدی فی دینہ لعلی بن ابی طالب فقد اہتدی والدلیل علیہ قولہ اللّٰہم ادر الحق مع علی حیث دار۔ جو اپنے دین میں علی کی پیروی کرے وہ ہدایت یافتہ ہے اس پر دلیل آنحضرت کا یہ قول ہے خدایا حق کو علی کے ساتھ پھیر تا رہ جدھر وہ (علی) پھرے۔ ومن اتخذ علیا اماما لدینہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی فی دینہ ولنفسہ جس نے علی کو اپنا دینی پیشوا بنایا تو اس نے اپنے دین اور اپنے نفس کے حق میں (اللہ کی) مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔

(۲۵) علامہ ابن حجر مکی کا قول۔ صواعق صفحہ ۹۲ میں ہے۔ وفی احادیث الحث علی التمسک باہل البیت اشارۃ الی عدم انقطاع متاہل منہم للتمسک بہ الی یوم القیامۃ کما ان الکتاب العزیز کذلک ولہذا کانوا امانا لاہل الارض کما یأتی ویشہد لذلک الخبر السابق فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی الخ ثم احق من یتمسک بہ منہم امامہم و عالمہم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ لما قدمناہ من مزید علمہ ودقائق مستنبطاتہ۔ جن احادیث میں اہل بیت سے تمسک کی ترغیب دی گئی ہے ان میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تا قیامت ان میں سے کوئی نہ کوئی ایسا موجود رہے گا جو تمسک کے قابل ہو جس طرح کہ قرآن مجید ایسا ہی اسی لئے وہ اہل ارض کے لئے امان ہیں جیسا کہ آگے آئے گا اور اسی کی شہادت دیتی ہے خبر سابق کہ میری امت کے ہر خلف (ہر نسل) میں میرے اہل بیت سے ایک عادل موجود رہے گا۔ پھر ان اہل بیت میں جو شخص اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے وہ ان اہل بیت کے سردار اور عالم علی بن ابی طالب ہیں اس وجہ سے جو ان کے علم کی زیادتی اور ان کے دقائق مستنبطات میں سے ہم نے پہلے بیان کیا۔

(۲۶) علامہ جلال الدین سیوطی کا قول۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۱۸ میں ہے (علی کے حالات میں)۔ وروی لہ عن رسول اللہ خمسمائۃ

حدیث وستۃ وثمانون حدیثا۔ اور علی بن ابی طالب کے حق میں رسول اللہ سے ۵۸۶ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔

(۲۷) شیخ محی الدین عربی و شیخ ابن ابی المنصور و عبدالوہاب شعرانی کا قول۔ یواقیت وجواہر صفحہ ۱۹۸ میں ہے۔ فالجواب کما قال الشیخ محی الدین فی الباب الحادی والسبعین من الفتوحات والشیخ ابن ابی المنصور فی رسالتہ ان اصل شجرۃ طوبی فی منزل الامام علی بن ابی طالبؑ لان شجرۃ طوبی ہی حجاب مظہر لنور فاطمۃ الزہراء حتی یکون سر کل نعیم فی الجنان وکل نصیب الاولیاء متفرعا من نور فاطمۃ۔ محی الدین عربی فتوحات مکیہ کے باب ۷۱ میں اور ابن ابی المنصور اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں (اور یہی قول عبدالوہاب شعرانی صاحب یواقیت وجواہر کا مختار ہے) کہ درخت طوبی کی جڑ امام علی بن ابی طالب کی منزل (قیام گاہ) میں ہے اس لئے کہ درخت طوبی ایک حجاب ہے جو نور فاطمہ زہرا کا مظہر ہے یہاں تک کہ بہشت میں جو نعمتیں ہوں گی اور اولیا کو جو کچھ ملے گا ان سب کا سر (راز) نور فاطمہ سے متفرع ہے۔

(۲۸) ملا عبدالرحمن جامی کا قول۔ شواہد النبوت صفحہ ۱۵۹ میں ہے۔ وشمائل وفضائل وے (علی) بیشتر است از آں کہ بتقریر زبان وتحریر بیان ادا تواں کردم۔ (شواہد صفحہ ۱۶۰) چوں بعضے از ائمہ اہل بیت مذکور شدند ذکر سائر ائمہ نیز اگرچہ بشرف صحبت حضرت رسالت مشرف نہ شدہ اند بآں انضمام می باید تا آں سلسلہ کہ آنرا علمائے دین و عرفائے اہل یقین لعز تہا ولطافتہا سلسلۃ الذہب نامیدہ اند از صورت انتظام نیفتد۔ حضرت علی کے شمائل و فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہو سکیں یا لکھے جا سکیں۔ چونکہ بعض ائمہ اہل بیت کا ذکر ہوا اس لئے باقی ائمہ اہل بیت کا ذکر بھی اگرچہ وہ صحبت رسول کے شرف سے مشرف نہیں ہوئے ان کے ساتھ کیا جاتا ہے تاکہ یہ سلسلہ جس کی نفاست و خوبی کی وجہ سے علمائے دین اور عرفا نے اس کا نام سلسلۃ الذہب رکھا ہے منتشر و غیر منظم نہ ہو جائے۔

(۲۹) علامہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف کا قول۔ ینابیع صفحہ ۲۹۹ بحوالہ صواعق صفحہ ۵۰۔ قال فی الکشاف لا دلیل اقوی من ہذا علی فضل اصحاب الکساء وہم علی وفاطمۃ والحسنان لانہا لما نزلت دعاہم فاحتضن الحسین واخذ بید الحسن ومشت فاطمۃ خلفہ وعلی خلفہما فعلم انہم المراد بالآیۃ وعلم ان اولاد فاطمۃ وذریتہا یسمون ابنائہ وینسبون الیہ نسبۃ صحیحۃ نافعۃ فی الدنیا والآخرۃ۔ علامہ زمخشری نے کشاف میں کہا ہے کہ اصحاب کسا کی فضیلت پر اس سے زیادہ قوی دلیل نہیں ہے اور وہ علی و فاطمہ و حسنین ہیں اس لئے کہ جب آیت اتری نبی نے ان کو بلایا حسین کو گود میں لیا حسن کا ہاتھ پکڑا فاطمہ پیچھے چلیں اور علی فاطمہ کے پیچھے تھے تو معلوم ہوا کہ

* (۳۰) قاضی البیضاء عبداللہ بن عمر الشافعی کا قول - انوار التنزیل تفسیر بیضاوی جلد ا صفحہ ۱۲۱ میں ہے - وھو دلیل علی نبوتہ وفضل من اتاہ معہ من اہل بیتہ - اور یہ آیت نبوت پر اور اہل بیت کی فضیلت پر ... دلیل ہے -

(۳۱) قسطلانی کا قول - المواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ... میں ہے [illegible]

الیسی
آیت میں یہی لوگ مراد لئے گئے ہیں اور معلوم ہوا کہ اولاد فاطمہ ابنائے رسول ہیں اور نبی کی طرف بنسبت صحیحہ کے ساتھ منسوب ہیں جوان کو دنیا و آخرت میں نافع ہے - (ملاحظہ ہو باب اول آیت ۳) - *

(۳۲) شیخ ابن حجر عسقلانی کا قول فتح الباری شرح صحیح بخاری میں منقول از ارحجُ القرآن صفحہ ۱۱۵ - اس روایت کے تحت میں کہ نبی نے حسن پر جب انھوں نے اپنی شیرخواری کے زمانہ میں بعض چھوہارے اپنے منہ میں رکھ لئے تھے یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ تھوک دو تھوک دو کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہم اہل بیت پر حرام ہے شیخ صاحب مذکور فرماتے ہیں - ان الحسن حالہ غیر حال غیرہ لان الحسن فی تلک الحال کان یطالع اللوح المحفوظ - حسن کا حال ان کے غیر کے حال سے مغائر ہے اس لئے کہ حسن اس حالت (شیرخواری وطفلی) میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے -

(۳۳) ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی کا قول - ملل ونحل جزو اول صفحہ ۸۰ میں ہے - وبالجملہ کان علی ھو الحق والحق مع علی - اور مختصر یہ ہے کہ علی ہی حق تھے اور علی کے ساتھ حق تھا -

(۳۴) عبداللہ بن اسعد بن علی الیافعی کا قول - ینابیع صفحہ ۳۸۲ بحوالہ فصل الخطاب - قال العالم عبداللہ بن اسعد بن علی الیافعی الیمانی نزیل الحرمین الشریفین فی تاریخہ کان جعفر الصادق واسع العلم وافر الحلم ولہ من الفضائل والمآثر مالا یحصی - عبداللہ یافعی نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ جعفر صادق واسع العلم وافر الحلم تھے ان کے فضائل و مآثر کا احصا (شمار) نہیں ہو سکتا -

(۳۵) شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا قول - مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ میں ہے - ایمان کامل و اسلام صادق اینست کہ علی مرتضیٰ ورزید - کامل ایمان اور سچا اسلام یہ ہے جو علی مرتضیٰ نے اختیار کیا - صفحہ ۲۹۳ حالات خیبر میں ہے - وحضرت امیر در غضب آمد ویک حالتے از عالم قدرت ربانی بقوت روحانی وارد شد کہ از خندق جستے نمودہ بر دروازہ حصار ویک در آہنین حصار را برکند و سپر خود ساخت و بجنگ پیوست - حضرت امیر غیظ وغضب میں آگئے اور قدرت ربانی کے عالم سے ان کی قوت روحانی پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ خندق سے جست لگا کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور قلعہ کے دروازہ کا ایک پلہ (پاٹ) اکھاڑ کر اپنی سپر بنا لیا اور لڑائی میں مشغول ہو گئے -

(۳۶) ابن اسحاق کا قول (جن کی روایت پر سیرۃ ابن ہشام کا دارومدار ہے) - سیرۃ النبی لابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۵۶ میں ہے - قال ابن اسحاق ثم کان اول ذکر من الناس آمن برسول اللہ وصلی وصدق بما جاءہ من اللہ علی بن ابی طالب - ابن اسحق نے کہا کہ تمام آدمیوں میں پہلا مرد جو رسول اللہ پر ایمان لایا اور نماز پڑھی اور رسول جو اللہ کے یہاں سے لائے اس کی تصدیق کی وہ علی بن ابی طالب تھے -

(۳۷) علامہ شیخ کمال الدین دمیری کا قول - حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۵ میں ہے - ومناقبہ کثیرۃ جدا ویکفی منہا قولہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا - حضرت علی کے مناقب بہت ہی کثیر ہیں ان میں سے یہی کافی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں -

باب پنجم - ائمہ اہل بیت کے مناقب خود ان کی زبان سے بروایت اہل سنت

(۱) حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب کا ارشاد - (صفحہ) صواعق صفحہ ۷۶ واتقان صفحہ ۵۵۱ میں ہے - اخرج ابن سعد عنہ (ای من علی) قال واللہ مانزلت آیۃ الا وقد علمت فیم نزلت واین نزلت وعلی من نزلت ان ربی وہب لی قلبا عقولا ولسانا ناطقا - حضرت علی نے فرمایا بخدا کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ کس بارہ میں اور کہاں اور کس کے متعلق اتری میرے رب نے مجھے سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا کی ہے (اتقان میں وعلی من نزلت نہیں ہے اور لسانا ناطقا کی جگہ لسانا سؤلا بہت پوچھنے والی زبان ہے) -

(۲) صواعق صفحہ ۷۶ وکنز العمال جلد ا صفحہ ۲۲۸ واتقان صفحہ ۵۵۱ میں ہے - عن ابی الطفیل قال قال علی سلونی عن کتاب اللہ فانہ لیس من آیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت ام بنہار ام فی سہل ام فی جبل - کنز العمال میں سلونی عن کتاب اللہ کے پہلے یہ بھی ہے - عن ابی الطفیل عامر بن واثلہ قال شہدت علی بن ابی طالب فقال فی خطبۃ سلونی فواللہ لاتسئلونی عن شئ یکون الی یوم القیامۃ الا حدثتکم سلونی عن کتاب اللہ الخ - ابی الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو ایک خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا مجھ سے پوچھو بخدا قیامت تک ہونے والی چیزوں کے متعلق تم مجھ سے نہ پوچھو گے مگر میں تم سے اس کو بیان کر دوں گا مجھ سے کتاب اللہ کے متعلق سوال کرو کوئی آیت نہیں مگر میں جانتا کہ وہ رات میں اتری یا دن میں زمین ہموار پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر - (۳) صواعق صفحہ ۷۹ ومطالب السؤل صفحہ ۱۰۸ میں ہے - ومن کلامہ لو کشف الغطاء ماازددت یقینا - اور حضرت علی کے کلام سے یہ بھی ہے کہ اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو بھی میرے یقین میں زیادتی نہ ہو (یقین کا انتہائی درجہ مجھ کو اسی وقت حاصل ہے) - (۴) مطالب السؤل صفحہ ۵۳ میں ہے - ونقل (الترمذی) من علی سلونی عن طرق السموات فانی اعلم بہا من طرق الارض -

ترمذی نے علی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے آسمانوں کے راستے کے متعلق پوچھو میں ان سے زمین کے راستوں سے زیادہ واقف ہوں۔

(ف۵) ینابیع ص۳۶۲ میں ہے۔ ویشہد ہذہ الروایۃ ویقویہا قول علی کرم اللہ وجہہ فی کتاب غرر الحکم ان للا الہ الا اللہ شروطا وانی وذریتی من شروطہا۔ اس روایت کا شاہد اور اس کو قوت دیتا ہے علی کا یہ قول جو کتاب غرر الحکم میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کے لئے شرطیں ہیں اور میں اور میری اولاد اس کی شرطوں میں سے ہیں۔ (ف۶) مطالب ص۸۹ میں ہے۔ وقال مرۃ لو شئت لاوقرت بعیرا من تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم وقال مرۃ لو کسرت لی الوسادۃ ثم جلست علیہا لقضیت بین اہل التوراۃ بتوراتہم وبین اہل الانجیل بانجیلہم وبین اہل الزبور بزبورہم وبین اہل الفرقان بفرقانہم واللہ ما من آیۃ انزلت فی بر او بحر ولا جبل ولا سماء ولا ارض ولا لیل ولا نہار الا وانا اعلم فیمن نزلت وفی ای شیئ نزلت۔

ایک مرتبہ حضرت علی نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بسم اللہ کی تفسیر سے ایک اونٹ کو گرانبار کر دوں (اتنی تفسیریں لکھ دوں جو ایک اونٹ پر لادنے کا بار ہو جائے) اور ایک مرتبہ فرمایا اگر میرے لئے مسند حکومت و فیصلہ بچھائی جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو توریت والوں میں ان کی توریت سے اور انجیل والوں کے درمیان ان کی انجیل سے اور زبور والوں میں ان کی زبور سے اور قرآن والوں میں ان کے قرآن سے فیصلہ کروں خدا کی قسم کوئی آیت نہیں نازل ہوئی نہ خشکی میں نہ تری میں نہ میدان میں نہ پہاڑ پر نہ رات میں نہ دن میں مگر میں ہر ایک کے متعلق جانتا ہوں کہ کس شخص کے حق میں اور کس امر کے بارہ میں نازل ہوئی۔ (ف۷) اتقان ص۵۵ میں ہے عن علی انہ قال لو شئت ان اوقر سبعین بعیرا من ام القرآن لفعلت۔ اگر میں چاہوں کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ کو بار کر دوں تو میں کر دوں گا۔ (ف۸) کنز العمال جلد ۶ ص۴۰۵۔ انہما حضرا علی ابن ابی طالب یخطب وہو یقول سلونی قبل ان تفقدونی فانی لا اُسأل عن شیئ دون العرش الا اخبرت عنہ۔ دونوں حضرت علی کے پاس تھے حضرت خطبہ فرما رہے تھے اور یہ کہتے تھے مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھے گم کر دو (میری موت سے پہلے) عرش کے نیچے کی کسی چیز کا سوال نہ کیا جائے گا مجھ سے مگر میں اس کے حالات بیان کروں گا۔

(ف۹) شواہد النبوت ملا جامی ص۱۵۹ رکن سادس میں ہے۔ ملا جامی حضرت کے ایک خطبہ میں حضرت کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔ سلونی عما دون العرش فان بین الجوانح منی علما جما ہذا لعاب رسول اللہ فی فمی ہذا ما زقنی رسول اللہ زقا زقا فواللہ نفسی بیدہ لو اذن للتوراۃ والانجیل ان یتکلما ووضعت لی وسادۃ فاخبرت عما فیہما فصدقانی علی ذالک۔ مجھ سے پوچھو عرش کے نیچے کی چیزوں کے متعلق

(جو چیز بھی ہو اور جہاں کہیں ہو) کہ میرے سینہ میں علم کثیر ہے یہ میرے منہ میں رسول اللہ کا لعاب ہے (جس کی بدولت یہ علم کثیر مجھے حاصل ہوا) یہ علم کثیر وہ ہے جو رسول اللہ نے مجھے اس طرح تعلیم کیا جیسے چڑیاں اپنے بچوں کو دانہ بھراتی ہیں اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر توریت و انجیل کو بولنے کی اجازت دی جائے اور میرے لئے مسند بچھائی جائے اور دونوں کتابوں میں جو کچھ ہے میں اس کو بیان کروں تو وہ دونوں میرے بیان کی تصدیق کریں۔ (ف۱۰) مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص۲۰۰ میں ہے۔ من سلمۃ بن کہیل قال سمعت حبۃ العرنی قال سمعت علیا یقول انا اول من صلی مع رسول اللہ۔ حبہ عرنی نے کہا میں نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی۔ (ف۱۱) خصائص نسائی ص۳ میں ہے۔ قال علی انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب آمنت قبل الناس بسبع سنین۔ میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں اور میں ہوں صدیق اکبر میرے سوا جو یہ کہے جھوٹا ہے (کیونکہ) میں سب سے سات برس پہلے ایمان لایا۔ تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۱۲ میں بھی یہ روایت ہے مگر اخو رسول اللہ کی جگہ اخو رسولہ ہے اور کاذب کے بعد مفتر اور آمنت کی جگہ صلیت مع رسول اللہ ہے۔ اور سنن ابن ماجہ ص۱۲ میں طبری کے الفاظ ہیں سوائے مفتر کے۔ (ف۱۲) ینابیع المودۃ ص۱۵۲ وذکر احمد بن یحیی البلاذری وعلی بن الحسین الاصفہانی ان قریشا اصابہا قحط فقال رسول اللہ لعمہ حمزۃ الا نحمل ثقل ابی طالب فی ہذا المحل فاخذ حمزۃ جعفرا واخذ محمد علیا وکان سنہ ست سنین واحسن تربیتہ کالمکافاۃ لصنیع ابی طالب بہ حیث مات عبد المطلب جعلہ فی حجرہ وہذا القول یطابق قول علی لقد عبدت اللہ قبل الامۃ سبع سنین وقولہ کنت اسمع الصوت وابصر الضوء سبع سنین قبل التبلیغ والانذار لانہ کان سنہ یوم اظہار النبوۃ ثلاث عشرۃ سنۃ وتسلیمہ الی رسول اللہ من ابیہ وہو ابن ست فقد صح انہ عبد اللہ قبل الناس اجمعہم سبع سنین۔ احمد بن یحیی بلاذری اور علی بن حسین اصفہانی نے ذکر کیا ہے کہ قریش قحط میں مبتلا ہوئے رسول اللہ نے اپنے چچا حمزہ سے کہا اس موقع پر ابو طالب کے بوجھ کو ہلکا کیوں نہیں کرتے حمزہ نے جعفر کو اور محمد نے علی کو لے لیا اور علی چھ برس کے تھے آنحضرت نے ان کی اچھی تربیت کی گویا آنحضرت نے علی کی تربیت کر کے ابو طالب کے اس احسان کا بدلہ کیا جو انہوں نے عبد المطلب کے مرنے پر حضرت کے ساتھ کیا تھا وہ حضرت کو ابو طالب کی آغوش میں دے گئے تھے۔ اور یہ قول حضرت علی کے اس قول سے مطابق ہے کہ میں نے تمام امت سے سات سال پہلے اللہ کی عبادت کی اور اس قول سے بھی مطابق ہے کہ میں تبلیغ و انذار سے سات سال پہلے آواز سنتا اور روشنی دیکھتا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ اظہار نبوت کے دن علی کی عمر تیرہ سال کی تھی اور رسول اللہ کی تربیت میں چھ سال کی عمر میں آئے تھے

تو یقیناً صحیح ہوا کہ انھوں نے تمام اور کل آدمیوں سے سات سال پہلے خدا کی عبادت کی۔ (۱۳) خصائص ص۳ میں ہے۔ عن علی قال ما اعرف احدا من ہذہ الامۃ عبد اللہ بعد نبینا غیری عبدت اللہ قبل ان یعبدہ احد من ہذہ الامۃ تسع سنین۔ حضرت علی نے فرمایا میں اپنے سوا کسی کو نہیں جانتا جس نے نبی کے بعد خدا کی عبادت کی ہو۔ اس سے نو برس پہلے کہ اس امت میں سے کوئی خدا کی عبادت کرے میں نے خدا کی عبادت کی۔ (۱۴) خصائص ص۲۱ میں ہے۔ قال علی کانت لی منزلۃ من رسول اللہ لم یکن لاحد من الخلائق۔ رسول کے نزدیک میری وہ عزت و منزلت تھی جو تمام خلائق میں کسی کی نہ تھی۔ (۱۵) خصائص ص۲۱ و جامع ترمذی جلد ۲ ص۲۱۴ میں ہے۔ عن علی قال کنت اذا سألت رسول اللہ اُعطیتُ و اذا سکت ابتدأنی۔ میں جب رسول اللہ سے پوچھتا تھا تو وہ مجھ کو عطا کرتے (بتاتے) تھے اور جب میں چپ رہتا تو وہ خود ابتدا کرتے تھے (خود ہی تعلیم کرتے تھے)۔ یہ مشکوۃ جلد ۲ ص۲۵۱ میں بروایت ترمذی مذکور ہے۔

(۱۶) تاریخ خمیس جلد ۲ ص۵ میں ہے۔ وفی شرح المواقف قلع علی باب خیبر بیدہ وقال ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیۃ ولکن بقوۃ الٰہیۃ شرح مواقف میں ہے علی نے خیبر کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اکھاڑا اور کہا میں نے دروازہ خیبر جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا بلکہ خدائی قوت سے۔

(۱۷) شرح نہج جلد ۲ ص۲۶ و ۳۵ میں ہے۔ فلما مضی لسبیلہ صلی اللہ علیہ و آلہ تنازع المسلمون الامر بعدہ فو اللہ ما کان یلقی فی روعی ولا یخطر علی بالی ان العرب تعدل ہذا الامر بعد محمد عن اہل بیتہ ولا انہم منحوہ عنی من بعدہ فما راعنی الا انثیال الناس علی ابی بکر و اجفالہم الیہ لیبایعوہ فامسکت یدی و رایت انی احق بمقام محمد صلی اللہ علیہ و آلہ فی الناس ممن تولی الامر بعدہ۔ جب آنحضرت کا انتقال ہوا مسلمانوں میں آنحضرت کے بعد خلافت کے لئے باہم نزاع واقع ہوئی۔ بخدا مجھے یہ خیال کبھی نہیں ہوتا تھا کہ عرب محمد کے بعد اس خلافت کو ان کے اہل بیت سے نکالیں گے اور نہ یہ خیال ہوتا تھا کہ حضرت کے بعد وہ مجھ سے اس حکومت کو روکیں گے مگر مجھ کو یہ دیکھ کر کہ لوگ ابوبکر کی بیعت کرنے دوڑے سخت حیرت ہوئی تو میں نے اپنا ہاتھ روکا (اور یہ سمجھ کر بیعت نہ کی کہ) میں نے دیکھا کہ پیغمبر کے بعد جو اس خلافت کا متولی ہوا میں اس سے زیادہ پیغمبر کی جگہ کا حق دار ہوں۔ (۱۸) مواہب لدنیہ جلد ا ص۳۴۲ میں ہے۔ وقال علی حبب علی من الدنیا الصوم فی الصیف و اقراء الضیف والضرب بین یدیک بالسیف۔ علی نے کہا دنیا کی چیزوں میں سے گرمی میں روزہ رکھنا اور مہمانوں کو کھلانا اور آپ کے سامنے تلوار سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنا میرے لئے محبوب قرار دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت امام حسنؑ کا ارشاد۔ صواعق ص۱۰۱ میں ہے۔ من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن بن محمد ثم تلا واتبعت ملۃ آبائی ابراہیم الآیۃ ثم قال انا ابن البشیر انا ابن النذیر ثم قال انا من اہل بیت الذین افترض اللہ عز و جل مودتہم وموالاتہم فقال فیما انزل علی محمد قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ وفی روایۃ افترض اللہ مودتہم علی کل مسلم وانزل فیہم قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا واقتراف الحسنات مودتنا اہل البیت۔ جس نے مجھے پہچانا اس نے مجھ پہچانا اور جس نے نہیں پہچانا تو (وہ سن لے) میں حسن محمد کا بیٹا ہوں پھر آپ نے اس پوری آیت کی تلاوت فرمائی میں نے اپنے آبا ابراہیم الخ کی ملت کا اتباع کیا پھر کہا میں بشیر کا بیٹا ہوں نذیر کا فرزند ہوں میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کی محبت خدا نے ہر مسلمان پر فرض کی ہے اور یہ نازل فرمایا ہے کہ اے محمد کہہ دو میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر اپنے قرابت داروں کی محبت اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا تو ہم اس کے لئے اس کی نیکی میں اور حسن بڑھا دیں اور نیکی کرنے سے مراد ہم اہل بیت کی مودت ہے۔

(۳) حضرت امام زین العابدینؑ کا ارشاد (الف)۔ ینابیع ص۲۲ میں ہے۔ ان الامام زین العابدین قال نحن الفلک الجاریۃ فی اللجج یأمن من رکبہا ویغرق من ترکہا وان اللہ تبارک وتعالیٰ اخذ میثاق من یحبنا وہم فی اصلاب آبائہم فلا یقدرون علی ترک ولایتنا لان اللہ تعالیٰ جل جلالہ جبلہم علی ذلک۔ ایضا قال لیس بین اللہ وبین حجتہ حجاب ولا للہ دون حجتہ ستر نحن ابواب اللہ ونحن الصراط المستقیم ونحن عیبۃ علم اللہ وتراجمۃ وحیہ ونحن ارکان توحیدہ وموضع سرہ۔ ایضا قال نحن ائمۃ المسلمین وحجج اللہ علی العالمین وسادات المومنین وقادۃ الغر المحجلین وموالی المسلمین ونحن امان لاہل الارض کما ان النجوم امان لاہل السماء وبنا یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ وبنا ینزل اللہ الغیث وتنشر الرحمۃ وتخرج برکات الارض ولولا ما علی الارض منا لساخت باہلہا۔ ہم نجات کی کشتی ہیں جو بھنور میں چلتی ہے جو اس کشتی پر سوار ہوا وہ بھنور سے محفوظ رہا جس نے اس کو چھوڑا وہ ڈوب جائے گا۔ اللہ نے ہمارے دوستوں سے جب وہ اپنے آبا کی پشت میں تھے (ہماری محبت کا) عہد لیا ہے تو وہ ہماری محبت کے ترک کرنے پر قادر نہیں ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی پر ان کی خلقت قرار دی ہے۔ اللہ اور اس کی حجت کے درمیان کوئی پردہ نہیں اور اللہ اپنی حجت سے اپنے اسرار مخفی نہیں کرتا۔ ہم اہل بیت اللہ تک پہنچنے کے دروازے ہیں اور ہم صراط مستقیم ہیں ہم علم خدا کے ظرف اس کی وحی کے سمجھنے اور سمجھانے والے اور اس کی توحید کے ستون ہیں۔ اس کے اسرار کے محل اور جگہ ہیں۔ ہم مسلمانوں کے امام

اور تمام عالم پر اللہ کی حجت اور مومنین کے سردار اور روشن پیشانی والوں کے پیشرو اور مسلمانوں کے حاکم ہیں ہم زمین والوں کے لئے اسی طرح باعث امان ہیں جس طرح ستارے آسمان والوں کے لئے۔ ہماری وجہ سے خدا آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہے مگر اس کے حکم سے (جب حکم ہو اور ہم زمین پر نہ ہوں)۔ ہماری وجہ سے زمین پر پانی برستا ہے اور رحمت خدا پھیلتی ہے اور زمین کی برکتیں نکلتی ہیں اگر زمین پر ہم اہل بیت میں سے کوئی باقی نہ رہتا تو زمین اپنے اہل سمیت دھنس جاتی۔

(ب) صواعق ص۱۰۱ میں ہے۔ اخرج الطبرانی عن زین العابدین انہ لما جئ بہ اسیرا عقیب مقتل ابیہ الحسین واقیم علی درج دمشق قال بعض جفاۃ اہل الشام الحمد للہ الذی قتلکم واستاصلکم وقطع قرن الفتنۃ فقال وما قرأت قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قال وانتم ہم قال نعم۔ طبرانی نے حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ جب آپ اپنے والد حسینؑ کی شہادت کے بعد اسیر کر کے لائے گئے اور دمشق کے پھاٹک پر ٹھہرائے گئے تو ظالمین اہل شام میں سے ایک نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو قتل کیا اور تم کو جڑ سے کھود کر پھینکا اور فتنہ کی شاخ کو قطع کیا آپ نے فرمایا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی کہدو اے رسول کہ میں تبلیغ رسالت کی کوئی اجرت تم سے نہیں مانگتا مگر محبت میرے قرابت داروں کی اس نے کہا تم ہی وہ لوگ ہو آپ نے کہا ہاں۔

(۴) حضرت امام محمد باقرؑ کا ارشاد۔ صواعق ص۹۳ میں ہے۔ الآیۃ السادسۃ قولہ تعالیٰ ام یحسدون الناس علی ما آتاہم اللہ من فضلہ اخرج ابو الحسن المغازلی عن الباقر انہ قال فی ہذہ الآیۃ نحن الناس۔ ابو الحسن المغازلی نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کے متعلق فرمایا کہ ہم ہی وہ آدمی ہیں (جن سے لوگوں نے حسد کیا اور کرتے ہیں)۔ ینابیع ص۲۷۷ میں ہے۔ نحن جنب اللہ و نحن صفوتہ ونحن خیرتہ ونحن مستودع مواریث الانبیاء ونحن امناء اللہ عز وجل ونحن ارکان الایمان ونحن دعائم الاسلام و نحن من رحمۃ اللہ علی خلقہ بنا یفتح اللہ وبنا یختم ونحن ائمۃ الہداۃ والدعاۃ الی اللہ..... ونحن الطریق الواضح والصراط المستقیم الی اللہ ونحن معدن النبوۃ وموضع الرسالۃ ومختلف الملائکۃ..... ونحن الائمۃ الہداۃ الی الجنۃ..... وبنا ینزل اللہ الرحمۃ علی خلقہ و بنا یسقون الغیث وبنا یصرف عنکم العذاب۔ ہم جنب اللہ ہیں ہم اللہ کے مصطفیٰ وبرگزیدہ ومنتخب بندے ہیں ہم وہ ہیں جن کے پاس مواریث انبیاء ودیعت کئے گئے ہیں ہم اللہ کے امین ایمان کے ارکان اور اسلام کے ستون ہیں ہم اللہ کی مخلوق پر اس کی رحمت ہیں

ہماری وجہ سے اللہ کھولتا ہے اور ہمارے ساتھ ہی اللہ ختم بھی کرے گا ہم ہدایت کرنے والے اور اللہ کی طرف بلانے والے امام ہیں..... ہم اللہ تک پہنچانے والے طریق واضح اور صراط مستقیم ہیں ہم نبوت کے معدن اور رسالت کے موضع (جگہ) اور فرشتوں کی آمد کے مقام ہیں..... ہم بہشت تک پہنچانے والے امام ہیں..... ہماری ہی وجہ سے خدا اپنے بندوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور پانی برساتا ہے اور تم سے عذاب کو دور رکھتا ہے

(۵) حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد (الف) صواعق ص۹۳ میں ہے اخرج الثعلبی فی تفسیرہا عن جعفر الصادق انہ قال نحن حبل اللہ الذی قال اللہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا ہم خدا کی وہ رسی ہیں جس کے متعلق خدا نے فرمایا ہے کہ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور متفرق نہ ہو۔

(ب) ینابیع ص۴۷۵ میں ہے۔ ان جعفر الصادق قال فی خطبتہ ان اللہ اوضح بائمۃ الہدیٰ من اہل بیت نبینا محمد دینہ وابلج بہم عن باطن ینابیع علمہ فمن عرف واجب حق امامہ وجد حلاوۃ ایمانہ وعلم فضل طلاوۃ اسلامہ لان اللہ ورسولہ نصب الامام علما لخلقہ وحجۃ علی اہل عالمہ..... ولا یقبل اللہ معرفۃ العباد ایاہ الا بمعرفۃ الامام فہو عالم بما یرد من ملتبسات الوحی ومعمیات السنن ومشتبہات الفتن فلم یزل اللہ یختارہم لخلقہ من ولد الحسین من عقب کل امام ویصطفیہم لذلک..... وکل ماضی منہم امام نصب اللہ لخلقہ من عقبہ اماما علما بینا ومنارا نیرا ائمۃ من اللہ یہدون بالحق وبہ یعدلون..... وجعلہم اللہ حیاۃ للانام ودعائم الاسلام۔ امام جعفر صادقؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ اہل بیت محمد میں سے ائمہ ہدیٰ کے ذریعہ سے اپنے دین کو واضح کیا اور ان کے ذریعہ سے اپنے سرچشمہ علم کے اسرار کو ظاہر کیا پس جس نے اپنے امام کے حق واجب کو پہچانا اس نے ایمان کی حلاوت پائی اور اپنے اسلام کی خوبی کی بزرگی کو جانا اس لئے کہ اللہ ورسول نے امام کو خلق کے لئے علم (نشان) اور اہل عالم پر حجت بنا کر مقرر کیا ہے..... اور اللہ اپنے متعلق بندوں کی معرفت کو قبول ہی نہیں کرتا مگر معرفت امام کے ساتھ اس لئے کہ امام ہی واقف ہوتا ہے ان باتوں سے جو قرآن میں مشتبہ اور سنت میں سمجھ سے باہر ہیں اور واقف ہوتا ہے اشتباہ میں ڈالنے والے فتنوں سے۔ پس اللہ اپنی مخلوق کے لئے اولاد حسینؑ میں سے ایک امام کے بعد دوسرا امام برابر انتخاب کرتا رہتا ہے..... جب ان میں سے ایک گزر جاتا ہے تو اس کے بعد اللہ ظاہر نشان اور روشن منارہ بنا کر دوسرا امام مقرر کرتا ہے یہ اللہ کی طرف سے امام ہوتے ہیں حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں..... اللہ نے ان کو مخلوقات کی زندگی کا ذریعہ اور اسلام کا ستون قرار دیا ہے۔

(۶) امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد۔ صواعق ص۱۳۵ وینابیع ص۳۶۳ میں ہے۔ ولما قال له (الموسی الکاظم) الرشید حین راه جالسا عند الکعبة انت الذی یبایعک الناس سرا فقال انا امام القلوب وانت امام الجسوم۔ جب ہارون نے امام موسیٰ کاظمؑ کو کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا کہ لوگ آپ ہی سے مخفی طور پر بیعت کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا میں قلوب کا امام (حاکم) ہوں اور تم (تو صرف) اجسام پر حکومت کرتے ہو۔

(۷) امام علی رضاؑ کا ارشاد (الف) ینابیع ص۳۶۴ میں بحوالہ فصل الخطاب یہ ہے۔ حضرت نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے۔ قال (جبرئیل) سمعت رب العزة یقول لا اله الا الله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن عذابی ثم ارخی الستر وسار ..... وفی روایة فلما مرت الراحلة نادى انا بشروطها وانا من شروطها قیل من شروطها الاقرار له بانه امام المسلمین مفترض الطاعة۔ جبرئیل نے کہا میں نے خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ لا اله الا الله میرا قلعہ ہے جس نے یہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا پھر حضرت نے (اپنی محمل کا) پردہ گرا دیا اور روانہ ہو گئے ..... ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب سواری روانہ ہو گئی تو حضرت نے پکار کر (بآواز بلند) کہا کہ (جس نے لا اله الا الله کہا) اس کی شرطوں کے ساتھ اور میں اس کی شرطوں میں سے (ایک شرط) ہوں۔ کہا گیا ہے کہ کلمہ توحید کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ حضرت کے لئے اقرار کیا جائے کہ وہ مسلمین کے امام ہیں جن کی اطاعت فرض ہے۔

(ب) ینابیع ص۴۸۶ میں ہے۔ الامام وحید دهره لا یدانیه احد ولا یعادله عالم ولا یوجد منه بدل ولا له مثل ولا نظیر فهو مخصوص بفضل الله من غیر طلب منه له ولا اکتساب منه بل اختصاص المفضل الوهاب فمن ذا الذی یبلغ معرفة الامام ویمکنه اختیاره هیهات هیهات ضلت العقول وتاهت الحلوم وحارت الالباب وحسرت العیون وتصاغرت العظماء وتحیرت الحلماء وتقاصرت الحکماء وحصرت الخطباء وکلت الشعراء وعجزت الادباء وعیت البلغاء عن وصف شان من شئونه او فضیلة من فضائله فاقرت بالعجز والتقصیر وکیف یوصف او ینعت بکنهه او یفهم شئ من امره او یوجد من یقام مقامه وکیف وانی هو بحیث یبلغه مدح المادحین ووصف الواصفین فاین الاختیار من هذا واین ادراک العقول من هذا واین یوجد مثل هذا۔ امام اپنے زمانہ میں یکتا اور بے مثل ہوتا ہے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی عالم اس کے برابر ہو سکتا ہے اس کا بدل (دنیا میں) پایا نہیں جاتا اس کا مثل ونظیر کوئی نہیں ہوتا وہ اللہ کے فضل سے مخصوص ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اللہ سے اس فضل کو طلب کرے اور نہ وہ فضل اس کو اس کے حاصل کرنے سے حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ اللہ وہاب وبخشندہ کی

بخشش ہے جس کے ساتھ وہ مخصوص کر دیا جاتا ہے پس کون شخص امام کی معرفت تک پہنچ سکتا ہے اور کس کے لئے ممکن ہے کہ وہ (ایسے) امام کا انتخاب کرے۔ بعید ہے یہ بات بعید ہے یہ بات عقلیں گم کردہ راہ ہیں حلوم پریشان ہیں الباب متحیر ہیں آنکھیں دیکھنے سے عاجز ہیں عظما چھوٹے ہو گئے ہیں حلما متحیر ہیں حکما کی ہمتیں قاصر ہیں خطبا کی زبان لکنت کرتی ہے شعرا قاصر اور ادبا عاجز ہیں اور بلغا اپنا ہو گئے ہیں کہ وہ امام کی شانوں میں سے ایک شان یا فضیلتوں میں سے کسی ایک فضیلت کو بیان کر سکیں کیونکر اس کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے یا اس کی حقیقت بیان کی جا سکتی ہے یا اس کے امور میں سے کوئی امر سمجھا جا سکتا ہے یا کیونکر وہ شخص پایا جا سکتا ہے جو امام کی جگہ پر قائم کیا (بٹھایا) جا سکے اور کیونکر اور کہاں یہ بات ہو سکتی ہے کہ وصف کرنے والوں کے وصف اس تک پہنچ سکیں۔ پھر انتخاب کو ایسے امام سے کیا علاقہ اور عقول کے ادراک کو اس سے کیا مناسبت اور کہاں اس کا مثل پایا جا سکتا ہے۔

باب ششم۔ آیات قرآن مجید در حق بعض اصحاب

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اہل سنت وشیعہ دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ مدح صحابہ قرآن مجید میں ہے اختلاف ہے تو اس میں کہ آیات مدح کے مستحق کل صحابہ ہیں یا بعض اور اگر بعض ہیں تو پھر ان کی تعیین وتشخیص میں اختلاف ہے اس لئے کہ قرآن مجید ان صحابہ ممدوحین کے نام بیان نہیں کرتا پس پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ کل صحابہ بلا استثنا قرآن مجید کے نزدیک ممدوح ہیں یا نہیں۔

چند آیات ذیل سے بھی بعض صحابہ کی مذمت صاف صاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ خطاب انھیں (صحابہ) سے ہے اگرچہ ایک پورا سورہ منافقین بعض صحابہ کی مذمت میں موجود ہے جو زبان سے حضرت کو رسول اللہ کہتے تھے مگر دل سے قائل ومعتقد نہ تھے۔

(۱) پ۲ ع۹۔ ومن الناس من یعجبک قوله فی الحیوة الدنیا ویشهد الله علی ما فی قلبه وهو الد الخصام۔ اور لوگوں میں وہ بھی ہے جس کی باتیں زندگانی دنیا میں تم کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اس پر وہ خدا کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

(۲) پ۱۰ ع۵۔ تریدون عرض الدنیا والله یرید الآخرة۔ تم (اے مسلمانو) سامان دنیا کے خواہاں رہتے ہو اور خدا (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے۔

(۳) پ۱۰ ع ۱۰ - ثم ولیتم مدبرین - پھر تم (اے مسلمانو) پیٹھ دکھا کر بھاگے -

(۴) پ۱۰ ع ۱۲ - یا ایہا الذین آمنو مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللّٰہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا - اے ایمان لانے والو تم کو کیا ہو گیا ہے جس وقت تم سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں (جہاد کرنے کے لئے) نکلو تو تم زمین پر بوجھل ہو جاتے ہو کیا تم (آخرت کے مقابلے میں) زندگانی دنیا پر راضی ہو گئے حالانکہ زندگانی دنیا کا سرمایہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے مگر سیخ اگر تم (جہاد کے لئے) نہ نکلو گے تو خدا تم کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور تمہارے بدلے ایک دوسری قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے -

(۵) پ۱۰ ع ۱۲ - ومنہم من یلمزک فی الصدقات - اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو (تقسیم) صدقات کے بارہ میں تم پر الزام لگاتا ہے -

(۶) پ۱۰ ع ۱۳ - وما منعہم ان تقبل منہم نفقتہم الا انہم کفروا باللّٰہ وبرسولہ ولا یاتون الصلوٰۃ الا وہم کسالیٰ ولا ینفقون الا وہم کارہون - اور اس بات سے کہ ان کا خرچ کرنا قبول کیا جائے اس کے سوا اور کیا مانع ہے کہ انھوں نے یقیناً اللّٰہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر الکسائے ہوئے ہوتے ہیں اور خرچ کچھ نہیں کرتے مگر اس طرح کہ وہ بے دل ہوتے ہیں -

(۷) پ۱۰ ع ۱۳ - ویحلفون باللّٰہ انہم لمنکم وما ہم منکم ولکنہم قوم یفرقون - اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈر پوک ہیں -

(۸) پ۱۱ ع ۱ - یحلفون لکم لترضوا عنہم فان ترضوا عنہم فان اللّٰہ لا یرضی عن القوم الفاسقین - وہ تمہارے سامنے حلف اٹھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللّٰہ نافرمان لوگوں سے یقیناً راضی نہ ہو گا

(۹) پ۱۱ ع ۲ - وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق - اور تمہارے آس پاس کے بدوؤں میں سے بعض منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ (بھی منافق ہیں) - یہ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں -

(۱۰) پ۲۱ ع ۱۵ - افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوٗن - کیا وہ شخص جو مومن ہے اس کے مانند ہے جو فاسق ہے وہ (دونوں ہرگز) برابر نہیں ہیں -

(۱۱) پ۲۸ ع ۷ - وان کنتم خرجتم جہادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرون الیہم بالمودۃ وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل - اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نکلے ہو (تو یہ کیا کہ) تم انھیں چپکے چپکے دوستی کا پیغام دیتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو میں اس سے خوب واقف ہوں اور تم میں سے جو ایسا کرے گا وہ راہ راست سے قطعی بھٹکا ہوا ہے -

باب ہفتم - فضائل حضرات خلفاء ثلاثہ از احادیث رسول بروایت اہل سنت

ہم کو ان احادیث کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے جن میں بغیر تعین اسماء صحابہ کی مدح کی گئی ہے - ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ صحابہ میں بہت سے ممدوح خدا و رسول بھی ہیں جیسے کہ بہت سے خدا و رسول کے نزدیک مذموم ہیں - قرآن مجید سے مذمومین کا وجود معلوم ہو گیا مگر بلا تصریح نام - اب ہم کو اس کی بھی ضرورت نہیں کہ صحابہ میں سے ہر ایک کے مناقب لکھیں - شیعہ و سنی میں مخصوص حضرات خلفاء ثلاثہ کے متعلق نزاع ہے پس ہم وہی حدیثیں لکھتے ہیں جو صرف خلفاء ثلاثہ پر منطبق ہو سکتی ہیں یا جن میں ان کے نام کی تصریح ہے -

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ میں ہے - عن ابی السلام قال قال حذیفۃ بن الیمان قلت یا رسول اللّٰہ انا کنا فی شر فجاء اللّٰہ بخیر فنحن فیہ فہل من وراء ذالک الخیر شر قال نعم قلت ہل وراء ذالک الشر خیر قال نعم قلت فہل وراء ذالک الخیر شر قال نعم قلت کیف قال یکون بعدی ائمۃ لا یہتدون بہدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال قلت کیف اصنع یا رسول اللّٰہ ان ادرکت ذالک قال تسمع وتطیع الامیر وان ضرب ظہرک واخذ مالک فاسمع واطع - ابی سلام نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللّٰہ سے عرض کیا ہم شر (بدی) میں تھے خدا ہمارے پاس خیر (آپ) کو لایا پس اب ہم اس خیر میں ہیں - کیا اس خیر (یعنی آپ) کے بعد کوئی شر ہے فرمایا ہاں - میں نے عرض کیا کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہے فرمایا ہاں - میں نے عرض کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہو گا فرمایا ہاں - میں نے عرض کیا کیونکر - فرمایا میرے بعد ائمہ (امام کی جمع ہے اور جمع کم سے کم ۳ کے لئے بولی جاتی ہے) ہوں گے جو میری ہدایت سے ہدایت نہ پائیں گے اور میری سنت پر نہ چلیں گے

اور عنقریب ان میں ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے (حاکم بن جائیں گے) جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے انسانی جسموں میں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو کیا کروں فرمایا کہ (کروگے کیا میری بات اور حکم) سنوگے اور (میری) اطاعت کروگے اگرچہ وہ تمہاری پشت پر مارے اور تمہارا مال چھینے لیس (میں حکم دیتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ان کے حکم کو) سنو اور (ان کی) اطاعت کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حذیفہ نے وہ زمانہ پایا جس کی خبر حدیث میں دی گئی ہے ورنہ رسول اللہ یہ فرما دیتے کہ تم ان کا زمانہ نہ پاؤگے اور سننے اور اطاعت کرنے کا حکم نہ دیتے۔ حذیفہ کے متعلق اکمال صفحہ ۶ میں لکھا ہے مات بالمدائن وبہا قبرہ سنۃ خمس وثلاثین وقیل ست وثلثین بعد قتل عثمان باربعین لیلۃ۔ حذیفہ نے سنہ ۳۵ھ میں مدائن میں انتقال کیا اور وہیں ان کی قبر ہے اور کہا گیا ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کے ۴۰ روز بعد سنہ ۳۶ھ میں وفات پائی۔ سنہ ۳۵ھ حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ یقینی ہے لیس حذیفہ نے انھیں حضرات خلفاء ثلاثہ کا زمانہ پایا ہے۔ باقی رہا دوسرا قول کہ سنہ ۳۶ھ میں انتقال ہوا تو اول یہ کہ یہ قول خود ضعیف ہے جس پر لفظ قیل دلالت کرتا ہے۔ دوم یہ کہ اگر یہ قول مان لیا جائے کہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی کی خلافت ظاہری کے زمانہ میں حذیفہ ۴۰ دن زندہ رہے تو علی کی حکومت ائمہ غیر مہتدین و ائمہ ضلالت کی حکومت نہیں ہو سکتی۔ حضرت علی کے متعلق خود حضرت رسول کا یہ قول اور دعا موجود ہے علی مع الحق والحق مع علی اللہم ادر الحق معہ حیث دار۔ علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے خدایا حق کو علی کے ساتھ پھیر جدھر علی پھرے (دیکھو باب دوم حدیث نمبر ۲۶ حدیث غدیر و نمبر ۳۰ اور باب چہارم نمبر ۲۲ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۶ ورحم اللہ علیا اللہم ادر الحق معہ حیث دار) اور علی اور قرآن کا ساتھ ہے (دیکھو باب دوم حدیث نمبر ۱۲) اور حضرت علی کی شان میں رسول نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو سفینہ نجات کی سواری اور عروۃ الوثقیٰ سے تمسک اور حبل اللہ المتین سے اعتصام چاہتا ہو وہ علی کی پیروی کرے (دیکھو باب دوم حدیث نمبر ۶) اور خود رسول اللہ نے علی کی حکومت اور ان کے زمانہ حکومت کو حق قرار دیا ہے چنانچہ تفسیر مدارک جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ میں بذیل آیہ نجویٰ (جو سورہ مجادلہ میں ہے) حضرت علی سے منقول ہے کہ

میں نے رسول اللہ سے دس باتیں پوچھیں آپ نے ان کا جواب مجھے دیا۔ میں نے کہا وفا کیا ہے فرمایا توحید اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت۔ میں نے کہا فساد کیا ہے فرمایا کفر اور شرک باللہ۔ میں نے کہا حق کیا ہے فرمایا الاسلام والقرآن والولایۃ اذا انتہت الیک یعنی اسلام اور قرآن اور ولایت (حکومت) جب وہ تم تک پہنچے (جب تم والی و حاکم ہو)۔ ولایت کے معنی صراح و منتہی الارب میں یہ ہیں۔ ولایت بالکسر تصرف کردن و دست یافتن (تصرف کرنا اور غالب ہونا) یقال ولی الوالی البلد (والی یعنی حاکم شہر پر متصرف و حاکم ہوا)۔ ولایت بالکسر بادشاہی و بالفتح بادشاہی راندن و یاری کردن (بادشاہی کرنا۔ مدد کرنا)۔ حضرت نے اذا حرف شرط کے ساتھ ولایت کا حق ہونا فرمایا ہے تو جب ولایت و حکومت علی کو نہ پہنچے اور علی والی نہ ہوں تو وہ ولایت و حکومت حق نہ ہوگی اور خود اسی حدیث میں حذیفہ سے بیان کر دیا ہے اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ علی کا زمانہ حکومت خیر کا زمانہ ہے۔ رسول اللہ کا زمانہ خیر ہے۔ پھر اس کے بعد شر ہے۔ پھر خیر ہے جو علی کا زمانہ حکومت ہے۔ پھر شر ہے زمانہ امیر معاویہ و بنی امیہ وغیرہم۔ اس کی تائید دوسری حدیث سے جو اب بیان کی جاتی ہے ہوتی ہے۔

(۲) صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ میں ہے۔ عن ابی ذر قال قال لی رسول اللہ کیف اذا کانت علیک امراء یوخرون الصلوۃ عن وقتہا او یمیتون الصلوۃ قال قلت فما تامرنی قال صل الصلوۃ لوقتہا فان ادرکتہا معہم فصل فانہا نافلۃ لک۔ حضرت ابوذر راوی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا تو کیا کرے گا جب کہ تجھ پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر میں ڈالتے ہوں گے یا (یہ فرمایا کہ) جو نماز کو مار ڈالتے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں فرمایا نماز تو تم اس کے وقت پر پڑھ لیا کرنا پھر اگر ان حکام کے ساتھ نماز کو پانا تو (ان کے ساتھ بھی دوبارہ) نماز پڑھ لینا لیس وہ (دوسری نماز) تمہاری نماز نافلہ ہو جائے گی۔ امیر کے معنی حاکم و خلیفہ کے ہیں۔ کتب احادیث اہل سنت میں امیر بمعنی خلیفہ مستعمل بھی ہے۔ صحیح مسلم جلد صفحہ ۱۲۱ میں کتاب الامارۃ ایک مستقل باب ہے جس میں احادیث خلافت درج ہیں۔ خود حضرت ابوبکر نے امارت کا لفظ بمعنی خلافت استعمال کیا ہے (دیکھو باب ۸ نمبر ۶)۔ حضرت ابوذر نے بالاتفاق زمانہ خلافت حضرت عثمان میں انتقال کیا۔ کتاب اکمال صفحہ ۱ میں ہے۔ سکن الربذۃ الی ان مات سنۃ اثنتین وثلاثین فی خلافۃ عثمان۔ پھر ابوذر نے ربذہ میں سکونت اختیار کی یہاں تک کہ وہیں سنہ ۳۲ھ میں بزمانہ خلافت حضرت عثمان انتقال کیا۔

(۳) دلائل النبوۃ صفحہ ۲۰ میں ہے۔ عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ قال یا عبد اللہ سیلی امورکم بعدی امراء یطفئون السنۃ ویعملون بالبدعۃ

ویؤخرون الصلوۃ من مواقیتہا۔ اکمال صـ۲ ترجمہ عبد اللہ بن مسعود میں ہے۔ فمات بہا (بالمدینۃ) سنۃ اثنتین وثلاثین ودفن بالبقیع۔
عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا عنقریب میرے بعد تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جو (میری) سنت کو
بجھائیں گے اور بدعت کا اعلان کریں گے اور نمازوں کو ان کے اوقات سے تاخیر کریں گے۔ عبد اللہ بن مسعود نے مدینہ میں
سنہ ۳۲ھ میں انتقال کیا اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ اور تقریب صـ۲۱۵ میں ہے۔ مات عبد اللہ بن مسعود سنہ ۳۲ او فی التی بعدہا بالمدینۃ
عبد اللہ بن مسعود سنہ ۳۲ھ یا اس کے بعد والے سال میں مدینہ میں مرے۔

(فائدہ) نماز کے متعلق جو نمبر ۲ و ۳ کی حدیثوں میں بیان ہے اس کی مزید تشریح کے لئے تیسیر الوصول جلد ۱ صـ۱۸ و صحیح بخاری
جلد ۱ صـ۷۹ میں ہے۔ عن انس قال ما اعرف شیئا مما کان علی عہد النبی قیل الصلوۃ قال الیس صنعتم ما صنعتم فیہا۔ انس نے کہا کہ میں
کسی چیز کو اس حالت پر نہیں پاتا جو نبی کے زمانے میں تھی کہا گیا نماز (بھی؟) تو آپ نے کہا کہ کیا تم نے نماز میں وہ کچھ نہیں کیا جو کیا۔
بخاری جلد ۱ صـ۔۔ میں ہے۔ عن مطرف قال صلیت انا و عمران صلاۃ خلف علی بن ابی طالب فکان اذا سجد کبر و اذا رفع کبر و اذا نہض
من الرکعتین کبر فلما سلم اخذ عمران بیدی فقال لقد صلی بنا ہذا صلوۃ محمد او قال لقد ذکرنی ہذا صلوۃ محمدؐ۔ مطرف کا بیان ہے
کہ میں نے اور عمران نے حضرت علی کے پیچھے ایک نماز پڑھی جب آپ سجدہ کرتے تو تکبیر (باآواز بلند) کہتے اور جب سر اٹھاتے تو
تکبیر (باآواز بلند) کہتے اور جب دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر اٹھتے تو تکبیر کہہ کر اٹھتے۔ جب حضرت نے سلام کر کے نماز
ختم کی تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اس (امام یعنی حضرت علی) نے ہم کو پیغمبر صاحب کی نماز پڑھائی یا یہ کہا کہ اس نے ہم کو
پیغمبر کی نماز یاد دلادی (کہ حضرت کیونکر نماز پڑھتے تھے)۔ سنن ابن ماجہ صـ۶۶ میں ہے۔ عن ابی موسی صلی بنا علیؑ
یوم الجمل صلوۃ ذکرنا صلوۃ رسول اللہ فاما ان نکون نسیناہا واما ان نکون ترکناہا فسلم علی یمینہ و علی شمالہ۔ ابو موسی اشعری سے
روایت ہے کہ حضرت علی نے جنگ جمل کے دن ہم کو نماز پڑھائی جس سے ہم کو رسول اللہ کی نماز یاد آگئی تو ہم یا تو
رسول اللہ کی نماز بھول گئے یا ہم نے اس کو ترک کر دیا۔

(۴) کتاب ملل و نحل مصنفہ عبد الکریم شہرستانی جلد ۱ صـ۹ میں ہے۔ الخلاف الثانی فی مرضہ انہ قال جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ

من تخلف عنہ فقال قوم یجب علینا امتثال امرہ و اسامۃ قد برز من المدینۃ وقال قوم قد اشتد مرض النبی علیہ السلام فلا تسع قلوبنا المفارقۃ
والحالۃ ہذہ فنصبر حتی نبصر ما یکون من امرہ۔ دوسری مخالفت آنحضرت کی بیماری میں یہ ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ اسامہ کے لشکر کو درست کرو
(اس کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ کے لئے جاؤ) خدا لعنت کرے اس پر جو اس کے لشکر میں شامل نہ ہو تو ایک گروہ نے کہا کہ ہم پر حضرت کے
حکم کی بجا آوری واجب ہے اور اسامہ نے مدینہ سے باہر نکل کر (لوگوں کے اجتماع کے انتظار میں) قیام کیا اور ایک گروہ نے کہا کہ
حضرت کے مرض میں اشتداد ہے ہمیں حضرت کی جدائی کی تاب نہیں حالانکہ حضرت کی یہ حالت ہے ہم رکے رہیں گے (اسامہ کے لشکر میں
نہ جائیں گے) یہاں تک کہ دیکھیں حضرت کا انجام کیا ہوتا ہے۔ شرح نہج جلد ۲ صـ۲ میں کتاب سقیفہ مصنفہ ابوبکر جوہری سے منقول ہے۔
فلما افاق رسول اللہ سأل عن اسامۃ والبعث فاخبر انہم یتجہزون فجعل یقول انفذوا بعث اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہ وکرر ذلک الخ
جب حضرت کو (غشی سے) افاقہ ہوا تو اسامہ اور اس کے لشکر کا حال پوچھا کہا گیا کہ وہ تیاری کر رہے ہیں آپ فرمانے لگے کہ اسامہ کے
لشکر کو روانہ کرو خدا لعنت کرے اس پر جو اس لشکر کے ساتھ نہ جائے۔ اس کو آپ نے کئی مرتبہ فرمایا۔

اس لشکر میں کن کن لوگوں کے جانے کا حکم ہوا تھا سب گئے یا کچھ رہ گئے اور نبی کی بددعا کے مستحق بنے۔ بعضوں کا نہ جانا اور نبی کی
دعائے بد کا مستحق بننا تو عبارت ملل و نحل سے ظاہر ہے مگر زیادہ تشریح کے لئے مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ۲۰۹ و ۲۱۰ دیکھئے جس میں یہ ہے۔
حکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان مہاجرین و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذی النورین و سعد بن ابی وقاص
و ابو عبیدہ بن الجراح و غیرہم الا علی مرتضی را رضی اللہ عنہم کہ ہمراہ نہ کرد در آں لشکر ہمراہ اسامہ باشند و ایں معنی برخاطر بعضے مردم
گراں آمد۔ حضرتؐ کا حکم صادر ہوا کہ بڑے بڑے مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذی النورین و سعد بن ابی وقاص
و ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہ کے اس لشکر میں اسامہ کے ساتھ جائیں بجز علی مرتضی کے کہ ان کو ہمراہ نہ کیا اور یہ (اسامہ کی
ماتحتی میں لشکر کے ساتھ جانا) بعض لوگوں کو ناگوار گزرا (کلام صاحب مدارج ختم ہوا)۔ اسامہ نے مدینہ کے باہر مقام جرف میں قیام کیا
اور لوگ وہاں جمع ہونے لگے مگر اس اجتماع میں ایسی تاخیر ہوئی کہ کئی دن گزر گئے آخر میں اسامہ نے کوچ کا حکم دیا اور خود سوار ہونے کو تھے
کہ ان کی ماں ام ایمن نے کہلا بھیجا کہ رسول خدا نزع کی حالت میں ہیں۔ اب مدارج النبوت جلد ۲ صـ۴۱۲ میں یہ عبارت ہے۔

اسامہ بازگشت و اشراف صحابہ رضی اللہ عنہم نیز مراجعت کردند و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و امثال ایشاں رضوان اللہ علیہم خود در مدینہ مطہرہ بودند۔ اسامہ لوٹے اور اشراف صحابہ رضی اللہ عنہم بھی واپس آئے اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق اور ان کے ایسے لوگ تو مدینہ ہی میں موجود تھے (لشکر اسامہ میں گئے ہی نہ تھے)۔ فائدہ ۱: بجز علی مرتضیٰ کے اور بڑے بڑے مہاجر و انصار کا اپنے پاس مدینہ میں رہنا رسول کو اپنے آخری وقت میں گوارا نہ تھا یہاں تک کہ آپ نے ان نہ جانے والوں پر بددعا کی۔ ۲: بعض صحابہ کے دل رسول اللہ کی مفارقت کی تاب نہ لا سکتے تھے مگر ان کے دلوں کو رسول کی نافرمانی اور لعنت کے مستحق بننے اور رسول کو ایسے وقت میں اپنے سے ناراض ہو کر جانے دینے کی تاب و طاقت تھی۔ ۳: اسامہ کو رسول نے حاکم اور حضرات مذکورین کو اس کا محکوم بنایا اور اپنی حیات میں رسول نے اس کو اس عہدہ سے معزول نہیں کیا۔ اسامہ بعد وفات آنحضرت رسول اللہ کے حکم سے ان کا حاکم تھا۔ اسامہ بالاتفاق خلیفہ نہ تھا مگر اس پر خلیفہ رسول کی اطاعت فرض تھی تو اس کے تابعین اور ماتحتوں میں سے کوئی کیونکر خلیفہ ہو سکتا ہے۔ ۴: کوئی شخص رسول کے حکم سے سرتابی کرنے بددعائے رسول کا مستحق ہو کر رسول کی نیابت و خلافت کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے۔

(۵) شرح نہج جلد ۲ ص ۳۶۲ میں ہے۔ وہذا الخبر (خبر الفتنۃ) مروی عن رسول اللہ قد رواہ کثیر من المحدثین عن علی ان رسول اللہ قال لہ..... فقلت یا رسول اللہ لو بینت لی قلیلا فقال ان امتی ستفتن من بعدی فتتاول القرآن وتعمل بالرأی و تستحل الخمر بالنبیذ والسحت بالہدیۃ والربا بالبیع و تحرف الکتاب عن مواضعہ وتغلب کلمۃ الضلال فکن جلیس بیتک حتی تقلدہا فاذا قلدتہا جاشت علیک الصدور وقلبت لک الامور تقاتل ح علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ فلیس حالہم الثانیۃ بدون حالہم الاولی قلت الخ۔ یہ حدیث فتنہ رسول اللہ سے مروی ہے اس کو بہت سے محدثین نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے آپ سے فرمایا..... میں (حضرت علی) نے کہا یا رسول اللہ کسی قدر توضیح کیجئے فرمایا عنقریب میرے بعد میری امت فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی وہ قرآن کی تاویل (اپنی خواہشوں کے مطابق) کرے گی اور اپنی رائے سے عمل کرے گی نبیذ کے بہانہ خمر کو ہدیہ کے بہانہ حرام کو بیع کے بہانہ سود کو حلال کرے گی کتاب (کے معانی و مطالب) کو اس کی

جگہ سے ہٹا دے گی اور گمراہی کی باتیں غالب ہو جائیں گی۔ پس (اس وقت) تم گھر میں بیٹھ رہنا یہاں تک کہ تمہاری گردن میں اس (خلافت یا امت) کا گردن بند پہنایا جائے (تم امت کے خلیفہ و سردار بنائے جاؤ)۔ جب تم کو یہ گردن بند پہنایا جائے گا تو لوگوں کے دل تمہارے برخلاف (تمہاری عداوت سے) بھر جائیں گے اور تمہارے لئے تمام امور دگرگوں ہو جائیں گے۔ اس وقت تم تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کرو گے جیسی جنگ میں نے اس کی تنزیل پر کی ہے۔ پس ان کی یہ دوسری حالت ان کی پہلی حالت (کفر) سے کم نہ ہوگی۔ میں نے کہا الخ

(۶) حدیث خیبر یعنی لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ الخ کا منطوق مدح علی میں ہے اور مفہوم علمداران سابق کی مذمت میں ہے جیسا کہ باب دوم ۲۰ میں مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ حدیث میں یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ فعل مضارع کے ساتھ ہے اور مضارع دوام و استمرار (ہمیشگی) پر دلالت کرتا ہے تو معنی حدیث یہ ہوئے کہ یہ دونوں صفتیں (محب خدا و رسول ہونا اور محبوب خدا و رسول ہونا) اس کے لئے اس وقت بھی ثابت ہیں اور آئندہ بھی ہمیشہ ثابت رہیں گی۔ یہ تو منطوق حدیث کے معنی ہوئے اور مفہوم حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ سابق علمداروں میں یہ دونوں صفتیں نہ اس وقت ہیں نہ آئندہ ہوں گی۔ سابق علمداروں کے نام بھی باب دوم حدیث ۲۰ میں مذکور ہیں۔

(۷) ازالۃ الخفا مقصد اول ص ۱۹۹ میں ہے۔ عن حذیفۃ بن الیمان عن ابی بکر اما حضر ذلک حذیفۃ من النبی مع ابی بکر و اما حدثہ ابوبکر عن النبی قال الشرک اخفی فیکم من دبیب النمل قال ابوبکر یا رسول اللہ وہل الشرک الا ما عبد من دون اللہ او ما دعی مع اللہ قال ثکلتک امک الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الخ و عن معقل بن یسار قال انطلقت مع ابی بکر الصدیق الی النبی فقال یا ابا بکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابوبکر وہل الشرک الا من جعل مع اللہ الہا آخر فقال النبی والذی نفسی بیدہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الخ نبی سے حذیفہ نے بتوسط حضرت ابوبکر یا بے واسطہ نقل کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے حضرت ابوبکر نے کہا اے رسول خدا شرک تو یہی ہے نہ کہ غیر خدا کی عبادت کی جائے یا اللہ کے ساتھ دوسرے کو ملا کر عبادت کی جائے فرمایا تیری ماں تجھ کو روئے شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے۔ اور معقل بن یسار کہتا ہے کہ میں ابوبکر صدیق کے ساتھ رسول اللہ کے پاس گیا رسول اللہ نے فرمایا اے ابوبکر شرک تم لوگوں میں

چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ابوبکرؓ نے کہا شرک اسی کو کہتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی معبود سمجھیں حضرتؐ نے فرمایا اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے۔

(۸) موطائے امام مالک ص۱۷۲ و ۱۷۳ میں ہے۔ مالک عن ابی النضر مولی عمر بن عبید اللہ انہ بلغہ ان رسول اللہ قال لشہداء احد ہولاء اشہد علیہم فقال ابوبکر الصدیق یا رسول اللہ السنا باخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاہدنا کما جاہدوا فقال رسول اللہ بلی ولا ادری ما تحدثون بعدی قال فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال أ انا لکائنون بعدک۔ مالک ابوالنضر غلام عمر بن عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ بہ تحقیق اس کو یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہؐ نے شہدائے احد کے لئے فرمایا کہ میں ان لوگوں پر (ان کے انجام بخیر ہونے کی) گواہی دیتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں ہم بھی اسلام لائے جیسے وہ اسلام لائے اور ہم نے بھی جہاد کیا جس طرح انہوں نے جہاد کیا حضرتؐ نے فرمایا ہاں لیکن مجھے یہ تو نہیں معلوم ہے کہ تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے (یعنی تمہارا انجام بخیر ہوگا مجھے معلوم نہیں)۔ یہ سن کر ابوبکر روئے اور پھر روئے (بہت روئے) پھر کہا کیا ہم لوگ آپ کے بعد (زندہ) رہیں گے۔ فائدہ ۱: معلوم ہوا کہ صرف صحابی ہونا ممدوح ہونے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ انجام بخیر نہ ہو۔

۲: توضیح۔ احداث کے کیا معنی ہیں۔ حدوث مصدر لازم اور احداث مصدر متعدی ہے۔ صراح میں ہے حدوث شدن چیزے کہ نبودہ باشد یقال حدث امر ای وقع۔ ایسی چیز کا جو نہ رہی ہو ہو جانا۔ جب کوئی امر واقع ہو جائے تو حدث امر کہا جاتا ہے۔ پس احداث کے معنی یہ ہوئے کہ ایسی چیز یا امر کا جو نہ رہا ہو۔ احداث اصطلاح شرع میں دین میں تبدیلی یا تغیر کرنے یا دین اسلام چھوڑ کر پہلے کفر کی طرف پلٹ جانے کا نام ہے۔ حوض کوثر سے بعض صحابہ اور بعض امت کے ہٹائے جانے کے متعلق جو حدیثیں ہیں ان میں حوض سے ہٹائے جانے کی وجہ کہیں لفظ احداث سے بیان کی گئی ہے کہیں لفظ تبدیل سے کہیں لفظ تغیر سے کہیں لفظ ارتداد سے۔ دیکھو صحیح مسلم جلد ۱ ص۱۱۴ و ۱۱۵ و مسلم جلد ۲ ص۲۸۳، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷ و صحیح بخاری جلد ۲ ص۳۲ و ۱۵۹ و جلد ۳ ص۷۹ و جلد ۴ ص۸۷، ۸۴ و ۱۳۶۔ حضرت ابوبکرؓ نے بعد رسولؐ کیا احداث کیا آئندہ باب ہشتم میں دیکھئے۔

(۹) مشکوٰۃ جلد اول ص۲۸ میں ہے۔ وعن جابر عن النبی حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضہا فقال امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاریٰ لقد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی۔ رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان اور جلد اول ص۲۹ میں ہے۔ عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ہذہ النسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللہ یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجہ رسول اللہ فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی۔ رواہ الدارمی۔ احمد اور بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نبیؐ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم یہود سے بہت سی باتیں سنتے ہیں جو ہم کو اچھی معلوم ہوتی ہیں آپ کی کیا رائے ہے کہ ہم ان میں سے کچھ لکھ لیں تب حضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم بھی متحیر ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ متحیر ہو گئے ہیں۔ میں تمہارے پاس روشن اور پاکیزہ شریعت لایا ہوں اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کرنے کے سوا اور کوئی گنجائش نہ ہوتی اور دارمی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رسول اللہؐ کے پاس توریت میں سے کچھ لکھ کر لائے اور کہا یا رسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے حضرتؐ خاموش رہے اور عمر پڑھنے لگے اور رسول اللہؐ کا چہرہ (غصہ سے) متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم کو رونے والی عورتیں روئیں رسول اللہؐ کا چہرہ نہیں دیکھتے۔ (اب) حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے چہرہ کی طرف نظر کی تو کہا میں خدا و رسول کے غیظ و غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں اللہ کے رب اور اسلام کے دین اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہوا پس رسول اللہؐ نے فرمایا اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ تم لوگوں کے لئے ظاہر ہوں اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھ کو چھوڑ دو تو تم ضرور راہ راست سے بھٹک جاؤگے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔

فوائد۔ اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں ۱: حضرت عمرؓ کو توریت سے ایک خاص محبت تھی ۲: رسول اللہؐ سے یہود کی باتوں کے لکھنے کی اجازت مانگی رسولؐ نے اجازت نہ دی بلکہ منع کیا ۳: اس پر بھی حضرت عمر توریت کا کچھ حصہ لکھ کر لائے ۴: رسول اللہؐ ان کی اس الفت توریت سے اور اس کو لکھ کر لانے اور پڑھنے سے غضبناک ہوئے ۵: یہ فعل ان سے ایسا سرزد ہوا کہ پھر ان کو

خدا کی ربوبیت اسلام کے دین اور محمد کی نبوت کے لئے اپنی رضامندی ظاہر کرنی پڑ ہی پا پہلے کہ پھران چیزوں کا اقرار کیا گیا۔
اس رضامندی کے ظاہر کرنے کے بعد رسول اللہ نے ان کے اس اظہار و بیان کو قبول کیا یا نہیں اور ان سے راضی ہوئے یا نہیں
الفاظ حدیث اس کے متعلق ساکت ہیں۔ حضرت نے فرمایا بھی تو۔ کہ اگر مومن ظاہر ہوں (اخرتک) مگر غور کرنے کیلئے یہی فرمودہ رسول کافی ہے۔

(۱۰) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۵۲۶ وسنن ابن ماجہ ص ۲۹۷ میں ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرو العاص عن رسول اللہ انہ قال اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم ای قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف نقول کما امرنا اللہ قال رسول اللہ او غیر ذالک تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغضون او نحو ذالک ثم تنطلقون فی مساکین المهاجرین فتجعلون بعضهم علی رقاب بعض۔
نبی نے فرمایا جس وقت فارس اور شام کے خزانے تمہارے لئے کھل جائیں گے تم کیسی قوم ہوگی۔ عبد الرحمن بن عوف نے کہا ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے ہم کو حکم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا یا اس کے برعکس تم دنیا کی طرف رغبت کروگے آپس میں حسد کروگے ایک دوسرے سے منہ پھیروگے اور باہم بغض رکھوگے پھر مسکین مہاجرین کی طرف جاؤگے پس ان میں سے بعض کو بعض کی گردنوں پر سوار کردوگے۔ (فائدہ) فتح فارس و روم (شام) کے وقت کی حالت پیغمبر خدا نے ظاہر فرمادی کہ تم اس وقت مطیع خدا و رسول نہ رہوگے بلکہ تم میں یہ صفات ہوں گی جو مومنین کی صفات نہیں ہیں۔ فارس اور شام حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں مفتوح ہوئے۔

(۱۱) کنز العمال جلد ۱ ص ۲۴۶ ومسند احمد جلد ۱ ص ۳ میں ہے۔ عن ابی بکر ان النبی بعثه ببراءة لاهل مكة لا يحج بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان ولا يدخل الجنة الا نفس مسلمة من كان بينه وبين رسول الله مدة فاجله الى مدته والله برئ من المشركين ورسوله قال فسار بها ثلاثا ثم قال لعلي الحقه فرد ابابكر وبلغها انت ففعل قال فلما قدم على النبي ابوبكر قال يا رسول الله حدث فی شئی قال ماحدث فيك الا خير ولكن امرت ان لا يبلغه الا انا او رجل منی۔ حضرت ابوبکر کا بیان ہے کہ نبی نے ان کو سورہ براءت (کی چند آیتیں) دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا (کہ وہاں اعلان کردیں) کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ کعبہ کا طواف نہ کرے اور بہشت میں صرف مسلمان شخص جائے گا جس کے اور رسول کے

درمیان (معاہدہ کی رو سے) مدت ہے تو میعاد اس کی اس کی مدت تک ہے اور اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔
راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر براءت لے کر تین منزل گئے تھے کہ آنحضرت نے حضرت علی سے کہا ابوبکر سے جاکر (راہ میں) ملو اور ان کو واپس کرو اور تم خود براءت کو پہنچاؤ۔ پس علی نے ایسا ہی کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر واپس آئے تو کہا یا رسول اللہ مجھ میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے فرمایا خیر کے سوا کچھ نہیں لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس کو یا میں خود پہنچاؤں یا وہ جو مجھ سے ہے۔
(فائدہ) ۱؎ براءۃ پورا سورہ نہ تھا صرف ابتدائی دس آیتیں تھیں جیسا کہ مسند احمد جلد ۱ ص ۲۱۵ میں حضرت علی سے منقولہ روایت میں ہے۔ ۲؎ جب صرف دس آیتوں کی تبلیغ کے قابل علی کے سوا کوئی نہ تھا خواہ حضرت ابوبکر ہوں یا کوئی اور تو پورے قرآن کی تبلیغ (خلافت) کے قابل کوئی کیونکر ہو سکتا ہے۔ ۳؎ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر راستہ ہی سے واپس لئے گئے اور یہ کہنا کہ تبلیغ براءت سے معزول کئے گئے لیکن حاجیوں کی سرداری پر قائم رہے اور لوگوں نے حج ان کی سرداری میں کیا غلط ہے۔
۴؎ یہ کہنا بھی کہ عرب کا دستور تھا کہ معاہدہ کو صاحب معاہدہ یا اس کا خاص عزیز قریب فسخ کرتا تھا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ معاہدے کے برقرار رہنے کی تصریح موجود ہے اور تبلیغ براءۃ فسخ معاہدہ کے لئے نہیں تھی۔ نہ حضرت رسول نے اس وجہ کو حضرت ابوبکر سے کہا نہ حضرت ابوبکر نے جاتے وقت اس وجہ کو بیان کرکے جانے سے انکار کیا اور نہ معزولی کے بعد حضرت ابوبکر کو اس وجہ کا خیال تھا ورنہ معزولی کی اس وجہ سے ان کو تسکین ہوجاتی اور رسول سے پوچھنے کی نوبت نہ آتی۔ حضرت ابوبکر کا یہ کہنا کہ مجھ میں کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے اور رسول کا یہ جواب کہ مجھ کو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ میں خود پہنچاؤں یا وہ جو مجھ سے ہو صاف ظاہر کرتا ہے کہ معزولی کی یہ وجہ جو بیان کی جاتی ہے اس کا دونوں حضرات کو گمان بھی نہ تھا۔ حضرت ابوبکر کے بھیجنے کے وقت تمام صحابہ کی خاموشی بھی یہی کہتی ہے کہ اس زمانہ میں اس وجہ کا کسی کو خیال بھی نہ تھا یہ وجہ بعد میں پیدا کی گئی ہے۔ ۵؎ رسول اللہ نے حکم خدا ہی سے بھیجا تھا اور حکم خدا ہی سے معزول بھی کیا اس کی حکمت فائدہ ۲؎ میں مذکور ہے۔

(۱۲) خصائص نسائی ص ۸ وکنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۵ میں ہے۔ عن علی قال جاء النبی اناس من قریش فقالوا یا محمد انا جیرانک وحلفاؤک

وان عبیدنا قد اتوک لیس بہم رغبۃ فی الدین ولا رغبۃ فی الفقہ انما فروا من ضیاعنا واموالنا فارددہم الینا فقال لابی بکر ما تقول قال صدقوا انہم لجیرانک وحلفاؤک فتغیر وجہ النبی ثم قال لعمر ما تقول قال صدقوا انہم لجیرانک وحلفاؤک فتغیر وجہ النبی ثم قال یا معشر قریش واللہ لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم امتحن اللہ قلبہ للایمان فیضربکم علی الدین او یضرب بعضکم قال ابوبکر انا ہو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا ہو یا رسول اللہ قال لا ولکن ذلک الذی یخصف النعل وقد کان اعطی علیا نعلہ یخصفہا ۔ امام نسائی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا نبی کے پاس قریش کے کچھ لوگ آئے اور کہا اے محمد ہم آپ کے ہمسایہ اور ہم عہد ہیں ہمارے کچھ غلام آپ کے پاس آ گئے ہیں جن کو نہ دین (اسلام) سے رغبت ہے نہ فقہ سے کچھ کام ۔ وہ سب صرف ہماری زمین اور اموال چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں (کہ ان کو ہمارا کام نہ کرنا پڑے) پس آپ ان کو ہمیں واپس کر دیں ۔ حضرت نے ابوبکر سے پوچھا تم کیا کہتے ہو انھوں نے کہا یہ سچ کہتے ہیں یہ آپ کے ہمسایہ اور ہم عہد ہیں ۔ پس (یہ سن کر) آپ کا چہرہ (غصہ سے) متغیر ہو گیا ۔ پھر عمر سے کہا تم کیا کہتے ہو عمر نے (بھی یہی) کہا کہ یہ سچ کہتے ہیں یہ آپ کے ہمسایہ اور ہم عہد ہیں اس پر نبی کا چہرہ (اور بھی) متغیر ہو گیا ۔ پھر نبی نے فرمایا اے گروہ قریش خدا کی قسم خدا تم لوگوں پر تمھیں میں سے ایسے شخص کو بھیجے گا جس کے دل کا امتحان اس نے ایمان کے بارہ میں کر لیا ہے ۔ وہ یقیناً تم کو دین پر مارے گا یا (یہ کہا کہ) تمھارے بعض کو (دین پر مارے گا) ۔ حضرت ابوبکر بولے کیا وہ شخص میں ہوں فرمایا نہیں حضرت عمر نے کہا کیا وہ شخص میں ہوں فرمایا نہیں لیکن یہ وہ شخص ہے جو (مری) کفش کی مرمت کر رہا ہے اور اس وقت آپ نے اپنی کفش حضرت علی کو دی تھی اور وہ مرمت کر رہے تھے ۔ (فائدہ) ۱ حضرت ابوبکر نے کفار کے اس قول کی (کہ ہم ہمسایہ و ہم عہد ہیں یہ لوگ جو بھاگ آئے ہیں در اصل اسلام کی طرف راغب نہیں ہیں) تصدیق کی جس سے رسول اللہ کو غصہ آ گیا ۔ ۲ حضرت عمر نے اس غضب رسول کی کچھ پروا نہ کی اور خود بھی قول کفار کی تصدیق کی ۔ ۳ رسول اللہ نے فرمایا خدا تم پر ایسے شخص کو بھیجے گا جس کے قلب کا امتحان اس نے ایمان کے متعلق کر لیا ہے یعنی جو خدا کے نزدیک مومن ہے ۔ ۴ قول کفار کی تصدیق اور رسول کو غضبناک کرنے کے باوجود یہ دونوں حضرات اپنے کو اس صفت کا اہل سمجھے ۔ ۵ رسول اللہ نے فرمایا کہ

وہ شخص تم دونوں نہیں ہو (خدا نے ایمان کے متعلق تمھارے قلب کا امتحان نہیں کیا ہے) ۔

(۱۳) شرح نہج جلد ۱ ص ۵۹ و تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۲۹۶ میں ہے ۔ والنبی داخل الدار یوحی الیہ فسمع کلامہم فخرج حتی اتی عمر فاخذ بمجامع ثوبہ وحمائل سیفہ وقال ما انت بمنتہ یا عمر حتی ینزل اللہ بک من الخزی والنکال ما انزل اللہ بالولید بن المغیرۃ ۔ آنحضرت گھر کے اندر تھے آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی آپ نے (باہر کے) لوگوں کا کلام سنا تو نکلے یہاں تک کہ حضرت عمر کے پاس آئے ان کا دامن اور تلوار کے قبضہ کو پکڑ لیا اور کہا اے عمر تم باز نہ آؤ گے یہاں تک کہ خدا تم پر (رسوائی اور) عذاب میں سے وہ نازل کرے جو اس نے ولید بن مغیرہ پر نازل کیا ۔ اور سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۱۲ میں ہے ۔ ونہض الیہ (الی عمر بن الخطاب) رسول اللہ حتی لقیہ بالحجرۃ فاخذ بحجزتہ او بمجمع ردائہ ثم جبذہ جبذۃ شدیدۃ وقال ما جاء بک یا ابن الخطاب فواللہ ما اری ان تنتہی حتی ینزل اللہ بک قارعۃ ۔ رسول اللہ اٹھ کر عمر کی طرف چلے اور ان کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچا اور کہا کہ اے خطاب کے بیٹے تم کیوں آئے ہو خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ تم باز آنے والے نہیں ہو جب تک کہ خدا تم پر بجلی نہ گرائے ۔ (فائدہ) ۱ آپ نے حضرت عمر کے باز آنے کے وقت کو محدود و معین کر دیا کہ جب تم پر بجلی گرے یا جب تم پر وہی نازل ہو جو ولید پر نازل ہوا اور جب تم پر وہ نازل ہو جائے گا یا بجلی گرے گی تب تم باز آؤ گے ۔ ۲ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر پر نہ بجلی گرائی نہ وہ نازل کیا جو ولید پر نازل کیا تھا تو حضرت عمر اپنی حرکات اور افعال سے کیونکر باز آ سکتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ نے کہا ہے ۔ زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے بعد ان باتوں کو چھپا کر کرتے رہے جن کو اب تک وہ کھلم کھلا کرتے تھے ۔

(۱۴) سنن ابن ماجہ ص ۲۵ میں ہے ۔ عن ابی امامۃ الباہلی قال قال رسول اللہ لا تذہب الایام واللیالی حتی تشرب فیہا طائفۃ من امتی الخمر یسمونہا بغیر اسمہا ۔ ابو امامہ باہلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ایام و لیالی (زیادہ) نہ گزریں گے یہاں تک کہ میری امت سے ایک گروہ خمر (شراب) پیئے گا اور اس کو غیر خمر (غیر شراب) کے نام سے پکارے گا ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۰ کے حاشیہ ۳ میں ہے یسمونہا بغیر اسمہا کالنبیذ والمثلث والمعازف ۔ اس کا دوسرا نام رکھیں گے جیسے نبیذ و مثلث و معازف ۔ امام غزالی احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۶۵ میں اور علامہ ابن حجر صواعق ص ۶۲ میں حال وفات

حضرت عمر میں لکھتے ہیں۔ فاتی نبیذ فشربہ فخرج من جوفہ۔ نبیذ لائی گئی اور آپ (حضرت عمر) نے اس کو پیا مگروہ پیٹ کے
زخم سے خارج ہوگئی۔ کتاب امامت وسیاست حصہ اول ص۱۸ میں ہے۔ فاتاہ الطبیب فقال ای الشراب احب الیک
فقال النبیذ فسقوہ نبیذا فخرج من بعض طعناتہ۔ ان کے پاس طبیب آیا اور اس نے پوچھا آپ کو کون سی شراب زیادہ مرغوب ہے
فرمایا نبیذ لوگوں نے آپ کو نبیذ پلایا مگروہ بعض زخم سے نکل گئی۔ (فائدہ) معلوم ہوا کہ نبیذ سے آپ کو معمولاً ہمیشہ شغل
رہتا تھا اور وہ تمام شراب یا شربت سے زیادہ مرغوب تھی۔ نبیذ کے متعلق منتخب اللغات میں ہے نبیذ فقاع بالضم و
تشدید قاف۔ شراب خرما وجو و آبے کہ از حبوب وجز آں گیرند۔ نبیذ فقاع یعنی شراب خرما وجو کو کہتے ہیں اور اس آب کو جو
حبوب (دانہ) وغیرہ سے لیا جائے۔ معلوم ہوا کہ نبیذ یعنی فقاع شراب خرما وجو کو کہتے ہیں۔ گو حنفیہ تبدیل اسم اور واقعہ مذکورہ کی
وجہ سے اس کو حلال جانیں مگروہ امام شافعی کے نزدیک حرام ہے چنانچہ امام غزالی کتاب احیا جلد۴ ص۱۳۰ میں لکھتے ہیں۔
وقال الشافعی اذا شرب الحنفی النبیذ حددتہ ولم ارد شہادتہ فقد جعلہ کبیرۃ بایجاب الحد ولم یرد بہ الشہادۃ۔ امام شافعی نے
کہا ہے جب حنفی نبیذ پئے تو میں اس پر حد شرع جاری کروں گا مگر اس کی گواہی (اگر وہ کسی معاملہ میں گواہی دے) رد نہ کروں گا
لیس انھوں (امام شافعی) نے حد کے واجب کرنے سے شرب نبیذ کو گناہ کبیرہ قرار دیا اور اس سے اس کی گواہی رد نہیں کی۔
(۱۵) صحیح مسلم جلد۲ ص۳۹۸ میں ہے۔ عن حذیفۃ قال کنا عند عمر فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ فی الفتنۃ کما قال قال فقلت انا
قال انک لجری وکیف قال قال قلت سمعت رسول اللہ یقول فتنۃ الرجل فی اہلہ ومالہ ونفسہ وولدہ وجارہ یکفرہا الصیام
والصلوۃ والصدقۃ والامر بالمعروف والنہی عن المنکر فقال عمر لیس ہذا ارید انما ارید التی تموج کموج البحر قال فقلت
مالک ولہا یا امیر المومنین ان بینک وبینہا بابا مغلقا قال افیکسر الباب ام یفتح قال قلت لا بل یکسر قال ذالک احری ان
لا یغلق ابدا قال فقلنا لحذیفۃ ہل کان عمر یعلم من الباب قال نعم کما یعلم ان دون غد اللیلۃ انی حدثتہ حدیثا لیس بالاغالیط
قال فہبنا ان نسأل حذیفۃ من الباب فقلنا لمسروق سلہ فسألہ فقال عمر۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمر کے پاس تھے
کہ آپ نے کہا تم میں سے کس کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ کی حدیث اس طرح یاد ہے جس طرح حضرت نے فرمایا (یعنی لفظ بلفظ)۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے لفظ بلفظ یاد ہے۔ حضرت عمر نے کہا تم یقیناً (اس کے بیان کرنے میں) دلیر ہو (تم کو کچھ بھی خوف نہیں آیا) کیونکر
فرمایا ہے۔ حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی کے لئے فتنہ اس کے اہل ومال ونفس واولاد وہمسایہ میں ہے (مگر)
روزہ ونماز وصدقہ وامر بالمعروف ونہی عن المنکر سے اس (فتنہ) کی تلافی ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر نے کہا میں اس فتنہ کو نہیں
پوچھتا ہوں میں تو صرف اس فتنہ کو پوچھتا ہوں (جس کی تلافی نہ ہو سکے گی) جو دریا کی موج کی طرح موجزن ہوگا (پھیلے گا اور عام ہوگا)
حذیفہ نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند کیا ہوا دروازہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا تو وہ دروازہ توڑا جائے گا
یا کھولا جائے گا۔ حذیفہ نے کہا کہ میں نے یہ جواب دیا کہ نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ آپ نے کہا وہ اس قابل ہے کہ کبھی بند نہ کیا جائے۔
راوی کہتا ہے کہ میں نے حذیفہ سے پوچھا کہ آیا حضرت عمر جانتے تھے کہ (فتنہ کا) دروازہ کون شخص ہے۔ کہا ہاں جیسے وہ یہ جانتے تھے کہ کل سے پہلے
رات ہے میں نے ان سے ایسی بات بیان کی ہے جو غلطی میں ڈالنے والی نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم کو حذیفہ سے یہ پوچھتے ہوئے
خوف معلوم ہوا کہ (اس فتنہ کا) دروازہ کون ہے ہم نے مسروق سے کہا کہ تم حذیفہ سے پوچھو اس نے پوچھا تو حذیفہ نے کہا
(اس فتنہ کا دروازہ خود حضرت) عمر ہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری جلد۱ ص۶۸ و۱۶۵، ۲۱۳ وجلد۲ ص۱۸۲ وجلد۴ ص۱۲۰ اور
سنن ابن ماجہ ص۲۹۲ میں ذرا سے اختلاف الفاظ کے ساتھ منقول ہے مگر مطلب سب کا یہی ہے جو بیان ہوا۔
اس فتنہ عظمی کے متعلق جو دریائے مواج کی طرح موجزن ہوگا رسول اللہ کی حدیث حضرت عمر کو لفظ بلفظ یاد تھی
صرف دریافت کرتے تھے کہ تم میں سے بھی کسی کو لفظ بلفظ یاد ہے یا نہیں۔ حذیفہ نے کہا ہاں لفظ بلفظ یاد ہے اور ایک حدیث
معمولی فتنہ کے متعلق بیان کردی۔ حضرت عمر نے کہا کہ میں اس کو نہیں پوچھتا فتنہ عظمیٰ کے متعلق پوچھتا ہوں۔ یہ حدیث
(فتنہ عظمی کے متعلق) کچھ اس عنوان وانداز سے وارد ہوئی ہوگی کہ اس کے متعلق حضرت عمر کے سامنے اس کے یاد رکھنے کی خبر دینا
ہی ایک جرأت ودلیری کا کام ہے لیکن حذیفہ نے دیکھ کر کہ یہ پہلے ہی سے ڈرا چکے ہیں کہ تم بڑے دلیر ہو اس فتنہ عظمی کے
متعلق حدیث رسول لفظ بلفظ تو کیا بلکہ بالکل ہی بیان نہ کی اور اپنی حفاظت نفس کے لئے خود یہ کہہ دیا مالک ولہا
الی قولہ بابا مغلقا اور حضرت عمر نے پھر حدیث کے الفاظ بیان کرنے پر اصرار بھی نہیں کیا اس لئے کہ وہ الفاظ حدیث خود حضرت عمر کو یاد تھے

اور غرض ان الفاظ کے معلوم کرنے سے نہ تھی لیکن فتنہ عظمیٰ کی حدیث کچھ ایسے انداز کی تھی کہ حاضرین کو شوق پیدا ہوا اور انھوں نے چاہا کہ اگر حذیفہ پوری حدیث لفظ بلفظ نہ بیان کریں تو کم سے کم اس (فتنہ) کے دروازہ کو بتا دیں۔

صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ میں ہے۔ قلنا فعلم عمر من تعنی قال نعم کما ان دون غد اللیلۃ و ذلک انی حدثتہ حدیثاً لیس بالاغالیط۔ ہم نے کہا حضرت عمر سمجھے کہ (باب فتنہ عامہ سے) تمھاری مراد کون شخص ہے۔ کہا ہاں جیسے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کل کے پہلے رات ہے اور یہ اس لئے کہ میں نے ان سے حدیث صحیح بیان کی۔ معلوم ہوا کہ باب الفتنہ ہونا کوئی امر ممدوح نہیں ہے ورنہ اس طرح اشارہ وکنایہ میں بیان نہ کرتے اور نہ لوگوں کو اس طرح حذیفہ سے پوچھنے اور ان سے اقرار کرانے کی ضرورت پڑتی۔

غرض رسول اللہؐ نے ایک فتنہ کی خبر دی ہے جو دریا کی طرح موجزن (پھیلنے والا سب کو گھیرنے والا) ہوگا اور حضرت عمر کو اس فتنہ کا دروازہ قرار دیا ہے۔ دروازہ سے گھر کے اندر آدمی پہنچتا ہے اور دروازہ ہی (اگر بند ہو تو) اندر جانے سے روکتا ہے۔ حضرت عمر کی ذات سے اس فتنہ عظمیٰ تک رسائی ہوگی اور اگر حضرت عمر چاہیں گے تو لوگوں کو اس فتنہ تک پہنچنے سے روک سکیں گے۔ وہ فتنہ عظمیٰ کیا تھا اور کیونکر حضرت عمر نے لوگوں کو اس تک پہنچایا۔ پس پہلے یہ ذہن نشین کرا لینا چاہئے کہ سب سے بڑا فتنہ (بقول ملل ونحل جلد ۱ صفحہ ۸) وہ ہے جس سے اسلام کی قوت متحدہ منتشر ہو کر خانہ جنگی شروع ہوئی جس سے اسلام کے ۷۳ فرقے ہو کر ۷۲ گمراہ ہو گئے اور حدیث مشہور بین الفریقین کی تصدیق ہو گئی۔

رسول اللہؐ نے اپنے مرض موت میں اس خیال سے کہ امت متفرق ہو کر گمراہ نہ ہو ایک تدبیر سوچ کر اس پر عمل کرنا چاہا تھا لیکن (اس موت کی بیماری میں) ان کو مجبور دیکھ کر لوگوں نے اس تدبیر پر عمل کرنے سے حضرت کو باز رکھا۔ وہ باز رکھنے والے پہلے حضرت عمر اور پھر ان کے ہم خیال اصحاب تھے مفصلاً باب ہشتم میں مذکور ہے یہاں پر اس فتنہ عظیمہ کے سمجھنے کے لئے مجملاً ذکر کیا گیا۔

دوسرا کام حضرت عمر نے بعد وفات رسول اللہؐ ایسا کیا جس کو بقول ان کے خود رسول اللہؐ نے نہ کیا تھا۔ اس سے بھی اس فتنہ عظمیٰ کی بنیاد پڑی اور مسلمانوں میں ایسی خانہ جنگی قائم ہوئی کہ پناہ بخدا۔ وہ کام رسول اللہؐ کے جانشین کا تقرر و انتخاب ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ میں زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر کا قول اس طرح مروی ہے۔ فان استخلف فقد استخلف من ہو خیر منی یعنی ابابکر وان اترککم فقد ترککم من ہو خیر منی رسول اللہ۔ صفحہ ۱۰۹ میں ہے وانی لئن لا استخلف فان رسول اللہ لم یستخلف وان استخلف فان ابابکر قد استخلف۔ دونوں کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں جانشین مقرر نہ کروں تو بھی کوئی حرج نہیں رسول اللہؐ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور اگر مقرر کردوں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ ابوبکر نے اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت عمر ہی نے حضرت ابوبکر کو سقیفہ بنی ساعدہ میں چلنے پر آمادہ کیا وہاں پہنچ کر اختلاف و شور و غل کے بعد بغیر حاضرین کے صلاح و مشورے کے سب سے پہلے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی اس کے بعد دو مردوں نے بیعت کی جیسا کہ باب ہشتم میں آئے گا۔ اس طرح حضرت عمر خلافت حضرت ابوبکر کے بانی ہوئے اگر حضرت عمر رسول اللہؐ کے خلاف بعد رسول تقرر خلیفہ و انتخاب خلیفہ کی بنیاد نہ ڈالتے اور بقول ان کے جس حالت میں رسول لوگوں کو چھوڑ گئے تھے وہ بھی اسی حالت میں رہنے دیتے تو یہ حالت نہ ہوتی جس کو علامہ شہرستانی کتاب ملل ونحل جلد ۱ صفحہ ۸ میں یوں لکھتے ہیں۔ واعظم خلاف بین الامۃ خلاف الامامۃ اذ ما سل سیف فی الاسلام علی قاعدۃ دینیۃ مثل ما سل علی الامامۃ فی کل زمان۔ سب سے بڑا اختلاف امت کے درمیان امامت کا اختلاف ہے اس لئے کہ اسلام میں کسی قاعدہ دینیہ پر ایسی خانہ جنگی نہیں ہوئی اور تلوار نہیں چلی جیسی کہ ہر زمانہ میں امامت پر خانہ جنگی ہوئی اور تلوار چلی۔

(فائدہ) رسول اللہؐ نے جہاں ایک فتنہ عظیمہ کی خبر دی ہے جو بحر مواج کی طرح موجزن ہوگا وہاں ایک سفینہ (جہاز) بھی بتا گئے ہیں جو سفینہ نوح کی طرح اس فتنہ عظیمہ کے طوفان سے نجات کا ذریعہ اور سبب ہوگا۔ دیکھو باب دوم حدیث ۲۔

(۱۹) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ میں ہے قال انہ قد کان فی ما مضی قبلکم من الامم محدثون وانہ ان کان فی امتی ہذہ منہم فانہ عمر بن الخطاب۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۰ میں ہے انہ کان یقول قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منہم احد فان عمر بن الخطاب منہم قال ابن وہب تفسیر محدثون ملہمون۔ آنحضرت نے فرمایا کہ گزشتہ امتوں میں محدث ہوئے ہیں اور اس امت میں اگر ان محدثین میں کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔ عبداللہ بن وہب (راوی حدیث) نے محدثون کو مشدد کر کے اس کو ملہمون کے معنی میں بتایا ہے۔

اس باب کی حدیث ۱ و ۲ و ۳ و ۵ و ۸ و ۱۰ و ۱۳ ۱۵۱ اور باب ہشتم ۱۲ کے دیکھنے کے بعد بخاری و مسلم کی ان مذکورہ حدیثوں کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ محدثون بلا تشدید احداث سے ہے جس کے معنی ۳ میں بیان ہو چکے اور راوی حدیث نے محدث کو مشدد کر دیا ہے اور راوی کی تحریف پر دلیل اسی باب کی حدیث ۳ ہے جس میں پیغمبر نے حضرت ابوبکر اور ان کے امثال سے جن میں حضرت عمر سب سے اول ہیں فرمایا ولا ادری ما تحدثون بعدی اور میں نہیں جانتا کہ تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے اور اس میں کچھ شک ہی نہیں کہ اس قول رسول میں احداث فی الدین ہی مراد ہے۔

باب ہشتم۔ حضرات خلفاء ثلاثہ کے مناقب خود ان کی زبان اور ان کے افعال سے بروایت اہل سنت۔

(۱) تفسیر در منثور سیوطی جلد ۵ ص ۱۸۵ میں ہے۔ فقال حذیفۃ لقد رایتنی لیلۃ الاحزاب ونحن مع رسول اللہ فکان رسول اللہ یصلی من اللیل فی لیلۃ باردۃ ما قبلہ ولا بعدہ برد کان اشد منہ فحانت منی التفاتۃ فقال الا رجل یذہب الی ہولاء فیأتینا بخبرہم جعلہ اللہ معی یوم القیامۃ قال فما قام منا انسان قال فسکتوا ثم عاد فسکتوا ثم قال یا ابابکر فقال استغفر اللہ و رسولہ ثم قال ان شئت ذہبت فقال یا عمر فقال استغفر اللہ و رسولہ ثم قال یا حذیفۃ فقلت لبیک فقمت حتی اتیت الخ۔ حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ لیلۃ الاحزاب (غزوہ خندق کی رات) میں ہم سب رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ حضرت رات میں نماز شب پڑھتے تھے۔ وہ رات ایسی سرد تھی کہ اس سے سخت سردی اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی نہیں پڑی پس حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کوئی مرد ایسا ہے جو جا کر ان مشرکین کی خبر لائے خدا قیامت کے دن اس کو میرے ساتھ جگہ دے گا۔ حذیفہ نے کہا کہ کوئی نہ اٹھا اور سب خاموش رہے۔ دوبارہ آپ نے فرمایا اور پھر سب چپ رہے۔ پھر ابوبکر کا نام لے کر کہا اے ابوبکر (تم جاؤ گے)۔ ابوبکر نے کہا میں خدا اور اس کے رسول سے معافی چاہتا ہوں (مجھے معاف رکھئے نہ بھیجئے)۔ حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو جاؤ (اور یہ مرتبہ حاصل کرو)۔ پھر عمر کا نام لے کر کہا اے عمر (تم جاؤ گے)۔ عمر نے کہا میں خدا اور اس کے رسول سے معافی چاہتا ہوں (مجھے معاف رکھئے نہ بھیجئے)۔ پھر حضرت نے فرمایا اے حذیفہ (تم جاؤ گے)۔ میں نے عرض کیا (ہاں بسر و چشم) حاضر ہوں پس میں اٹھا اور رسول اللہ کے پاس آیا۔ یہ واقعہ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۸۹ میں بھی مذکور ہے مگر دو مرتبہ کے بعد

جب حضرت نے پھر کہا تو مسلم میں ابوبکر و عمر کا نام خصوصیت سے مذکور نہیں ہے اور نہ ان کا معافی چاہنا مذکور ہے ہاں جو تھی مرتبہ حذیفہ کا نام لے کر رسول کا پکارنا اور ان کا آنا اور تعمیل حکم کرنا مذکور ہے۔

(۲) صواعق محرقہ ص ۷ میں احمد کی روایت سے اور خود مسند احمد جلد ۱ ص ۲۲ میں اور تاریخ الخلفاء ص ۵۲ میں حضرت ابوبکر کا یہ قول موجود ہے۔ ایہا الناس لوددت ان ہذا کفانیہ غیری ولئن اخذتمونی بسنۃ نبیکم ما اطیقہا۔ لوگو میں تو چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا میرے سوا اس خلافت کا بار اٹھا کر مجھے سبکدوش کر دیتا (مگر آپ لوگوں نے مجھے خلیفہ بنا ہی دیا۔ اب) اگر آپ لوگ سنت نبی پر چلنے کے لئے مجھ پر زور دیں تو (صاف صاف کہتا ہوں کہ) میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ فقرات اس خطبے کے ہیں جو بعد خلافت پہلی نماز جماعت پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا ہے اس میں سنت نبی پر چلنے سے صاف صاف انکار ہے (باب ہفتم کی حدیث ۱ و ۳ و ۵ و ۸ پھر دیکھئے) حالانکہ صاحب صواعق نے دو روایت ابن سعد کی اسی روایت کے بعد لکھی ہے دوسری روایت میں حضرت ابوبکر کا یہ فقرہ موجود ہے۔ سن النبی السنن و علمنا فعلمنا (تاریخ الخلفاء ص ۵۳ و کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۰ میں بھی ہے) نبی نے سنتیں جاری کیں اور ہم کو تعلیم کیا تو ہم نے ان سنتوں کو جانا۔ اور صواعق ص ۱۹ میں ابن کثیر کا یہ قول بیان کیا ہے کان الصدیق اقرء الصحابۃ ای اعلمہم بالقرآن (تاریخ الخلفاء ص ۳۲ میں بھی ہے) اور ایک سطر کے بعد حضرت عائشہ کا یہ قول ہے وکان مع ذلک اعلمہم بالسنۃ (تاریخ الخلفاء ص ۳۲ میں بھی ہے) یعنی حضرت صدیق قرآن و سنت دونوں کا علم تمام صحابہ سے زیادہ رکھتے تھے اور حالانکہ حضرت ابن عمر کے نزدیک حضرت ابوبکر و حضرت عمر دونوں علم قرآن و سنت کے اس درجہ پر فائز تھے کہ رسول اللہ کی موجودگی میں لوگ ان سے شرعی مسائل پوچھتے تھے اور وہ (میں ان کا فتویٰ) فتوی دیتے تھے چنانچہ تاریخ الخلفاء ص ۳۹ میں ہے عن ابن عمر انہ سئل من کان یفتی الناس فی زمن رسول اللہ فقال ابوبکر و عمر ما اعلم غیرہما۔ ابن عمر سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ کے زمانہ میں کون شخص لوگوں کو فتوی دیتا تھا کہا ابوبکر و عمر اور میں ان دونوں کے سوا تیسرے کو نہیں جانتا۔

(۳) صواعق ص ۸ اور تاریخ الخلفاء ص ۵۳ میں حضرت ابوبکر کا یہ قول ہے الا وانما انا بشر لست بخیر من احدکم فراعونی فاذا رأیتمونی استقمت فاتبعونی واذا رأیتمونی زغت فقومونی۔ سنو میں بھی آدمی ہی ہوں اور تم میں کسی سے بہتر نہیں ہوں پس تم لوگ میرے

نگراں رہو جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو (راہ راست پر) دیکھو تو میری پیروی کرو اور جب مجھے کج (گمراہ) دیکھو تو مجھے سیدھا کر دو (راہ راست پر لگا دو) ۔ یہ قول کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ اول ص۱۲ میں بھی ذرا سے تغیر لفظ کے ساتھ موجود ہے۔

(فائدہ) یہاں پر یہ آیت پڑھئے افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع ام من لایہدی الاان یہدی فما لکم کیف تحکمون۔ کیا وہ شخص جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو خود راہ نہیں پاتا مگر جبکہ اس کو راہ بتائی جائے تم لوگوں کو کیا ہوا ہے کیسا فیصلہ اور حکم کرتے ہو۔ اور یہ مصرع بھی پڑھئے سہ او خویشتن گم است کرا رہبری کند ۔ وہ خود ہی بھٹکا ہوا ہے کسی دوسرے کو کیا راستہ بتائے گا۔

(۴) صواعق ص۸ و تاریخ الخلفا ص۵۳ و کتاب امامۃ والسیاسۃ حصہ اول ص۱۲ میں حضرت ابوبکر کا یہ قول ہے۔ واعلموا ان لی شیطانا یعتریني ۔ جان لو کہ میرے لئے ایک شیطان جو مجھ پر غالب رہتا ہے ۔ یہاں پر ذرا ان دو آیتوں کو پڑھ لیجئے

پ۱۴ سورہ حجر ان عبادی لیس لک علیہم سلطان الا من اتبعک من الغاوین وان جہنم لموعدہم اجمعین۔ پ۱۴ سورہ نحل انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربہم یتوکلون انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ہم بہ مشرکون ۔

(اے شیطان) میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں مگر ان گمراہوں پر جو تیرے پیرو ہو جائیں اور یقیناً جہنم ان (ملعین و متبوع) سب کی وعدہ گاہ ہے ۔ بے شک اس (شیطان) کو ان لوگوں پر کچھ قابو نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں اس کا قابو تو صرف انہیں لوگوں پر ہے جو اس کے دوست بنتے ہیں اور ان پر جو اس کو شریک کرنے والے ہیں۔ ان دونوں آیتوں کے پڑھنے کے بعد ذرا باب کی حدیث ۵ بھی پڑھ لیجئے۔ اگر یہاں پر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوبکر نے قول میں شیطان معروف جنی مراد نہیں ہے تو پھر بتانا ہوگا کہ وہ شیطان انسی کون تھا جو ہر وقت ان پر غالب اور مسلط رہتا تھا اور جو وہ چاہتا وہی حضرت ابوبکر کو کرنا پڑتا تھا۔

(۵) اتقان سیوطی ص۱۶۴ و تاریخ الخلفا ص۶۵ میں حضرت ابوبکر کا یہ قول ہے ۔ عن ابراہیم التیمی ان ابابکر الصدیق سئل عن قولہ تعالی فاکہۃ وابا فقال ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا انا قلت فی کتاب اللہ مالا اعلم ۔ ابراہیم تیمی راوی ہے

کہ حضرت ابوبکر سے سوال کیا گیا اللہ تعالی کے قول فاکہۃ وابا کے متعلق تو آپ نے کہا کون آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون زمین مجھے اٹھائے گی جب میں کتاب خدا میں وہ بات کہوں جو مجھے معلوم نہیں (مراد آپ کی یہ ہے کہ مجھے ان لفظوں یا صرف ابا کے معنی معلوم نہیں) ۔ شرح نہج البلاغۃ جلد ۳ ص۱۲ میں حضرت عمر کا ارشاد بھی لفظ اب کے متعلق سن لیجئے ۔

خرج عمر یوما الی المسجد وعلیہ قمیص فی ظہرہ اربع رقاع فقرأ حتی انتہی الی قولہ فاکہۃ وابا فقال ما الاب ان ہذا لہو التکلف وما علیک یا ابن الخطاب ان لاتدری ما الاب ۔ حضرت عمر ایک دن گھر سے نکل کر مسجد کی طرف چلے آپ ایک کرتا پہنے ہوئے تھے جس کی پشت کی طرف چار پیوند لگے ہوئے تھے آپ نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے قول فاکہۃ وابا تک پہنچے تو کہا اب کیا چیز ہے پھر کہا بے شک یہ (اب کے معنی کی تحقیق) تو تکلف (اپنے کو مصیبت میں ڈالنا) ہے اور اے خطاب کے بیٹے تجھ پر کوئی الزام (کچھ) نہیں اگر تو اب کے معنی نہیں جانتا ۔ (سبحان اللہ وبحمدہ) ۔

(۶) تاریخ الخلفا ص۵۱ و ۵۲ و صواعق ص۸ میں حضرت ابوبکر کا یہ قول ہے ۔ عن عبدالرحمن بن عوف قال خطب ابوبکر فقال واللہ ما کنت حریصا علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ قط ولا کنت راغبا فیہا ولا سالتہا اللہ فی سر ولا علانیۃ ولکنی اشفقت من الفتنۃ ومالی فی الامارۃ من راحۃ ۔ عبدالرحمن بن عوف راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے خطبہ پڑھا اور کہا بخدا مجھے کبھی امارت (خلافت) کی حرص نہیں ہوئی نہ دن میں نہ رات میں اور نہ اس کی مجھے رغبت تھی اور نہ میں نے اس کو خدا سے مخفی و ظاہر طور پر کبھی طلب کیا مگر (جب آپ لوگوں کی مہربانی ہوئی اور آپ لوگ باہم جھگڑنے بھی لگے تو) میں فتنہ سے ڈرا (اور آپ لوگوں کی پیش کردہ خلافت کو قبول کر لیا) اور مجھے تو اس خلافت میں کچھ بھی راحت و آرام حاصل نہیں ہے (فائدہ) ۱۔ رسول اللہ اس فتنہ کو فتنہ نہیں سمجھتے تھے ورنہ فتنہ میں لوگوں کو چھوڑ جانا گوارا نہ کرتے ۔ ۲۔ یا رسول اللہ کو اس فتنہ کا کچھ بھی خوف نہ تھا فرض رسول اللہ ایسے رؤف و رحیم رسول دینی کی بے توجہی (اگر آنحضرت نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہو) قابل فریاد ہے اور حضرت ابوبکر کی توجہ اور ہمدردی امت لائق داد ۔ ۳۔ رسول اللہ جب اپنے آخری وقت میں ایک تحریر ابدی ضلالت سے بچنے کے لئے لکھوانا چاہتے تھے تو قرآن کو کافی بتا کر رسول اللہ کو اس تحریر سے روک لیا اور وہی قرآن آج فتنہ و فساد سے

بچانے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ آپ اور صرف آپ خلیفہ نہ بنائے جائیں۔ سبحان اللہ۔

(۷) سر العالمین امام غزالی ص۹ میں حضرت ابوبکر کا یہ قول ہے۔ وقولہ (قول ابی بکر) علی منبر رسول اللہ اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم اور ابوبکر کا قول منبر رسول پر (یہ ہے کہ) مجھ کو (خلافت سے) الگ کرو مجھ کو (خلافت سے) الگ کرو میں تم لوگوں میں بہتر شخص نہیں ہوں۔ (فائدہ) ۱۔ حضرت ابوبکر خیر البشر یا خیر صحابہ نہ تھے اور ان کے اس قول سے یہ عقیدہ کہ وہ بعد رسول اللہ خیر البشر ہیں غلط نکلا۔ ۲۔ حضرت ابوبکر کا خیر البشر یا خیر صحابہ نہ ہونے کی وجہ سے خلافت سے استعفا کا اظہار اور خواہش یہ ظاہر کرتی ہے کہ خلافت کا مستحق فاضل ہے مفضول نہیں اور اس سے مفضول کی تقدیم اور فاضل کی تاخیر کا عقیدہ بھی باطل ہوا۔ ۳۔ حق الیقین میں جو شیعوں کی کتاب ہے تاریخ طبری و انساب بلاذری و فضائل سمعانی سے روایت ہے کہ ابوبکر بعد بیعت منبر پر فرماتے تھے اقیلونی اقیلونی فلست بخیرکم و علی فیکم۔ مجھ کو الگ کرو مجھ کو الگ کرو کیونکہ میں تم لوگوں کا بہتر شخص نہیں درآنحالیکہ علی تم میں موجود ہیں۔

(۸) کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ اول ص۱۵ میں حضرت ابوبکر کا یہ قول ان کے مرض موت کے وقت کا ہے۔ قال ابوبکر انی لشدید الوجع ولما القی منکم یا معشر المہاجرین اشد علی من وجعی انی ولیت امرکم ولست بخیرکم فی نفسی فکلکم ورم انفہ ارادۃ ان یکون ہذا الامر لہ۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں سخت درد میں ہوں لیکن اس سے زیادہ تکلیف مجھ کو تمہاری اس حرکت سے ہے اے گروہ مہاجرین جو تم کر رہے ہو (کہ میرے تجویز کردہ خلیفہ پر اعتراض کرتے ہو اور یہ کوئی نئی بات تمہاری نہیں ہے) جب میں تمہارا خلیفہ ہو گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں تب بھی تم میں سے ہر شخص کی ناک پھول گئی تھی (ہر شخص غصہ سے بھر گیا تھا) اس وجہ سے کہ چاہتا تھا کہ یہ خلافت اس کو ملتی۔

(۹) کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ اول ص۱۸ میں حضرت ابوبکر کا موت کے قریب افسوس کرنا کہ کاش میں تین باتیں نہ کئے ہوتا اس میں ایک یہ ہے فاما اللاتی فعلتہن ولیتنی لم افعلہن فلیتنی ترکت بیت علی وان کان اعلن علی الحرب لیکن وہ تین باتیں جو میں نے کیں اور کاش میں ان کو نہ کرتا (ایک یہ ہے کہ) کاش میں علی کا گھر چھوڑ دیتا اگرچہ وہ میرے

برخلاف اعلان جنگ کرتے۔ تاریخ طبری جلد۴ ص۵۳ میں بھی یہی مضمون ہے مگر بیت علی کی جگہ بیت فاطمہ مذکور ہے۔
فائدہ۔ حضرت ابوبکر نے علی و فاطمہ کے گھر کے ساتھ کیا برتاؤ کیا وہ اسی باب میں آئندہ مذکور ہوگا۔

(۱۰) تاریخ الخلفاء ص۱۱ میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا یہ قول ہے۔ قال ابوبکر واللہ لوددت انی کنت شجرۃ الی جنب الطریق فمر علی بعیر فادخلنی فاہ فلاکنی ثم ازدردنی ثم اخرجنی بعرا ولم اکن بشرا فقال عمر یا لیتنی کنت کبش اہلی سمنونی ما بدا لہم حتی اذا کنت کاسمن ما یکون زارہم من یحبون فذبحونی لہم فجعلوا بعضی شواء و بعضی قدیدا ثم اکلونی ولم اکن بشرا۔ ابوبکر نے کہا بخدا میں پسند کرتا تھا کہ کاش میں راستہ کے کنارے پر ایک پیڑ ہوتا میرے پاس سے کوئی اونٹ گزرتا اور مجھے پکڑ کر اپنے منہ میں بھر لیتا اور چبا کر نگل جاتا پھر مجھے مینگنی کی شکل میں خارج کرتا (یہ سب ہوتا) اور میں آدمی نہ ہوتا۔ حضرت عمر نے فرمایا اے کاش میں اپنے اہل کا دنبہ ہوتا وہ مجھے جہاں تک ان سے ممکن ہوتا کھلا پلا کر خوب فربہ کرتے جب میں فربہ ترین دنبہ کی طرح ہو جاتا ان کا کوئی دوست ان کی ملاقات کو آتا اور وہ مجھے اس کی مہمانداری کے لئے ذبح کر ڈالتے کچھ حصے کا کباب بناتے اور کچھ سوکھا کے پھر وہ مجھے کھا جاتے (یہ سب ہوتا) اور میں آدمی نہ ہوتا۔ (فائدہ) تعجب ہے کہ ان دونوں بزرگوں سے ایسا کیا امر عظیم سرزد ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کے درجہ سے اس حالت میں ہونا پسند کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں کافر کی حالت جہنم و عذاب جہنم دیکھنے کے بعد یہ دکھائی گئی ہے کہ کاش میں مٹی ہوتا (آدمی نہ ہوتا) لیکن وہ بھی اس قسم کی تمنا نہ کرے گا۔

(۱۱) تیسیر الوصول جلد۱ ص۲۰۹ میں ہے کہ حضرت فاطمہ و حضرت علی سے ابوبکر نے کہا وانی واللہ لا ادع امرا صنعہ رسول اللہ الا صنعتہ ان شاء اللہ تعالی اور تیسیر جلد۱ ص۱۲۱ میں ہے وکان ابوبکر یقسم الخمس نحو ما قسم النبی غیر انہ لم یکن یعطی قربی رسول اللہ ما کان رسول اللہ یعطیہم۔ ص۲۰۹ بخدا میں کسی بات کو جو رسول اللہ کرتے تھے ترک نہ کروں گا عمل کروں گا اگر اللہ چاہے گا۔
ص۱۲۱ حضرت ابوبکر خمس کو اسی طرح تقسیم کرتے تھے جیسے رسول اللہ تقسیم کیا کرتے تھے سوا اس کے کہ وہ رسول اللہ کے قرابتداروں (اہل بیت) کو وہ (حصہ بالکل) نہ دیتے تھے جو رسول اللہ ان کو دیا کرتے تھے۔

(۱۲) مودۃ القربی ص۱۶ میں ہے۔ عن عمر بن الخطاب قال نصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا علما فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

اللهم وال من والاه وعاد من عاداه واخذل من خذله وانصر من نصره اللهم انت شهيد عليهم وكان في جنبي شاب حسن الوجه
طيب الريح فقال لي يا عمر لقد عقد رسول الله عقدا لا يحله الا منافق فاحذر ان تحله قال عمر فقلت يا رسول الله انك حيث قلت
في علي كان في جنبي شاب حسن الوجه طيب الريح قال لي كذا وكذا قال نعم يا عمر انه ليس من ولد آدم لكنه جبرئيل اراد ان يؤكد عليكم
ما قلته في علي۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو (ہدایت کا) علم بنا کر نصب (قائم) کیا اور فرمایا میں
جس کا مولیٰ ہوں علی اس کا مولیٰ ہے خدایا اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے
دشمنی رکھے اس کو چھوڑ دے جو علی کو چھوڑے اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے خدایا تو ان پر میرا گواہ ہے۔ حضرت عمر
فرماتے ہیں اس وقت میرے پہلو میں ایک جوان خوش رو و پاکیزہ بو موجود تھا اس نے مجھ سے کہا اے عمر یقیناً رسول اللہ نے
ایک ایسی گرہ باندھی ہے جس کو نہ کھولے گا مگر منافق پس ڈرو اس سے کہ اس کو تم کھولو پس میں نے رسول اللہ سے
(حاضر) عرض کیا یا حضرت جس وقت آپ نے علی کے بارہ میں ارشاد فرمایا اس وقت میرے پہلو میں ایک خوشرو و پاکیزہ بو
جوان تھا اس نے مجھ سے ایسا ایسا کہا۔ حضرت نے فرمایا ہاں اے عمر وہ آدم کی اولاد سے نہ تھا لیکن وہ جبرئیل تھے
انھوں نے چاہا کہ جو کچھ میں نے علی کے حق میں کہا ہے اس کی تم پر تاکید کر دیں۔ (فائدہ) اس روایت سے بقول حضرت عمر
چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ۱ جو گرہ رسول اللہ نے باندھی تھی وہ کوئی اہم گرہ تھی جس کے لئے حضرت جبرئیل کو بحکم خدا تاکید
کرنے کی ضرورت پڑی۔ ۲ اس گرہ کے کھولنے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے جن کا قصد یہ تھا کہ یہ گرہ جیسی رسول اللہ
نے لگائی ہے باقی نہ رہے کھول ڈالی جائے۔ ۳ اس کے کھولنے کا قصد رکھنے والے منافقین صحابہ تھے۔ ۴ حضرت جبرئیل نے
حضرت عمر سے خاص کر کہا اور کسی سے نہ کہا کہ دیکھو ڈرنا تم اس کو نہ کھولنا۔ یہ گرہ کیونکر کھلی کہاں کھولی گئی اور
کس نے کھولی اس کے بعد نمبر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ دیکھئے۔

(۱۳) صحیح بخاری جلد ۴ ص ۱۱۱ میں حضرت عمر کا یہ قول ان کے خطبہ میں ہے۔ ثم انه بلغني ان قائلا منكم يقول والله لو مات عمر بايعت فلانا
فلا يغترن امرء ان يقول انما كانت بيعة ابي بكر فلتة وتمت الا وانها قد كانت كذلك ولكن الله وقى شرها۔ مجھے یہ خبر ہو چکی ہے

کہ تم میں سے ایک کہنے والا یہ کہتا ہے کہ بخدا اگر عمر مرے تو میں فلاں شخص کی بیعت کر لوں گا (اس کو خلیفہ بنا دوں گا) کسی کو اس کا یہ کہنا
کہ ابوبکر کی بیعت فلتةً (بے غور و فکر بے صلاح و مشورہ بے سوچے سمجھے اچانک) ہو گئی اور پوری ہو گئی (یعنی اس کے بعد لوگوں نے
ان کو مان لیا اور مخالفت نہیں کی) دھوکہ نہ دے سنو ابوبکر کی بیعت (ان کا خلیفہ بنایا جانا) بے شک تھی تو ایسی ہی مگر خدا نے
اس کے شر و بدی سے (لوگوں کو) بچا لیا۔ صواعق ص ۲۱ میں اس کے بعد یہ جملہ ہے۔ فمن عاد الى مثلها فاقتلوه۔ پس اب جو
ابوبکر کی بیعت کی طرح فلتةً کسی کی بیعت کرے (یا کسی سے اپنی بیعت کرائے) تو اس کو (بیعت کرنے والے یا بیعت کرانے والے یا دونوں کو)
قتل کر دو۔ (فائدہ) ۱ حضرت عمر کا یہ کہنا کہ بیعت ابوبکر مشتمل تھی شر پر اور فلتةً واقع ہوئی اگر صحیح ہے تو اول کی خلافت
باطل ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو وہ خود خلافت کے اہل نہیں۔ ۲ حضرت عمر کا یہ کہنا کہ خدا نے بیعت ابوبکر کے شر سے بچا لیا
یہ تو اپنے فعل کی آپ تعریف کرنا ہے۔ اسی بیعت کے باعث اختلاف اعظم کی بنیاد پڑی (باب ہفتم نمبر ۱۵ میں ملل و نحل ص ۳ کی
عبارت دیکھو) اور اسی کے باعث ہر شخص خلافت کے حصول کے لئے ناک پھلائے رہتا تھا (دیکھو اسی باب کا نمبر ۳)۔
۳ حضرت ابوبکر نے بھی یہی کہا ہے جب علی و زبیر پکڑ کر لائے گئے۔ شرح نہج جلد ۲ ص ۱۹ میں ہے۔ ثم قام ابو بكر فخطب الناس
فاعتذر اليهم وقال ان بيعتي كانت فلتة وقى الله شرها الخ۔ پھر حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطاب کیا اور
ان سے عذر خواہی کی اور کہا کہ میری بیعت فلتةً واقع ہوئی خدا نے اس کے شر سے بچا لیا۔

(۱۴) صحیح بخاری جلد ۴ ص ۱۱۱ میں اسی خطبہ میں حضرت عمر بیعت حضرت ابوبکر کی سرگزشت بیان فرماتے ہیں اس میں سے
کچھ فقرے حسب ضرورت لئے گئے ہیں بیچ بیچ میں سے عبارت چھوڑ دی گئی ہے۔ فقلت لابي بكر انطلق بنا الى اخواننا
هؤلاء الانصار ۔۔۔ حتى اتيناهم في سقيفة بني ساعدة ۔۔۔ فلما سكت (خطيب الانصار) اردت ان اتكلم وكنت زورت
مقالة اعجبتني اريد ان اقدمها بين يدي ابي بكر ۔۔۔ قال ابو بكر على رسلك فكرهت ان اغضبه فتكلم ابو بكر ۔۔۔ والله ما ترك
من كلمة اعجبتني في تزويري الا قال في بديهة مثلها او افضل منها ۔۔۔ فكثر اللغط وارتفعت الاصوات حتى فرقت من الاختلاف
فقلت ابسط يدك يا ابا بكر فبسط يده فبايعته وبايعه المهاجرون ثم بايعته الانصار ۔۔۔ خشينا ان فارقنا القوم ولم تكن بيعة ان يبايعوا

رجلا منہم بعدنا فاما بایعناہم علی ما لا نرضی واما ان نخالفہم فیکون فساد فمن بایع رجلا علی غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع ہو ولا الذی بایعہ تغرۃ ان یقتلا۔ میں نے ابوبکر سے کہا کہ ہمارے ساتھ انصار کھائیوں کے پاس چلئے..... یہاں تک کہ ہم بنی ساعدہ کے چھتہ میں ان کے پاس پہنچے..... جب انصار کا خطیب چپ ہوا میں نے چاہا کہ گفتگو کروں اور میں نے (پہلے سے) ایک جھوٹی بات بنائی تھی جو مجھ کو پسند آئی تھی میں چاہتا تھا کہ اس کو ابوبکر کے سامنے لوگوں سے کہوں..... ابوبکر نے مجھ سے کہا ٹھہرو میں نے ان کو غضبناک کرنا پسند نہ کیا پس ابوبکر نے گفتگو کی..... بخدا کوئی بات جو مجھے اپنی تزویر[عہ] (جھوٹی بات بنانے) میں پسند آئی تھی ابوبکر نے نہ چھوڑی مگر اس کو یا اس سے بہتر فی البدیہہ کہا..... باتیں بڑھیں اور شور و غل بلند ہوا یہاں تک کہ مجھے اختلاف کا خوف پیدا ہوا تب میں نے ابوبکر سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ پھیلائیے انھوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور میں نے ان کی بیعت کرلی اور (میرے بعد) مہاجرین نے بیعت کی پھر انصار نے بیعت کی..... ہم کو خوف معلوم ہوا کہ اگر ہم انصار کے پاس سے اس حالت میں چلے گئے کہ ہم میں سے کسی کی بیعت نہ ہوئی تو کہیں یہ لوگ ہمارے (جانے کے) بعد اپنوں میں سے کسی کو خلیفہ بنالیں گے پھر یا تو ہم انصار کے بنائے ہوئے خلیفہ کی با دل ناخواستہ بیعت کریں یا مخالفت کریں تو فتنہ و فساد قائم ہو پس اب جو مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر کسی کی بیعت کرنا اور اس کو خلیفہ بنانا چاہے تو دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کی بیعت نہ کرے اس ڈر سے کہ دونوں قتل کرڈالے جائیں گے۔ [عہ زورتُ۔ تزویری۔ قاموس میں ہے زوّر زین الکذب جھوٹ کو سنوارا۔ صراح میں ہے تزویر دروغ آراستن جھوٹ کو سنوارنا۔ اور مواہب لدنیہ جلد۲ ص۳۷۲ میں ابونصر عبداللہ کی کتاب الابانۃ سے منقول ہے۔ عن انس بن مالک انہ سمع عمر بن الخطاب حین بویع ابوبکر فی مسجد رسول اللہ واستوی علی منبرہ تشہد عمر ثم قال اما بعد فانی قلت لکم امس مقالۃ وانہا لم تکن کما قلت وانی واللہ ما وجدت المقالۃ التی قلت لکم فی کتاب اللہ ولا فی عہد عہدہ رسول اللہ الخ۔ انس سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے مسجد رسول میں ابوبکر کی بیعت کرلی تو وہ منبر رسول پر بیٹھ گئے اور عمر سامنے موجود تھے اور (بعد حمد و صلوۃ کے) کہا میں نے کل (سقیفہ میں) تم سے ایک بات کہی تھی اور وہ یقیناً اس طرح نہ تھی جس طرح میں نے کہی اور بخدا میں نے وہ بات جو تم سے کہی تھی نہ تو کتاب خدا میں پائی اور نہ رسول اللہ کی حدیثوں میں جو حضرت نے بیان کیں (یعنی وہ میری بنائی ہوئی بات تھی قرآن و حدیث سے اس کو کوئی تعلق نہ تھا)]۔

تاریخ طبری جلد۳ ص۱۹۸ میں ہے۔ فاجتمع الانصار فی سقیفۃ بنی ساعدۃ لیبایعوا سعد بن عبادہ فبلغ ذلک ابابکر فاتاہم ومعہ عمر وابو عبیدۃ بن الجراح ثم قال لہم ابوبکر انی قد رضیت لکم احد ہذین الرجلین عمر او ابا عبیدۃ ..... فقام عمر فقال..... فبایعہ عمر وبایعہ الناس فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیا (روایت ختم)۔ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے کہ سعد بن عبادہ کی بیعت کریں ابوبکر کو یہ خبر ملی تو وہ عمر اور ابو عبیدہ کو لے کر ان کے پاس جا پہنچے پھر ان سے کہا کہ میں ان دو شخصوں عمر و ابو عبیدہ میں سے ایک کو تمہارے لئے پسند کرتا ہوں..... عمر کھڑے ہوئے اور کہا..... پس عمر نے ان (ابوبکر) کی بیعت کرلی اور پھر لوگوں نے بیعت کی تب انصار یا بعض انصار نے کہا کہ ہم تو علی کو چھوڑ کر کسی کی بیعت نہ کریں گے۔

فائدہ۔ بخاری اور طبری دونوں کی عبارتوں میں خوب غور کیجئے اور دیکھئے کہ اس خلافت سازی میں حضرت عمر کا پایہ اور درجہ کیا ہے اور اس باب کے ص۱۲ میں حضرت جبریل نے ان سے جو فرمایا ہے اس کو بھی یاد رکھئے۔ ہاں ایک بات اور سن لیجئے کہ جس اختلاف کا خوف حضرت عمر کو ہوا اس کی خبر یا تو پیغمبر خدا کو نہ تھی یا تھی۔ اگر خبر تھی تو وہ اختلاف پیغمبر کے نزدیک اعتناء و توجہ کے قابل نہ تھا یا تھا۔ اگر قابل اعتناء و توجہ تھا اور پھر اس کے دور کرنے کی جانب حضرت نے توجہ نہ کی تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ امت پر رسول اللہ کا ایسا شفیق امت کی اس حالت پر جو ہونے والی ہے تو جانثار کرے اور توجہ اور ہمدردی ہو تو حضرت عمر کو۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ تدبیر تو کی کہ اختلاف نہ ہو مگر وہ تدبیر چلنے نہ پائی تو البتہ اس مشکل سے رہائی کی صورت ہے۔

(۱۸) میزان الاعتدال علامہ ذہبی جلد۱ ص۳۶۵ میں ترجمہ زید بن وہب میں حضرت عمر کا یہ قول ہے۔ یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین اے حذیفہ بخدا میں (ان) منافقوں میں سے ہوں جن کے نام تم کو رسول اللہ بتاگئے ہیں۔ یہ حذیفہ وہ ہیں جن کو رسول اللہ نے اسمائے منافقین بتادئے تھے اور رسول اللہ کے اس راز کے راز داں تھے جس کو حذیفہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری جلد۲ ص۸۹ میں ابودرداء صحابی کا یہ قول ایک حدیث کے درمیان ہے۔ فقال ابودرداء ممن انت قال من اہل الکوفۃ قال الیس فیکم او منکم صاحب السر الذی لا یعلمہ غیرہ یعنی حذیفۃ۔ ابودرداء نے کہا تو کن لوگوں میں سے ہے۔

اس نے کہا کوفہ والوں میں سے - ابو درداء نے کہا کیا تم میں یا تم میں سے وہ شخص نہیں جو (رسول کے) اس راز کو جانتا ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا - (راوی کہتا ہے کہ) ابو درداء کی مراد حذیفہ سے ہے -

(۱۶) شرح نہج جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ میں ہے - (قال ابن عمر) فاقبل الیّ ابی وقال افی غفلۃ انت الی یومک ہذا عما کان من تقدیم احیمق بنی تیم علی وظلمہ لی فقلت لا علم لی بما کان من ذلک - ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے باپ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ مجھ پر بنی تیم کے چھوٹے احمق کے تقدم اور ظلم سے تم آج تک غفلت ہی میں پڑے ہو اور بالکل بے خبر ہو میں نے کہا مجھ کو اس کا کچھ بھی علم نہیں ہے -

(۱۷) شرح نہج البلاغۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ میں ایک بڑی طولانی حدیث میں ابو موسی اشعری سے روایت واقعہ ہے جس میں سے بقدر ضرورت حضرت عمر کے یہ اقوال لکھے جاتے ہیں - ابو موسی کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ بھی تھا - (الف) قال ومن تظنان قلنا عساک ترید القوم الذین ارادوا ابا بکر علی صرف ہذا الامر عنک قال کلا واللہ بل کان ابو بکر اعق وہو الذی سالتماعنہ کان واللہ احسد قریش کلہا - حضرت عمر نے کہا اس کے متعلق تمہارا خیال ہے ہم نے کہا کہ شاید آپ کا خیال انھیں لوگوں کے متعلق ہو جو چاہتے تھے کہ حضرت ابو بکر کو آپ کے خلیفہ بنانے سے باز رکھیں - عمر نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم بلکہ ابو بکر عاق ترین مردم تھے اور وہی وہ شخص ہیں جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھتے ہو خدا کی قسم ابو بکر حاسد ترین کل قریش تھے - (ب) صفحہ ۱۲۶ ثم قال واہفاہ علی ضئیل بنی تیم بن مرۃ لقد تقدمنی ظالما وخرج الی منہا آثما قال المغیرۃ اما تقدمہ علیک یا امیر المومنین ظالما فقد عرفناہ کیف خرج الیک منہا آثما قال ذاک لانہ لم یخرج الی منہا الا بعد یأس منہا اما واللہ لو کنت اطعت یزید بن الخطاب و اصحابہ لم یتلمظ من حلاوتہا بشیئ ابدا ولکنی قدمت واخرت وصعدت وصوبت ونقضت وابرمت فلم اجد الا الاغضاء علی ما نشب بہ منہا والتلہف علی نفسی واملت انابتہ ورجوعہ فواللہ ما فعل حتی نغر بہا بشیما - پھر حضرت عمر نے کہا بنی تیم کے لاغر (حضرت ابو بکر) پر مجھے افسوس ہے کہ خلافت کے باب میں ظالم بن کر مجھ سے آگے بڑھ گیا اور گنہگار ہو کر خلافت سے (اس کو) میری طرف (کرتے ہوئے) نکلا - مغیرہ نے کہا آپ پر ظالم ہو کر تقدم حاصل کرنا تو ہم جانتے ہیں لیکن خلافت سے گنہگار ہو کر نکلنے کے کیا معنی ہیں - عمر نے کہا اس لئے کہ

جب وہ خلافت سے مایوس ہو گیا تب اس سے دست بردار ہوا خدا کی قسم اگر میں یزید بن خطاب اور اس کے ساتھیوں کی اطاعت کرتا تو خلافت کی ذرا سی مٹھاس ابو بکر کی زبان تک نہ پہنچتی لیکن میں نے (ابو بکر کو) مقدم کیا (اپنے نفس کو) موخر کیا کجی کو سیدھا کیا (بنی ہاشم کی قوت کو) توڑا اور (ابو بکر کی خلافت کو) مستحکم کیا - مجھے کوئی راستہ نہ ملا مگر یہ کہ میں اس چیز سے چشم پوشی کروں جس میں ابو بکر نے چنگل گاڑ دیئے ہیں اور اپنے نفس پر افسوس کیا کروں - مجھے اس بات کی امید تھی کہ ابو بکر توبہ کر لیں گے اور اپنے خیال سے پلٹ آئیں گے (اور خلافت اپنی حیات ہی میں خلیفہ ہو جانے کے دو چار روز بعد ہی مرے سپرد کر دیں گے) مگر خدا کی قسم نہ کرنا تھا نہ کیا یہاں تک کہ (مجبوراً) لئیم (قابل ملامت) ہو کر اس (خلافت) سے نکلے - (ج) ان الرجل ما کرنی فماکرتہ فالفانی احذر من قطاۃ انہ لما رای شغف الناس بہ واقبالہم بوجوہہم علیہ ایقن انہم لا یریدون بہ بدلا فاحب لما رای من حرص الناس علیہ ومیلہم الیہ ان یعلم ما عندی وہل تنازعنی نفسی الیہا واحب ان یبلونی بالاطماع فیہا والتعریض لی بہا وقد علم وعلمت لو قبلت ما عرضہ علی لم یجب الناس الی ذلک فالفانی قائما علی اخمصی مستوفزا حذرا ولو اجبتہ الی قبولہا لم یسلم الناس الی ذلک واختبأہا ضغنا علی فی قلبہ ولم آمن غائلتہ ولو بعد حین مع ما بدا لی من کراہۃ الناس لی -

اس مرد (ابو بکر) نے مجھ سے مکر کیا تو میں نے بھی اس سے مکر کیا (اس دن) ابو بکر نے مجھے مرغ سنگ خوارہ سے زیادہ چوکنا پایا - جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس پر فریفتہ ہیں اور سب کے چہرے اسی کی طرف ہیں تو اس نے یقین کر لیا تھا کہ لوگ اس کے بدلے میں کسی اور کو (خلیفہ بنانا) نہیں چاہتے - تب اس نے مجھے ٹٹولنا چاہا کہ میرے دل میں کیا ہے میرے دل کو بھی اس کی خواہش ہے یا نہیں اس نے مجھ کو اس کی طمع دلائی اس نے بھی جان لیا تھا اور میں بھی جانتا تھا کہ اگر میں قبول بھی کر لیتا تو لوگ اس کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے پس اس نے مجھ کو اپنے پنجوں پر کھڑا ہوا متحیر اور چوکنا پایا (یعنی میں اس مکر سے بچا) اور اگر میں قبول کر لیتا تو لوگ نہ مانتے اور اس کے ساتھ ہی ابو بکر کے دل میں میری طرف سے کینہ رہتا اور کبھی نہ کبھی اس کی وجہ سے مجھ کو ہلاکت کا سامنا ہوتا اور ساتھ ہی اس کے مجھ پر یہ بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ لوگ مجھ سے متنفر ہیں - (د) فنقل ذلک الی ابی بکر فارسل الیّ بعتاب مولم فارسلت الیہ اما واللہ لتکفن او لاقولن کلمۃ بالغۃ بی وبک فی الناس وتحملہا الرکبان حیث ساروا وان شئت استدمنا ما نحن فیہ عفوا

فقال بل نستدیمہ وانہا لصائرۃ الیک بعد ایام فظننت انہ لا یاتی علیہ جمعۃ حتی یردہا علیّ فتغافل واللہ ما ذکرنی بعد ذلک حرفا حتی ہلک ولقد مدّ فی امدہ عاضاً علی نواجذہ حتی حضرہ الموت وایس منہا فکان منہ ما رایتما۔ زبرقان بن بدر نے اس مکالمہ اشعث وعمر کو ابوبکر سے جاکر کہا اس پر ابوبکر نے میرے پاس ایک عتاب آمیز اور نہایت رنجیدہ پیغام بھیجا میں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ چپ رہتے ہو یا نہیں۔ نہیں تو میں وہ کلمہ کہہ دوں گا جو مجھے اور تم کو لوگوں میں رسوا کرا دے گا اور مسافر اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں گے (دنیا میں رسوا کریں گے) اور اگر چاہو تو جس طرح صلح کی زندگی ہم بسر کر رہے ہیں اسی طرح بسر کریں۔ ابوبکر نے کہلا بھیجا کہ نہیں مجھے اسی طرح برابر صلح کی زندگی بسر کرنا منظور ہے جس طرح بسر ہو رہی ہے اور خلافت تھوڑے دنوں کے بعد تم کو ضرور پہنچے گی۔ میرا خیال تھا کہ جمعہ نہ آئے گا کہ خلافت کو میری طرف پلٹا دے گا مگر اس نے تغافل کیا اور پھر کبھی ایک حرف بھی اس کے متعلق نہ کہا اور اسے دانتوں سے پکڑے رہا یہاں تک کہ موت اس کے سامنے آگئی اور وہ اس (خلافت) سے ناامید ہو گیا پھر جو کچھ اس سے ظاہر ہوا وہ تم نے دیکھ ہی لیا۔ (۵) اس سے بالکل متصل یہ عبارت ہے فاکتما ما قلت لکما عن الناس کافۃً وعن بنی ہاشم خاصۃً ولیکن منکما بحیث امرتکما قوما اذا شئتما علی برکۃ اللہ فقمنا ونحن نعجب من قولہ فواللہ ما افشینا سرہ حتی ہلک (ختم) پس جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے اس کو تمام آدمیوں سے عموماً اور بنی ہاشم سے خصوصاً چھپانا اور تم کو اس پر اسی طرح عمل کرنا چاہیے جیسا میں نے تم کو حکم دیا ہے۔ اب اگر تمہارا جی چاہے تو خدا کی برکت کے ساتھ اٹھ کر چلے جاؤ۔ (یہ سن کر) ہم اٹھے حالانکہ ہم کو ان کی بات سے (سخت) تعجب تھا۔ خدا کی قسم ان کے اس راز کو ہم نے اس وقت تک ظاہر نہیں کیا جب کہ وہ ہلاک ہوئے۔ (فائدہ) نمبر۱ اس روایت پر غور کرنے سے حضرت عمر کے قول مندرجہ نمبر۱۴ کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ ولکن اللہ وقی شرہا کی وجہ بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ نمبر۲ حضرت ابوبکر حضرت عمر کے نزدیک حاسد ترین مردم تھے۔ نمبر۳ خلیفہ بنتے وقت اور خلیفہ بناتے وقت دونوں حالت میں بقول حضرت عمر ظالم و آثم تھے۔ نمبر۴ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو بہ مجبوری خلیفہ بنایا دل سے نہ چاہتے تھے۔ نمبر۵ دونوں بزرگوں میں باہم قرارداد تھی کہ میں (ابوبکر) خلیفہ بننے کے بعد

تھوڑے ہی دن میں تم کو خلیفہ بنا کر الگ ہو جاؤں گا۔ نمبر۶ حضرت ابوبکر نے سقیفہ میں جو حضرت عمر کا نام خلافت کے لئے پیش کیا اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا نام یہ حضرت ابوبکر کی سیاست اور حضرت عمر کی طرف سے ان کی سیاست کا جواب تھا۔ نمبر۷ اگر حضرت عمر سقیفہ میں حضرت ابوبکر کا کہنا مان لیتے تو ان کو اپنی ہلاکت کا خوف تھا۔ نمبر۸ دونوں بزرگوں نے دہ ایا کہ اگر حضرت عمر اس کو ظاہر کر دیتے تو اس کا نتیجہ خراب تھا۔ نمبر۹ حضرت عمر اپنے اس فعل اور قول کو تمام آدمیوں اور خاص کر بنی ہاشم سے مخفی رکھنا چاہتے تھے اور اپنے مخصوصین کے سوا کسی سے نہ کہتے تھے ان سے بھی عہد و اقرار لے کر (مغیرہ بن شعبہ کا مخصوصین و معتمدین حضرت عمر سے ہونا اسی باب کے نمبر۳۹ سے ظاہر ہوتا ہے)۔

(۱۸) صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر کا قول۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ میں اس طرح مذکور ہے۔ فجاء عمر فقال السنا علی الحق وہم علی الباطل الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاہم فی النار قال بلی قال ففیم نعطی الدنیۃ فی دیننا ونرجع ولما یحکم اللہ بیننا فقال یا ابن الخطاب انی رسول اللہ ولن یضیعنی اللہ ابدا فرجع متغیظا فلم یصبر حتی جاء ابا بکر فقال یا ابا بکر السنا علی الحق وہم علی الباطل قال یا ابن الخطاب انہ رسول اللہ ولن یضیعہ اللہ ابدا فنزلت سورۃ الفتح۔ پس حضرت عمر آئے اور رسول اللہ سے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ (کفار مکہ) باطل پر کیا ہمارے مقتول بہشت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہ جائیں گے۔ حضرت نے فرمایا ہاں (ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر ہیں الخ) تو حضرت عمر نے کہا پھر ہم دین کے معاملہ میں دب کر صلح کیوں کریں اور واپس جائیں حالانکہ اب تک خدا نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے میں خدا کا رسول ہوں اور خدا مجھے ہرگز ضائع و برباد نہ کرے گا۔ (یہ سن کر) عمر غصہ میں بھرے ہوئے لوٹے اور ان سے صبر نہ ہو سکا تو (اسی حالت غیظ و غضب میں) حضرت ابوبکر کے پاس پہنچے اور کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ آپ نے کہا اے پسر خطاب وہ اللہ کے رسول ہیں خدا ہرگز ان کو ضائع نہ کرے گا۔ پس سورہ فتح نازل ہوا۔

حضرت عمر کا یہ کلام معمولی استفہام یا استفہام اقراری نہ تھا۔ یہ ایسا امر عظیم تھا کہ حضرت عمر اس کے کفارہ میں مدتوں مختلف اعمال کرتے رہے۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۷ میں ہے قال الزہری قال عمر فعملت لذالک اعمالا۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲ اور تفسیر در منثور

جلد ۶ صفحہ ... میں ہے فکان عمر یقول مازلت اتصدق واصوم واصلی واعتق من الذی صنعت یومئذ مخافۃ کلامی الذی تکلمت بہ۔
حضرت عمر نے کہا میں نے اس کی وجہ سے بہت سے اعمال کئے۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ میں برابر صدقہ دیتا رہا ہوں اور روزہ رکھا کرتا ہوں
اور نمازیں پڑھا کرتا ہوں اور غلام آزاد کیا کرتا ہوں (کفارہ میں) اپنے اس کلام سے خوف زدہ ہونے کی وجہ سے جو میں نے اس دن کیا
یہ کلام کیا تھا اور اس کا منشا کیا تھا اسی تاریخ و تفسیر میں اسی صفحہ میں ہے۔ وروی عن عمر انہ قال واللہ ماشککت منذ اسلمت
الا یومئذ فاتیت النبی فقلت الست نبی اللہ حقا الخ اور حضرت عمر سے روایت ہے کہ آپ نے کہا میں جب سے مسلمان ہوا خدا
میں نے شک نہیں کیا مگر اس دن (صلح حدیبیہ کے دن) پس میں نبی کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا آپ خدا کے سچے پیغمبر نہیں ہیں الخ
روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۳۵۰ میں ہے۔ وماشککت فی نبوۃ محمد شکی یوم الحدیبیۃ۔ جیسا شک محمد کی نبوت میں مجھے حدیبیہ کے دن ہوا
اس طرح کا شک مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور ایسا نہیں کہ پہلے بھی شک ہوا تھا مگر وہ ...)۔ شرح نہج جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ میں ہے
فقال رسول اللہ انا رسول اللہ افعل ما یامرنی بہ ولن یضیعنی فقام عمر مغضبا وقال واللہ لو اجد اعوانا ما اعطیت الدنیۃ ابدا
رسول اللہ نے کہا میں خدا کا رسول ہوں اس کے حکم کے مطابق کام کرتا ہوں وہ مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ حضرت عمر غصہ میں بھرے
اٹھے اور کہا کہ خدا اگر مجھ کو مددگار ملتے تو میں ہرگز یہ صلح جو دب کر ہو رہی ہے نہ ہونے دیتا۔ (فائدہ) ۱ صلح حدیبیہ کے وقت
حضرت عمر کو رسول کی رسالت اور دین اسلام کی حقیت شک عظیم ہوا۔ ۲ یوں تو پہلے بھی ان کو شک ہوا کرتا تھا مگر اس طرح کا
شک پہلے نہ ہوا تھا۔ ۳ یہ شک حدیبیہ کا ایسا تھا کہ آپ مدتوں اس کا کفارہ اعمال خیر کی صورت میں دیتے رہے۔
۴ صلح حدیبیہ پر حضرت عمر کو شک کے ساتھ آنحضرت پر بڑا غصہ بھی آیا۔ ۵ آنحضرت کے سمجھانے پر بھی حضرت عمر کا شک زائل نہ ہوا
اور نہ غصہ فرو ہوا یہاں تک کہ اسی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس گئے ۶ ابوبکر نے بھی وہی کہا جو رسول اللہ نے کہا تھا۔
۷ حضرت ابوبکر کے سمجھانے پر شاید حضرت عمر کا شک دور ہوا اور غصہ فرو ہوا جب ہی تو مدتوں کفارہ دیتے رہے۔
۸ اس روایت سے حضرت عمر کا شک اور اس کا امر عظیم ہونا ثابت ہوا لیکن حضرت عمر کی توبہ خدا اور رسول کے نزدیک مقبول
ہوئی یا نہیں روایت اس کے متعلق بالکل خاموش ہے۔ ۹ حضرت عمر کا یہ اعتراض اور فعل رسول سے انکار رسول کی زندگی

کے ساتھ مخصوص نہ تھا آنحضرت کی وفات کے بعد بھی آنحضرت کے قول و فعل پر معترض رہتے۔ دیکھو اسی باب کا ۳۲ روایت
صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸۔ اس کے دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ شک و انکار صلح حدیبیہ کے بعد جو اعمال حضرت عمر نے کفارہ میں ادا کئے
وہ محض اظہار توبہ و ندامت کے لئے تھا یا صدق دل سے ادا کئے تھے۔ ۱۰ بخاری صاحب کی دیانت و طرفداری پر بھی روشنی پڑتی ہے
کہ انھوں نے شروع سے یہ فقرہ ماشککت الخ جو تاریخ خمیس وغیرہ میں خود حضرت عمر سے منقول ہے روایت سے حذف کر دیا۔
(۱۹) تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۱۶۵ میں ہے قال اہل العلم بالتاریخ کان اسلام العباس قدیما وکان یکتم اسلامہ وخرج مع المشرکین یوم بدر
فقال رسول اللہ من لقی العباس فلا یقتلہ فانہ خرج مستکرہا۔ ایضا جلد ۱ صفحہ ۳۸۱ وقال النبی یومئذ (یوم بدر) لاصحابہ انی قد عرفت رجالا
من بنی ہاشم وغیرہم قد اخرجوا کرہا لاحاجۃ لہم بقتالنا فمن لقی منکم احدا من بنی ہاشم فلا یقتلہ ..... ومن لقی العباس بن عبدالمطلب
عم رسول اللہ فلا یقتلہ فانہ انما خرج مستکرہا۔ مورخین کا قول یہ ہے کہ حضرت عباس کا اسلام بہت قدیم تھا وہ اپنے اسلام کو
چھپاتے تھے بدر کی لڑائی میں مشرکین کے ساتھ آئے تو رسول اللہ نے (جنگ شروع ہونے سے پہلے) فرمایا کہ جس سے (لڑائی کے وقت)
عباس سے ملاقات ہو جائے وہ عباس کو قتل نہ کرے کہ وہ زبردستی لائے گئے ہیں۔ اور نبی نے بدر کی لڑائی کے دن (لڑائی سے پہلے)
اپنے اصحاب سے فرما دیا تھا کہ مجھ کو یقینا معلوم ہے کہ کچھ لوگ بنی ہاشم اور ان کے سوا زبردستی لائے گئے ہیں ان کو ہم سے لڑنا
منظور نہیں تو جو بنی ہاشم میں کسی سے (جنگ میں) ملاقی ہو وہ اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس عم رسول سے ملاقی ہو وہ
ان کو قتل نہ کرے کہ وہ زبردستی لائے گئے ہیں۔

جنگ بدر فتح ہوئی اور فوج کفار سے کچھ لوگ اسیر کر کے لائے گئے ہیں تو اب حضرت عمر کا قول ملاحظہ ہو۔ مدارج النبوت
جلد ۲ صفحہ ۹۸ میں ہے عمر گفت بزن یا رسول اللہ گردنہائے ایشاں را کہ ائمہ کفر اند و پیشوائے کافرانند و خدائے تعالی بے نیاز گردانیدہ است
ترا از گرفتن مال فلان خویش مرا بدہ و عقیل را بعلی سپار و عباس را بحمزہ دہ تا گردن زنیم۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ
ان کی گردن مارئے کہ یہ کفر کے امام اور کافروں کے سردار ہیں خدا نے مال لینے سے آپ کو مستغنی کر دیا ہے میرے فلاں عزیز کو
مجھے دیجئے عقیل کو علی کے حوالہ کیجئے اور عباس کو حمزہ کے سپرد کیجئے کہ ہم لوگ ان کی گردن ماریں۔ شرح نہج جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ میں ہے

ما تقول انت یا عمر قال اری ان تمکننی من فلان فاضرب عنقہ وتمکن علیا من عقیل فیضرب عنقہ وتمکن حمزۃ من اخیہ فیضرب عنقہ لیعلم اللہ انہ لیس فی قلوبنا ہوادۃ للمشرکین اقتلہم یا رسول اللہ فانہم صنادیدہم وقادتہم۔ آنحضرت نے فرمایا اے عمر تم کیا کہتے ہو عمر نے کہا میری رائے ہے کہ آپ مجھ کو فلاں پر قابو دیجئے کہ میں اس کی گردن ماروں علی کو عقیل پر قابو دیجئے کہ وہ عقیل کو قتل کریں اور حمزہ کو ان کے بھائی (عباس) پر قابو دیجئے کہ وہ عباس کی گردن اڑا دیں تاکہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کی طرف میلان نہیں ہے یا رسول اللہ ان سب کو قتل کر دیجئے یہ ان کے (کفار کے) سردار اور بزرگ ہیں۔ (فائدہ) ما جنگ کے پہلے رسول اللہ کا حکم صریح موجود ہے کہ بنی ہاشم میں سے جو لوگ کفار مکہ کے ساتھ آئے ہیں وہ قتل نہ کئے جائیں یہ حکم عام تو ایسا نہ تھا کہ حضرت عمر کے گوش زد نہ ہوا ہو مگر حضرت عمر بعد جنگ حالت اسیری میں اس حکم صریح کی مخالفت کرنی چاہتے ہیں۔ کہاں تو اور اگر دستخ بہ القول حضرت عمر عقیل و عباس مشرکین کے سردار تھے اور رسول نے جو جنگ سے پہلے ان کے قتل کی مخالفت کی وہ ہوادۃ للمشرکین تھی معاذ اللہ من ہذا القول۔

(۳۰) تفسیر مدارک جلد ۱ ص ۱۶۹ میں آیۃ و آتیتم احداہن قنطارا کی تفسیر میں ہے وقال عمر علی المنبر لا تغالوا بصدقات النساء فقالت امرأۃ اتتبع قولک ام قول اللہ و آتیتم احداہن قنطارا فقال عمر کل احد اعلم من عمر تزوجوا علی ما شئتم۔ حضرت عمر نے منبر پر کہا کہ تم لوگ عورتوں کا مہر زیادہ قرار نہ دیا کرو تو ایک عورت بول اٹھی ہم تمہاری بات مانیں یا خدا کی جو کہتا ہے اور تم نے ان عورتوں میں سے کسی کو قنطار دیا (صراح میں ہے قنطار سونے سے بھری ہوئی گائے کی کھال معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ وہ بارہ سو اوقیہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بارہ سو رطل ہے وغیر ذالک) حضرت عمر نے کہا کہ ہر شخص (یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں بھی) عمر سے زیادہ عالم ہے۔ نکاح کرو جس قدر مہر پر چاہو۔

(۳۱) تاریخ الخلفاء ص ۶۹ میں حضرت عمر کا یہ قول ہے اخرج البیہقی وغیرہ عن ابی بکر انہ سئل عن الکلالۃ فقال انی ساقول فیہا برای فان یکن صوابا فمن اللہ وان یکن خطا فمنی ومن الشیطان اراہ ما خلا الولد والوالد فلما استخلف عمر قال انی لاستحیی ان ارد شیئا قالہ ابو بکر۔ حضرت ابوبکر سے پوچھا گیا کلالہ کیا چیز ہے فرمایا کہ میں اس کے متعلق ایک بات اپنی رائے سے کہتا ہوں

اگر درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے میری رائے میں ولد اور والد کے سوا اور لوگ ہیں پھر جب عمر خلیفہ ہوئے تو فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں ابوبکر کی کہی ہوئی بات کو رد کر دوں۔

(۳۲) تاریخ الخلفاء ص ۱ میں ہے عن قتادۃ والشعبی قال جاءت عمر امرأۃ فقالت زوجی یقوم اللیل ویصوم النہار فقال عمر لقد احسنت الثناء علی زوجک فقال کعب بن سوار لقد شکت فقال عمر کیف قال تزعم انہ لیس لہا من زوجہا نصیب قال فاذا قد فہمت ذلک فاقض بینہما فقال یا امیر المومنین احل اللہ لہ من النساء اربعا فلہا من کل اربعۃ ایام یوم ومن کل اربع لیال لیلۃ۔ حضرت عمر کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میرا شوہر رات کو نمازیں پڑھتا اور دن کو روزے رکھتا ہے آپ نے کہا کہ تو نے اپنے شوہر کی خوب تعریف کی کعب بن سوار نے کہا کہ اس نے (شوہر کی) شکایت کی ہے (نہ کہ تعریف) حضرت عمر نے کہا کیونکر کعب نے کہا (کیا) آپ کا خیال ہے کہ اس کا کچھ حق اس کے شوہر پر نہیں ہے فرمایا کہ (ہاں) اب میں اس کو سمجھا پس تم (ہی) ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ کعب نے کہا اے مسلمانوں کے سردار خدا نے اس پر چار عورتیں حلال کی ہیں تو اس عورت کے لئے ہر چہار دن میں سے ایک دن اور ہر چہار رات میں سے ایک رات کا حق ہے۔

(۳۳) شرح نہج جلد ۲ ص ۱۸ ۔ قال ابوبکر الجوہری وحدثنا ابو زید عمر بن شبۃ باسنادہ رفعہ الی ابن عباس قال انی لا ماشی فی سکۃ من سکک المدینۃ یدہ فی یدی فقال یا ابن عباس ما اظن صاحبک الا مظلوما فقلت فی نفسی واللہ لا یسبقنی بہا فقلت یا امیر المومنین فاردد الیہ ظلامتہ فانتزع یدہ یدی ثم مر یہمہم ساعۃ ثم وقف فلحقتہ فقال لی یا ابن العباس ما اظن القوم منعہم من صاحبک الا انہم استصغروہ فقلت ہذہ شر من الاولی فقلت واللہ ما استصغرہ اللہ حین امرہ ان یاخذ سورۃ براءۃ من ابی بکر۔ جلد ۳ ص ۱۰۵ میں ہے فقلت واللہ ما استصغرہ اللہ ورسولہ حین امرہ ان یاخذ سورۃ براءۃ من صاحبک فاعرض عنی واسرع فرجعت عنہ۔ ابوبکر جوہری ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ کی گلیوں میں سے ایک گلی میں حضرت عمر کے ساتھ جا رہا تھا ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا تو انھوں نے کہا اے ابن عباس میں تمہارے صاحب (علی) کو مظلوم ہی خیال کرتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا بخدا یہ بات اس سے پہلے انھوں نے مجھ سے نہیں کہی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ان سے چھینا ہوا ان کا حق ان کو واپس کر دیجئے۔ (یہ سن کر) انھوں نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا لیا پھر وہ ہمہمہ کرتے ہوئے ایک ساعت چلے پھر ٹھہر گئے تو میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا اے ابن عباس

میں قوم کے متعلق خیال نہیں کرتا کہ انھوں نے (خلافت کو) تمھارے صاحب سے روکا مگر اس وجہ سے کہ انھوں نے تمھارے صاحب کو کم سِن سمجھا۔ میں نے (دل میں) کہا یہ بات تو پہلی سے بھی زیادہ شر ہے (یعنی عذر گناہ بدتر از گناہ)۔ میں نے کہا خدا کی قسم اللہ نے تو ان کو کم سِن نہیں سمجھا جب ان کو حکم دیا کہ (جاکر) ابوبکر سے سورہ برأت واپس لو۔ اور جلد ۳ ص ۱۰۵ میں ہے کہ بخدا اللہ اور اس کے رسول نے تو ان کو کم سِن نہیں سمجھا جب ان کو حکم دیا کہ تمھارے صاحب (ابوبکر) سے سورہ برأۃ لے لیں۔ لیس (یہ سن کر) انھوں نے میری طرف سے منہ پھیر لیا اور بہت تیزی سے چلے گئے اور میں ان کو چھوڑ کر لوٹ آیا [دیکھو باب سوم نمبر ۳ (ج)]۔

(۲۴) تاریخ ابوالفدا موسوم بہ مختصر فی اخبار البشر جلد ا ص ۱۵۶ میں بیعت سقیفہ کے ذکر میں حضرت عمر کا یہ قول اور قصد درج ہے۔

ثم ان ابابکر بعث عمر بن الخطاب الی علی ومن معہ لیخرجہم من بیت فاطمۃ رضی اللہ عنہا وقال ان ابوا علیک فقاتلہم فاقبل عمر بشیء من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمۃ وقالت الی این یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او یدخلوا فیما دخل فیہ الامۃ الخ

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کی طرف بھیجا کہ ان کو حضرت فاطمہ کے گھر سے نکالیں اور یہ کہہ دیا کہ اگر وہ لوگ تم سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرنا حضرت عمر تھوڑی سی آگ لے کر (اس قصد سے) چلے کہ گھر جلا دیں حضرت فاطمہ نے (دروازہ پر آکر) حضرت عمر سے ملاقات کی اور کہا اے خطاب کے بیٹے کہاں آئے ہو کیا ہمارا گھر جلانے آئے ہو کہا ہاں (یا تو گھر جلا دوں گا) یا وہ (اس گھر والے) بھی اس میں داخل ہو جائیں جس میں یہ امت داخل ہو گئی ہے (یعنی حضرت ابوبکر کی بیعت کرلیں)

کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ اول میں تو یہ ہے فبعث الیہ عمر فجاء فناداہم وہم فی دار علی فابوا ان یخرجوا فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن اولاحرقنہا علی من فیہا فقیل لہ یا ابا حفص ان فیہا فاطمۃ فقال وان الخ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو ان کی طرف بھیجا وہ آئے اور باآواز بلند ان لوگوں کو پکارا اور وہ حضرت علی کے گھر میں تھے انھوں نے نکلنے سے انکار کیا تو حضرت عمر نے ایندھن (جلانے کی لکڑی) منگایا اور کہا اس کی قسم جس کے دست قدرت میں عمر کی جان ہے تم لوگ گھر سے نکلو نہیں تو میں حتماً گھر کو مع ان لوگوں کے جو اس میں ہیں جلا دوں گا کہا گیا کہ اے حفص کے باپ (عمر) اس میں تو فاطمہ (رسول اللہ کی بیٹی) بھی ہیں حضرت عمر نے فرمایا ہوا کریں۔ حضرت علی و فاطمہ کے گھر میں اس وقت اور کون لوگ تھے تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۸ میں ہے اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ والزبیر ورجال من المہاجرین فقال

واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ۔ حضرت عمر حضرت علی کے گھر پر آئے اور اس میں طلحہ و زبیر اور چند مہاجرین (اس وقت) موجود تھے پس آپ نے کہا خدا کی قسم میں گھر کو تم لوگوں پر جلا دوں گا یا پھر تم بھی بیعت کے لئے نکلو۔ شرح نہج البلاغۃ جلد ۳ ص ۳۵۹ و ۳۶۰ قلت وہذا الخبر (ای خبر ترویع ہبار بن الاسود زینب بنت رسول اللہ بالرمح وہی فی الہودج حتی طرحت ما فی بطنہا واباح رسول اللہ دمہ) ایضاً قرأتہ علی النقیب ابی جعفر رحمہ اللہ فقال اذا کان رسول اللہ اباح دم ہبار بن الاسود لانہ روع زینب فالقت ذا بطنہا فظہر الحال انہ لو کان حیاً لاباح دم من روع فاطمۃ حتی القت ذا بطنہا فقلت اروی عنک ما یقولہ قوم ان فاطمۃ روعت فالقت المحسن فقال لا تروہ عنی ولا تروعنی بطلانہ فانی متوقف فی ہذا الموضع لتعارض الاخبار عندی فیہ۔ شارح کہتے ہیں میرا قول یہ ہے کہ یہ خبر (راستہ میں ہبار کا نیزہ سے زینب بنت رسول کو دھمکانا اور ان کے حمل کا گر جانا اور رسول کا اس کے خون کو مباح کر دینا) میں نے نقیب ابوجعفر کے سامنے پڑھی تو فرمایا کہ جب رسول نے ہبار کا خون مباح کر دیا اس لئے کہ اس نے زینب کو ڈرایا جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تو حال ظاہر ہو گیا کہ اگر حضرت زندہ ہوتے تو اس کا خون بھی مباح کر دیتے جس نے فاطمہ کو ڈرایا یہاں تک کہ ان کا حمل بھی ساقط ہو گیا میں نے کہا میں روایت کروں آپ کے ذریعہ سے اس واقعہ کی جسے لوگ کہتے ہیں کہ فاطمہ ڈرائی گئیں یہاں تک کہ محسن کو شکم سے گرا دیا (محسن جو شکم میں تھے وہ حمل ساقط ہو گیا) تو انھوں نے کہا اس کو میرے واسطہ سے روایت نہ کرو اور نہ اس واقعہ کا بطلان ہی میرے توسط سے روایت کرو اس لئے کہ میں اس مقام میں متوقف ہوں (کسی کو ترجیح نہیں دیتا نہ ثبوت واقعہ کی روایت کو نہ بطلان واقعہ کی روایت کو) کیونکہ میرے نزدیک اس واقعہ میں روایتوں میں تعارض ہے۔ شارح کا کلام ختم ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ فاطمہ کے ڈرانے اور اسقاط حمل کی روایت زیادہ قوی ہے اس کی مخالف روایت سے ورنہ اگر ضعیف یا مخالف روایت کے مساوی ہوتی تو نقیب یہ نہ کہتے کہ اگر رسول اللہ زندہ ہوتے تو فاطمہ کے ڈرانے والے کا خون مباح کر دیتے اس لئے کہ خبر ضعیف یا مساوی سے اس مطلب پر استدلال صحیح نہیں اور یہ جو کہا کہ میں متوقف ہوں تو امر حق کہنے سے ڈرے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ڈرانے اور اسقاط حمل کی روایت اہل سنت کے یہاں بھی مروی ہے اور مخصوصات شیعہ سے نہیں ہے اس لئے کہ اہل سنت کے نزدیک روایت شیعہ و روایت اہل سنت میں تعارض نہیں ہوتا روایت اہل سنت کو ترجیح دی جاتی ہے اور یہ امر ظاہر ہے ۔*

(۲۵) مستطرف جلد ۲ ص ۸۰ میں ہے حتی انہ (عمر) فی لیلۃ مظلمۃ خرج بنفسہ فرای فی بعض البیوت ضوء سراج وسمع حدیثاً فوقف علی الباب یتجسس فرای عبداً اسود قدامہ اناء فیہ مزر وہو یشرب ومعہ جماعۃ فہم بالدخول من الباب فلم یقدر من تحصین البیت فتسور

على السطح ونزل اليهم من الدرجة ومعه الدرة فلما راوه قاموا وفتحوا الباب وانهزموا فمسك الاسود فقال له يا امير المومنين قد اخطأتُ
انى تائب فاقبل توبتى فقال اريد ان اضربك على خطيئتك فقال يا امير المومنين ان كنت قد اخطأت فى واحدة فانت قد اخطأت
فى ثلاث قال الله تعالى ولا تجسسوا وانت تجسست وقال تعالى واتوا البيوت من ابوابها وانت اتيت من السطح وقال
لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستانسوا وتسلموا على اهلها وانت دخلت وما سلمت فهب هذه لهذه وانا تائب الى الله تعالى على يدك
ان لا اعود فاستتوبه واستحسن كلامه ۔ حضرت عمر ایک اندھیری رات میں تنہا نکلے۔ ایک گھر میں انھوں نے چراغ کی روشنی دیکھی
اور کچھ باتیں سنیں ۔ دروازہ پر کھڑے ہوگئے تجسس کیا تو ایک حبشی کو دیکھا کہ اس کے سامنے ایک برتن میں شراب رکھی ہے
اور وہ پی رہا ہے اور اس کے ساتھ کچھ لوگ ہیں ۔ آپ نے گھر میں جانا چاہا دروازہ ایسا مضبوط بند تھا کہ جانہ سکے تو چھت پر
باہر سے چڑھ گئے اور سیڑھی سے اتر کر ان کے پاس پہنچے ۔ آپ کے ہاتھ میں درّہ تھا ۔ جب ان لوگوں نے دیکھا تو اٹھ کر دروازہ
کھول کر بھاگ گئے اور حبشی رہ گیا تو اس نے کہا اے خلیفہ میں نے خطا کی میں توبہ کرتا ہوں میری توبہ قبول کیجئے ۔ آپ نے کہا
میں تجھ کو اس خطا کی سزا دینا چاہتا ہوں ۔ اس نے کہا میں نے تو ایک خطا کی ہے اور آپ نے تین ۔ اللہ نے کہا ہے کہ تجسس نہ کرو
اور آپ نے کیا ۔ اللہ نے کہا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ آپ چھت سے آئے ۔ اور اللہ نے کہا کہ اپنے گھر کے علاوہ کسی گھر میں
نہ جاؤ جب تک اس گھر والوں سے انس نہ پیدا کرلو اور سلام نہ کرلو آپ داخل ہوئے اور سلام نہ کیا ۔ پس اس کے بدلے میں میری
خطا بخش دیجئے میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں اب کبھی ایسا نہ کروں گا ۔ آپ نے اس سے توبہ کرائی اور اس کا کلام پسند کیا ۔
(فائدہ) ۱۔ حسبنا کتاب اللہ کے کہنے والے حضرت عمر کو اگر ان تینوں آیتوں کا علم نہ تھا تو اس سے ان کی قرآن دانی اور قرآن فہمی
ظاہر ہوتی ہے ۔ ۲۔ اور اگر ان آیتوں کا علم تھا اور آیات کی مخالفت کی تو اس سے قرآن کا ہدایت کے لئے ناکافی ہونا اور حضرت
عمر کا قرآن اور حکم خدا کی مخالفت کرنا ظاہر ہوتا ہے ۔ ۳۔ اور ہر صورت میں ان کی خلافت پر صحیح رائے قائم کرنا ناظر منصف کا کام ہے
(۲۶) تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۸۶ میں حرمت متعہ کی وجہ ثانی میں حضرت عمر کا یہ قول لکھا ہوا ہے ۔ روی عن عمر انہ قال فی خطبتہ متعتان کانتا
على عهد رسول الله انا انهى عنهما واعاقب عليهما (آپ کا یہ قول کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۳ میں بھی ہے آخر میں متعۃ النساء ومتعۃ الحج نادرست) ۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ آپ (حضرت عمر) نے اپنے خطبہ میں کہا دو متعہ (متعۃ النساء ومتعۃ الحج) زمانہ رسول میں (جائز ورائج)
تھے میں ان دونوں کی مخالفت کرتا ہوں اور ان دونوں پر (کرنے والے کو) سزا دوں گا ۔ (فائدہ) جب دونوں متعہ زمانہ رسول میں
جائز وجاری تھے اور پیغمبر کا حلال یا حرام کیا ہوا قیامت تک حلال یا حرام ہے تو کسی دوسرے کو اس حلال کو حرام کرنے اور اس پر سزا
دینے کا کیا حق ۔ یا تو اس کے نزدیک شریعت رسول قابل عمل نہ تھی یا تھی تو عہد رسول تک اور حضرت کے بعد وہ اپنے کو ان کی شریعت کا منسخ
یا ترمیم کرنے والا سمجھتا ہو ۔ یہاں پر باب ہفتم کی حدیث ا و ۳ و ۵ و ۶ و ۸ پھر دیکھئے ۔ اس کے ساتھ اس باب کا مقدمہ بھی دیکھئے ۔
(۲۷) صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۲۲۴ میں حضرت عمر کا یہ قول وفعل درج ہے ۔ عن عبد الرحمن بن عبد القارى انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب
ليلة فى رمضان فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل فيصلى بصلوته الرهط فقال عمر انى ارى لو جمعت هولاء
على قارئ واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم على ابى بن كعب ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعمت البدعة هذه
عبد الرحمن بن عبد القاری کہتا ہے کہ میں ایک شب ماہ صیام میں عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ متفرق ہیں کوئی
تنہا نماز پڑھتا ہے کوئی نماز پڑھتا ہے اور کچھ لوگ اس کی اقتدا کرکے نماز پڑھ رہے ہیں حضرت عمر نے کہا کہ میری رائے ہے کہ اگر میں ان سب کو
ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجتمع کردوں تو بہتر ہوگا پھر وہ اس رائے پر مستحکم ہوگئے اور انھوں نے ابی بن کعب کے پیچھے (تراویح
پڑھنے کے لئے) ان کو جمع کردیا پھر ایک دوسری رات میں ان کے ساتھ مسجد میں گیا اور لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے
تو حضرت عمر نے کہا اچھی بدعت ہے یہ (نماز تراویح باجماعت) ہے ۔ صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۳۱۹ میں بروایت جابر بن عبد اللہ حضرت رسول اللہ نے فرمایا
وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة ۔ تمام باتوں میں سب سے بدترین نئی باتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے محدثات
جمع محدثة بالفتح وهى مالم يكن معروفا فى الكتاب ولا السنة ۔ محدثات جمع ہے محدثہ بالفتح کی اور یہ ایسی چیز ہے جس کا نشان
کتاب اور سنت میں نہ ہو ۔ اور سنن ابن ماجہ صفحہ ۶ میں ہے ۔ عن حذيفة قال قال رسول الله لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلوة و
لا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صرفا ولا عدلا يخرج من الاسلام كما تخرج الشعرة من العجين ۔ حذیفہ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا خدا
کسی صاحب بدعت کے کسی صوم وصلوٰۃ وصدقہ وحج وعمرہ وجہاد وصرف (توبہ یا نافلہ) وعدل (فدیہ یا فریضہ) کو قبول نہیں کرتا

وہ صاحب بدعت۔ بدعت کا موجد) اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکال ڈالا جاتا ہے۔

(فائدہ)۔ روم و فارس کی جنگ میں کسی کا بذات خود جانا تاریخ میں مذکور نہیں ہے پھر اس قسم کی باتوں کے ہوتے ہوئے کیا فضیلت و منقبت ثابت ہو سکتی ہے۔

(۲۸) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ [illegible] و جلد ۳ صفحہ [illegible] اور مسند احمد جلد ۱ صفحہ [illegible] میں ہے کہ حضرت عمر نے آکر حضرت ابوبکر سے کہا انی اریٰ ان تامر بجمع القرآن میری رائے ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دیجئے۔ فقلت کیف افعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ۔ میں نے (ابوبکر نے) کہا میں ایسا کام کیسے کروں جو رسول اللہ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا ہو واللہ خیر۔ واللہ یہ کام بہتر ہے (فائدہ) ۱۔ بقول حضرت ابوبکر قرآن کو رسول خدا نے جمع نہیں کیا پس اس کا جمع کرنا بدعت ہوا اور زید بن ثابت سے قرآن لکھوا کر حضرت ابوبکر بدعت کے مرتکب ہوئے اور بدعت کے متعلق حدیث گزر چکی۔
۲۔ بقول حضرت عمر رسول اللہ نے امر خیر کو ترک کیا اور حضرت ابوبکر کے حکم سے زید نے اس امر خیر کو انجام دیا پس حضرت عمر کے قول کے مطابق حضرت ابوبکر و زید نے ایک ایسا امر خیر کیا جس کی وجہ سے وہ اس صفت میں رسول اللہ سے بڑھ گئے۔

(۲۹) صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۵ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ [illegible] میں یہ حدیث ہے۔ مسلم کی عبارت یہ ہے۔ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ انہا اخبرتہ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسألہ میراثہا من رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یأکل آل محمد فی ہذا المال وانی واللہ لا اغیر شیئاً من صدقۃ رسول اللہ عن حالہا التی کانت علیہا فی عہد رسول اللہ ولاعملن فیہا بما عمل بہ رسول اللہ فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ شیئاً فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد رسول اللہ ستۃ اشہر فلما توفیت دفنہا زوجہا علی بن ابی طالب لیلاً ولم یؤذن بہا ابابکر وصلی علیہا علی الخ حضرت فاطمہ نے (حضرت ابوبکر کے پاس بھیج کر) اپنی میراث طلب کرنے کے لئے جو رسول خدا سے ان کو پہنچی تھی [illegible] ان چیزوں میں سے جن کو مدینہ میں خدا نے رسول کا خالصہ مقرر کر دیا تھا اور فدک اور باقی خمس خیبر۔ پس ابوبکر نے کہا رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں کرتے جو ہم چھوڑیں صدقہ ہے صرف آل محمد اس میں کھا سکیں گے بخدا میں رسول اللہ کے صدقہ میں کچھ تغیر نہ کروں گا جس حالت میں رسول کے زمانہ میں تھے اسی حالت میں رکھوں گا اور اس کے متعلق وہی عمل کروں گا جو رسول نے کیا اور حضرت فاطمہ کو

ان چیزوں میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کیا پس اس سے حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ان کو چھوڑ دیا اور ان سے بات تک نہ کی یہاں تک کہ حضرت فاطمہ نے انتقال کیا اور آنحضرت کے بعد چھ مہینہ زندہ رہیں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے شوہر حضرت علی نے ان کو رات ہی میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو وفات حضرت فاطمہ کی خبر (تک) نہ دی اور خود نماز جنازہ پڑھی (فائدہ) ۱۔ حضرت فاطمہ کو حضرت ابوبکر نے مدینہ و فدک و خمس خیبر میں سے کچھ نہ دیا یہ کہہ کر کہ یہ سب صدقہ رسول ہے میراث نہیں ہے۔ ۲۔ مشکوۃ صفحہ ۲۱ میں ہے وعنہ عن جابر قال قال رسول اللہ کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ بعضہ بعضاً یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا (میرا ایسا کلام جو تم کو ملے وہ دراصل میرا کلام ہی نہیں ہے مجھ پر افترا ہے) اور خدا کا کلام خدا کے کلام سے منسوخ ہو جاتا ہے۔ قرآن میں پیغمبروں کی میراث کا حکم موجود ہے اس میں رسول اللہ کو اس حکم سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔
۳۔ حضرت فاطمہ پیغمبر کے بعد چھ مہینہ زندہ رہیں اور حضرت ابوبکر کے قول و فعل سے سخت ناراض رہیں تا وفات صاحب سلامت بات چیت ترک کر دی تھی۔ ۴۔ حضرت علی نے خود نماز جنازہ پڑھ کر رات ہی میں دفن کر دیا اور ابوبکر اور مسلمانوں کو اطلاع نہ دی کہ رسول اللہ کی بیٹی کا انتقال ہو گیا یہ اطلاع نہ دینا یا حضرت فاطمہ کی وصیت کی تعمیل تھی یا خود حضرت علی نے اپنے دل سے ایسا کیا ہر کیف اس سے اسی کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ ان سے کیا عداوت رکھتے تھے۔ یہاں پر احادیث فضائل اہلبیت کو پڑھئے
۵۔ باب ہفتم کی حدیث ۱ و ۸ اور اس باب کا ۳۱ جو آگے آتا ہے دیکھئے۔

(۳۰) مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴ میں ہے۔ عن ابی الطفیل قال لما قبض رسول اللہ ارسلت فاطمۃ الی ابی بکر انت ورثت رسول اللہ ام اہلہ قال لا بل اہلہ قالت فاین سہم رسول اللہ قال فقال ابوبکر انی سمعت رسول اللہ یقول ان اللہ عز وجل اذا اطعم نبیاً طعمۃ ثم قبضہ جعلہ للذی یقوم من بعدہ فرأیت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعت من رسول اللہ اعلم۔ ابوطفیل کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ رسول اللہ کے وارث تم ہوئے یا ان کے اہل ہوئے۔ ابوبکر نے کہا نہیں بلکہ ان کے اہل ان کے وارث ہوئے فاطمہ نے کہا پھر رسول اللہ کا حصہ کہاں ہے ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا کہ خدا جب کسی نبی کو کچھ عطا کرتا ہے اور اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو خدا اس چیز کو اس کے جانشین کے لئے کر دیتا ہے پس میری رائے

ہوئی کہ میں حصہ رسول کو مسلمانوں کو دیدوں حضرت فاطمہ نے کہا تم اور رسول اللہ سے جو تم نے سنا ہے اس کے خوب جاننے والے ہو (میں کیا
جانوں کہ رسول نے تم سے کیا کہا تم جانو اور تمہارا کام جانے)۔ فائدہ ۱: پہلے حضرت ابو بکر نے مان لیا ہے کہ نبی کے وارث نبی کے اہل ہوئے
اور اپنے اس بیان سے اپنی روایت کردہ حدیث لانورث ماترکناہ صدقہ (جو اس سے پہلے صحیح بخاری سے لکھی گئی ہے) کی تکذیب کردی
۲: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر وہ تقریر درج کی جائے جو امام رازی نے اس سوال میراث کے متعلق کی ہے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۳۹
الموضع الرابع من تخصیصات ہذہ الآیۃ ما ہو مذہب اکثر المجتہدین ان الانبیاء علیہم السلام لایورثون والشیعۃ خالفوا فیہ روی ان
فاطمۃ لما طلبت المیراث ومنعوا ہا منہ واحتجوا بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام نحن معاشر الانبیاء لانورث ماترکناہ صدقۃ فعند ہذا احتجت فاطمۃ
بعموم قولہ للذکر مثل حظ الانثیین وکانہا اشارت الی ان عموم القرآن لایجوز تخصیصہ بخبر الواحد ثم ان الشیعۃ قالوا بتقدیر ان یجوز
تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد انہ غیر جائز ہہنا وبیانہ من ثلاثۃ اوجہ احدہا انہ علی خلاف قولہ تعالی حکایۃ عن زکریا یرثنی ویرث من
آل یعقوب وقولہ تعالی وورث سلیمان داؤد قالوا ولا یمکن حمل ذالک علی وراثۃ العلم والدین لان ذالک لایکون وراثۃ فی الحقیقۃ
بل یکون کسبا جدید ا مبتدأ انما التوریث لایتحقق الا فی المال علی سبیل الحقیقۃ۔ وثانیہا ان المحتاج الی معرفۃ ہذہ المسئلۃ ما کان الا
فاطمۃ وعلی والعباس وہؤلاء کانوا من اکابر الزہاد والعلماء واہل الدین واما ابو بکر فانہ ما کان محتاجا الی معرفۃ ہذہ المسئلۃ البتۃ لانہ ما کان
ممن یخطر ببالہ انہ یرث من الرسول علیہ الصلوۃ والسلام فکیف یلیق بالنبی ان یبلغ ہذہ المسئلۃ الی من لاحاجۃ بہ الیہا ولا یبلغہا الی
من لہ الی معرفتہا اشد الحاجۃ وثالثہا یحتمل ان قولہ ماترکناہ صدقۃ صلۃ لقولہ لانورث والتقدیر ان الشئی الذی ترکناہ صدقۃ فذالک
الشئی لایورث فان قیل فعلی ہذا التقدیر لایبقی للرسول خاصیۃ فی ذالک قلنا بل تبقی الخاصیۃ لاحتمال ان الانبیاء اذا عزموا علی التصدق
بشئی فبمجرد العزم یخرج من ملکہم ولا یرثہ وارث عنہم وہذا المعنی مفقود فی غیرہم۔ والجواب ان فاطمۃ رضیت بقول ابی بکر بعد
ہذہ المناظرۃ الخ۔ چوتھا مقام منجملہ تخصیصات آیت وہ ہے جو اکثر مجتہدین کا مذہب ہے کہ پیغمبروں کا گروہ کسی کو اپنا وارث نہیں
کرتا اور شیعہ فرقہ اس کی مخالفت کرتا ہے روایت کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ نے جب میراث طلب کی اور لوگوں نے ان کو اس سے
منع کیا اور دلیل میں پیغمبر کا یہ قول پیش کیا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیا کسی کو وارث نہیں کرتے جو کچھ چھوڑتے ہیں

وہ صدقہ ہوتا ہے تو اس احتجاج کے بعد ہی جناب سیدہ نے عموم قول باری سے استدلال کیا کہ مردوں کا حصہ عورتوں کے حصہ سے دوگنا ہے
گویا کہ سیدہ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ عموم قرآن کی تخصیص صرف ایک شخص کی روایت سے نہیں ہوسکتی اور پھر شیعہ فرقہ نے کہا ہے
کہ بالفرض اگر عموم قرآن کی تخصیص شخص واحد کی خبر و روایت سے جائز بھی ہو تو یہاں پر ہرگز جائز نہیں ہوسکتی اور اس (نہ جائز ہونے)
کا بیان تین وجہوں سے ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت قول خدا کے خلاف ہے کیونکہ اس نے جناب زکریا کے قول کی حکایت کی ہے
کہ انھوں نے خدا سے فرزند مانگا اور یہ کہہ کر مانگا کہ وہ میرا وارث اور آل یعقوب کا وارث ہو اور نیز دوسری آیت کے بھی خلاف ہے
جس میں اس نے خود خبر دی ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داود کے وارث ہوئے اور یہ ممکن نہیں کہ اس وراثت سے علم و دین کی
وراثت مراد ہو کیونکہ یہ حقیقت میں وراثت ہی نہیں بلکہ ایک نئی تحصیل ہوتی ہے حقیقی توریث تو صرف مال ہی میں ہوتی ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس مسئلہ کے جاننے کی ضرورت تھی وہ لوگ جناب فاطمہ و علی عباس میں منحصر تھے اور یہ لوگ بڑے
زاہدوں اور عالموں اور دینداروں میں تھے رہ گئے حضرت ابو بکر تو ان کو اس مسئلہ کے تعلیم دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ ان کے دل
میں تو کبھی اس بات کا خطور ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ رسول کے وارث ہوں گے (اور جب یہ معاملہ تھا) تو جناب رسالتماب کے لئے یہ بات
کیونکر زیبا ہو سکتی تھی کہ یہ مسئلہ اسے تو تعلیم دیں جس کو اس مسئلہ کے جاننے کی ضرورت نہ ہو اور نہ بتائیں یہ مسئلہ ان کو جن کو اس
مسئلہ کے جاننے کی سخت ضرورت تھی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ قول ماترکناہ صدقہ ممکن ہے کہ لانورث کا صلہ (مفعول) ہو اور معنی کلام
یہ ہو کہ جس چیز کو ہم صدقہ بنا کر چھوڑتے ہیں اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ اس بنا پر رسول کے لئے کوئی خصوصیت
باقی نہیں رہتی تو ہم کہیں گے کہ خصوصیت پھر بھی باقی رہتی ہے کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ انبیا جب صدقہ دینے کا عزم
کر لیتے ہیں تو فقط عزم ہی سے وہ شی ان کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے اور پھر کوئی وارث اس کا حق دار نہیں رہتا اور یہ بات
انبیا کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ اور جواب یہ ہے کہ جناب فاطمہ اس مناظرہ کے بعد ابو بکر کے قول پر راضی ہوگئیں الخ۔
یہ تقریر امام رازی کی ہے اور شیعوں کی تینوں دلیل کا جواب امام رازی کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ مناظرہ کے بعد جناب فاطمہ
حضرت ابو بکر کے قول پر راضی ہوگئیں یعنی رضامندی جناب فاطمہ کے سوا ان دلیلوں کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ امام رازی کا

محض دعویٰ ہے ثبوت و دلیل کچھ بھی نہیں۔ اس کے پہلے ۲۹ میں حضرت فاطمہ کی ناراضگی تاحین حیات خود مذکور ہے۔

(۳۱) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ فاما صدقتہ بالمدینۃ فدفعہا عمر الی علی و عباس فاما خیبر و فدک فامسکہما عمر و قال ہما صدقۃ رسول اللہ الخ صدقہ پیغمبر جو مدینہ میں تھا اس کو تو حضرت عمر نے (اپنی خلافت کے زمانے میں) حضرت علی و عباس کو دے دیا لیکن خیبر و فدک نہ دیا اور کہا کہ یہ دونوں صدقہ رسول اللہ ہیں (فائدہ) ۱۔ صدقہ مدینہ حضرت علی و عباس کو دے کر حضرت عمر نے اپنے فعل سے حضرت ابوبکر کے فعل کی تردید کر دی کیونکہ انھوں نے اس کو بھی صدقہ رسول کہہ کر حضرت فاطمہ کو نہ دیا تھا۔ اور فدک و خیبر کے متعلق یہ کہنا کہ (عمر نے) یہ صدقہ رسول ہے یہ قولی تردید ہے حضرت ابوبکر کے قول کی کہ انھوں نے ان دونوں کے ساتھ مدینہ کی جائداد کو بھی صدقہ قرار دیا تھا۔ بڑی مشکل تو یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں کس کے قول و فعل کو حق سمجھا جائے۔ ایک شخص جو دونوں کو برابر سمجھتا ہو اس کے لئے بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ امر حق کو تیسری جگہ تلاش کرے۔ ۲۔ فدک کے متعلق دیگر خلفا نے حضرت ابوبکر و عمر کے طرز عمل کو کیسا سمجھا۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ میں ہے۔ فلما ولی عمر بن عبدالعزیز الخلافۃ کانت (فدک) اول ظلامۃ ردہا دعی حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب وقیل بل دعی علی بن الحسین فردہا الیہ وکانت بید اولاد فاطمۃ مدۃ ولایۃ عمر بن عبدالعزیز.... فلما ولی ابوالعباس السفاح ردہا علی عبداللہ بن الحسن بن الحسن.... ثم ردہا المہدی ابنہ (ابن ابوجعفر) علی ولد فاطمۃ حتی ولی المامون فردہا علی فاطمیین۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چھینے ہوئے حقوق میں سب سے پہلا فدک تھا جس کو انھوں نے حسن بن حسن بن علی یا امام زین العابدین کو بلا کر ان کو واپس دیا۔ اور خلفائے بنی عباس میں سفاح اور مہدی اور مامون رشید نے اپنے اپنے عہد میں فدک اولاد فاطمہ کو واپس کیا۔ شرح نہج جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ میں ہے قال ابوالمقدام فنقمت بنوامیۃ ذالک علی عمر بن عبدالعزیز و عاتبوہ فیہ و قالوا ہجنت فعل الشیخین۔ ابومقدام کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے فدک واپس کر دینے پر بنی امیہ سخت برہم ہوئے اور کہا کہ تم نے (اپنے اس فعل سے) شیخین [illegible] پر (ابوبکر و عمر) کے فعل پر عیب لگایا اور ان کے فعل کو بدنما ظاہر کیا۔

(۳۲) شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۰۸ میں ہے۔ ثم ان ابابکر لما یئس من حیاتہ دعا عثمان و املی علیہ کتاب عہدہ لعمر فلما کتب ختم الصحیفۃ

و اخرجہا الی الناس و امرہم ان یبایعوا لمن فی الصحیفۃ فبایعوا حتی مرت لعلی فقال بایعنا لمن فیہا و ان کان عمر۔ جب حضرت ابوبکر اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو حضرت عثمان کو بلوایا اور ان سے ایک تحریر حضرت عمر کی ولیعہدی (جانشینی) کے متعلق لکھوائی جب عہد نامہ لکھ گیا تو (بند کر کے) اس پر مہر لگائی اور لوگوں کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ اس کی بیعت کریں جس کا نام اس (بند عہد نامہ) میں درج ہے (معلوم ہوا کہ لفافہ میں بند تھا اور مہر لفافہ کے اوپر تھی) پس سب نے بیعت کی جب وہ خلافت نامہ حضرت علی کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس شخص کی بیعت کی جس کا نام اس میں درج ہے اگرچہ وہ عمر ہی ہوں۔ (فائدہ) ۱۔ کسی کو آئندہ خلیفہ کا نام نہیں بتایا گیا نہ خلافت نامہ پڑھ کر سنایا گیا کیونکہ لفافہ میں بند کر کے بھیجا گیا تھا۔ ۲۔ رسول اللہ کے بعد خلیفہ رسول مقرر کرنے کا حق تو امت کو تھا مگر حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد یہ حق امت کے لئے باقی نہ رہ گیا تھا اس لئے خود ہی مقرر کر گئے۔ ۳۔ حضرت ابوبکر کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کرنے کا حق تھا مگر رسول اللہ کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ اپنے بعد کے لئے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ ۴۔ حضرت ابوبکر کو یہ ترکیب اس لئے کرنی پڑی کہ لوگوں کو حضرت عمر سے نفرت تھی اور ان کی مخالفت سے ڈرتے تھے۔

(۳۳) کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ اول صفحہ ۱۱ میں ہے۔ فقال عمر لابی بکر انطلق بنا الی فاطمۃ فانا قد اغضبناہا فانطلقا جمیعا فاستاذنا علی فاطمۃ فلم تاذن لہما فاتیا علیا فکلماہ فادخلہما علیہا فلما قعدا عندہا حولت وجہہا الی الحائط فسلما علیہا فلم ترد علیہما السلام۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا آئیے فاطمہ کے پاس چلیں (اور معافی مانگیں یا راضی کریں) اس لئے کہ یقینا ہم نے ان کو غضبناک کیا ہے پس دونوں آئے اور حضرت فاطمہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور آپ نے ان دونوں کو اجازت نہ دی دونوں حضرت علی کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی اور آپ دونوں کو لے کر گھر کے اندر حضرت فاطمہ کے پاس آئے جب دونوں حضرت فاطمہ کے پاس بیٹھے تو حضرت فاطمہ نے اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر لیا پھر ان دونوں نے ان کو سلام کیا تو حضرت فاطمہ نے ان کو سلام کا جواب نہ دیا۔ صفحہ ۱۲ میں ہے۔ قالت ارایتکما ان حدثتکما حدیثا عن رسول اللہ تعرفانہ و تفعلان بہ قالا نعم قالت نشدتکما اللہ الم تسمعا رسول اللہ یقول رضاء فاطمۃ من رضائی و سخطہا من سخطی فمن احب فاطمۃ ابنتی احبنی و من ارضی فاطمۃ فقد ارضانی و من اسخط فاطمۃ فقد اسخطنی قالا نعم سمعناہ من رسول اللہ قالت فانی اشہد اللہ و ملائکتہ انکما اسخطتمانی و ما ارضیتمانی و لئن لقیت النبی لاشکونکما الیہ فقال ابوبکر انا عائذ باللہ تعالی من سخطہ و سخطک یا فاطمۃ

ثم انتحب ابوبکر یبکی وکادت نفسہ ان تزہق وہی تقول واللہ لادعون علیک فی کل صلوۃ اصلیہا - حضرت فاطمہ نے کہا اے ابوبکر و عمر تم دونوں کا کیا خیال ہے اگر میں تم سے رسول اللہ کی ایک حدیث بیان کروں تو تم اس کو پہچانوگے اور اس پر عمل کروگے دونوں نے کہا جی ہاں پھر آپ نے کہا میں خدا کی قسم دے کر تم دونوں سے پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ کی یہ حدیث نہیں سنی کہ فاطمہ کی رضامندی میری رضامندی اور اس کی ناخوشی وغصہ میری ناخوشی وغصہ ہے یعنی جس نے میری بیٹی فاطمہ کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے اس کو راضی کیا اس نے مجھ کو راضی کیا اور جس نے اس کو ناراض وغضبناک کیا اس نے مجھ کو ناراض وغضبناک کیا - دونوں نے کہا ہاں ہم نے اس کو رسول اللہ سے سنا ہے حضرت فاطمہ نے کہا تو میں اللہ اور اس کے فرشتوں کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ حتماً تم دونوں نے مجھ کو ناراض وغضبناک کیا اور یقیناً مجھ کو راضی وخوش نہیں کیا اور اگر میں نے پیغمبر سے ملاقات کی (اگر میرا انتقال ہوا) تو میں ضرور بالضرور ان سے تم دونوں کی شکایت کروں گی - ابوبکر نے کہا اے فاطمہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس کی ناراضی وغضب اور آپ کی ناراضی وغضب سے پھر ابوبکر چلا کر رونے لگے کہ قریب تھا ان کی جان نکل جائے اور حضرت فاطمہ کہتی رہیں کہ خدا کی قسم میں ہر نماز میں جو پڑھوں گی تمہارے لئے بددعا کروں گی

(فائدہ) ۱۔ یہاں پر آیت ان الذین یوذون اللہ ورسولہ الخ کی تلاوت کیجئے اور اس کے معنی کسی مترجم قرآن میں دیکھئے - ۲۔ یہ بھی غور کیجئے کہ فاطمہ نے قسم کھا کر ہر نماز میں بددعا کرنے کو کہا تھا تو ضرور زندگی بھر بددعا کرتی رہی ہوں گی - ۳۔ اور یہ بھی غور کیجئے حضرت فاطمہ نے سلام کا جواب کیوں نہ دیا - کیا مسلم کے سلام کا جواب دینا مسلم پر واجب نہیں ہے یا یہ سلام قابل جواب نہ تھا - ۴۔ باب ہفتم کی حدیث ۱ و ۸ (موطائے مالک والی حدیث) دیکھئے - ۵۔ حضرت فاطمہ نے زندگی بھر ملال اور ترک سلام جائز رکھا تو کیوں - کیا ان کو یہ حدیث رسول معلوم نہ تھی کہ مومن کو مومن سے ۳ روز سے زیادہ ملال نہ رکھنا چاہئے -

(۳۴) صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ میں حضرت عمر کا یہ قول ہے - فان استخلف فقد استخلف من ہو خیر منی یعنی ابابکر وان اترککم فقد ترککم من ہو خیر منی رسول اللہ - صفحہ ۱۰۹ میں ہے وانی لئن لا استخلف فان رسول اللہ لم یستخلف وان استخلف فان ابابکر قد استخلف - دونوں کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں خلیفہ مقرر نہ کروں تو مجھ سے بہتر شخص رسول اللہ نے خلیفہ مقرر نہیں کیا اور مقرر کروں تو مجھ سے بہتر شخص ابوبکر نے مقرر کیا تھا - (فائدہ) ۱۔ حضرت ابوبکر کو حضرت عمر نے خلیفہ بنایا جیسا کہ اسی باب میں مذکور ہوا اور

حضرت عمر کو حضرت ابوبکر نے خلیفہ بنایا - ۲۔ بقول حضرت عمر رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا - حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو اور حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرکے خدا اور رسول دونوں کی مخالفت کی کیونکہ خدا فرماتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر اور تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں اسوہ حسنہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت کا امیدوار ہو - یہاں پر باب ہفتم کی حدیث ۸ (موطائے مالک والی حدیث) غور سے پڑھئے -

(۳۵) حدیث قرطاس - صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۲۲ وجلد ۲ صفحہ ۱۱۱ و ۱۲۶ وجلد ۳ صفحہ ۹۵ میں دو روایت کے ساتھ اور جلد ۴ صفحہ ۵ و ۱۲۷ میں مذکور ہے - اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴ و ۱۵ میں ۳ روایت کے ساتھ مذکور ہے - چونکہ یہ پیغمبر کے آخری وقت کا واقعہ ہے اور بطور وصیت کے پیغمبر کچھ لکھنا چاہتے تھے جس سے امت ہی کا فائدہ تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ضلالت سے محفوظ ہوجاتی اس لئے اس کے متعلق تمام روایتوں پر تفصیل سے نظر کرنا نہایت ضروری ہے -

۱۔ روایت اول بخاری جلد ا صفحہ ۲۲ - عن ابن عباس قال لما اشتد بالنبی وجعہ قال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ وکتابہ - حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جب نبی پر درد (بیماری) کی شدت ہوئی آپ نے فرمایا کہ کاغذ لاؤ تو میں تمہارے (ساتھ نفع کے) لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہو - عمر نے کہا نبی پر درد غالب آگیا ہے (اس لئے ایسی باتیں کرتے ہیں) اور ہمارے پاس خدا کی کتاب ہے (وہ) ہمارے لئے کافی ہے (ہم کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں) پس لوگوں میں اختلاف ہوگیا اور بہت شوروغل ہوا حضرت نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ میرے پاس (بیٹھ کر) باہم جھگڑنا مناسب نہیں ہے (سب اٹھ گئے) اور ابن عباس یہ کہتے ہوئے نکلے کہ مصیبت بلکہ تمام مصیبت (کی جڑ) وہ (مخالفت ونزاع) ہے جس نے رسول خدا کو نوشتہ وتحریر لکھنے سے روک دیا -

۲۔ روایت دوم بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۱ - عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد برسول اللہ وجعہ یوم الخمیس فقال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا

ہجر رسول اللہ قال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ واوصی عند موتہ بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما
کنت اجیزہم ونسیت الثالثۃ - وقال یعقوب بن محمد سالت المغیرۃ بن عبد الرحمن عن جزیرۃ العرب فقال مکۃ والمدینۃ والیمامۃ والیمن
وقال یعقوب والعرج اول تہامۃ (تم النبی) - ابن عباس سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا پنجشنبہ کا دن اور کیا (مصیبت کا دن تھا)
پنجشنبہ کا دن پھر ابن عباس رونے لگے یہاں تک کہ (زمین کے) سنگریزے تر ہوگئے پس کہا پنجشنبہ کے دن رسول اللہ پر بیماری کی
شدت ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ کاغذ لاؤ تو میں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد پھر کبھی تم لوگ گمراہ نہ ہو پس سب باہم جھگڑنے
لگے حالانکہ کسی نبی کے پاس جھگڑنا مناسب نہیں پس سب نے کہا کہ رسول اللہ نے ہجر کیا (ہذیانی باتیں کیں) حضرت نے کہا مجھے چھوڑ
دو میں جس (خیال) میں ہوں وہ اچھا ہے اس (بات) سے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو - اور مرنے کے قریب تین وصیتیں کیں -
مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا - وفد کی خاطر داری کرنا اسی طرح جیسی میں کرتا تھا (راوی کا بیان ہے کہ) تیسری وصیت
میں بھول گیا (کہ کیا تھی) مگر ابن عباس نے بیان کیا تھا) - اس کے بعد راوی نے جزیرہ عرب کی تحقیق بیان کی ہے کہ یہ ہے -

روایت سوم[۳] بخاری جلد ۲ ص ۱۲۶ - عن سلیمان بن ابی مسلم الاحول سمع سعید بن جبیر سمع ابن عباس یقول یوم الخمیس وما یوم الخمیس
ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی قلت یا ابن عباس ما یوم الخمیس قال اشتد برسول اللہ وجعہ فقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ
ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما لہ اہجر استفہموہ فقال ذرونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ فامرہم بثلاث
قال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزہم والثالثۃ خیر اما ان سکت عنہا واما ان قال فنسیتہا
قال سفیان ہذا من قول سلیمان - اس روایت کا مطلب بھی وہی ہے جو روایت دوم[۲] کا ہے - خط کشیدہ فقرہ میں کچھ فرق ہے اس کے
اس کا مطلب کیا جاتا ہے - لوگوں نے کہا اس کو (پیغمبر کو) کیا ہو گیا ہے کیا ہذیان تو نہیں کہا ان سے پوچھو - اور تیسری بات کی
اچھی بات تھی - سفیان راوی کہتا ہے کہ راوی سلیمان کا قول ہے کہ یا تو تیسری بات بیان کرنے سے سعید خاموش رہے
یا سلیمان نے یہ کہا (کہ سعید نے تو بیان کیا تھا) میں ہی اس کو بھول گیا -

روایت چہارم[۴] بخاری جلد ۳ ص ۵۰/۲ - قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم

کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اہجر استفہموہ فذہبوا یردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما
تدعونی الیہ واوصاہم بثلاث قال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزہم وسکت عن الثالثۃ او قال فنسیتہا -
اس روایت کا مطلب بھی وہی ہے جو روایت سوم[۳] کا ہے - اس میں کچھ الفاظ اور جملے کم ہیں البتہ خط کشیدہ فقرہ اس میں زیادہ ہے
اس کا مطلب یہ ہے - پس صحابہ پیغمبر پر رد کرتے ہوئے چلے گئے یعنی وہی کہتے ہوئے اٹھ کر چلے جو پہلے کہہ چکے تھے جیسا کہ تاریخ ابو الفدا
جلد اول ص ۱۵۱ میں ہے فتنازعوا فقال قوموا عنی لا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ان رسول اللہ یہجر فذہبوا یعیدون علیہ فقال دعونی ما انا فیہ
خیر مما تدعونی الیہ - ان میں باہم نزاع ہوگئی حضرت نے کہا میرے پاس سے اٹھ جاؤ کسی نبی کے پاس جھگڑنا مناسب نہیں ان لوگوں نے کہا
پیغمبر (معاذ اللہ) ہذیان کہہ رہا ہے اور یہی کہتے ہوئے روانہ ہوگئے حضرت نے کہا (خیر) تم میرے پاس سے چلے جاؤ میں جو جانتا ہوں وہ اس سے
بہتر ہے جو تم جانتے ہو -

روایت پنجم[۵] بخاری جلد ۳ ص ۵/۲ - عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ وفی البیت رجال فقال النبی ہلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال
بعضہم ان رسول اللہ قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اہل البیت (ای الذین کانوا فیہ من الصحابۃ لا اہل بیتہ) فاختصموا
واختصموا فمنہم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ومنہم من یقول غیر ذلک فلما اکثروا اللغو والاختلاف قال رسول اللہ قوموا عنی
قال عبید اللہ فکان یقول ابن عباس ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ وبین ان یکتب لہم ذلک الکتاب لاختلافہم ولغطہم (تم الروایۃ)
ابن عباس کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ کے احتضار (جان کنی) کا وقت قریب آگیا اور حضرت کے گھر میں کچھ مرد (اصحاب میں سے) تھے نبی نے
فرمایا آؤ میں تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ پھر اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو تو ان میں سے بعض (اصحاب) نے کہا کہ رسول اللہ پر
درد کا غلبہ ہو گیا ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہم کو کتاب خدا کافی ہے پس گھر میں بیٹھے ہوئے اصحاب رسول میں اختلاف ہو گیا
اور وہ آپس میں جھگڑنے لگے ان میں سے کوئی تو یہ کہتا کہ (کاغذ) قریب کر دو کہ حضرت تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دیں کہ اس کے بعد
گمراہ نہ ہو اور کوئی اس کے سوا (کچھ اور کہتا جو ابھی مذکور ہوا) کہتا پس شور و غل اور اختلاف زیادہ ہو گیا تو رسول اللہ نے
فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ عبید اللہ پسر ابن عباس نے کہا ہے کہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ یقینا مصیبت (بلکہ) تمام مصیبت

(کی جڑ) وہ ہے جس نے رسول اللہ کو اس نوشتہ کے لکھنے سے روک دیا ان اصحاب رسول کے اختلاف اور شور و غل کی وجہ سے۔

روایت ششم بخاری جلد ۴ ص ۵ – عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ وفی البیت رجال فیہم عمر بن الخطاب قال النبی ہلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اہل البیت فاختصموا منہم من یقول قربوا یکتب لکم النبی کتابا لن تضلوا بعدہ ومنہم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف عند النبی قال رسول اللہ قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ وبین ان یکتب لہم ذالک الکتاب من اختلافہم ولغطہم۔

جب رسول اللہ کے احتضار کا وقت قریب آ گیا اور آپ کے گھر میں چند مرد (اصحاب رسول میں سے) تھے جن میں عمر خطاب بھی تھے۔ اس کے بعد وہی مضمون ہے جو روایت پنجم میں ہے۔ پس گھر کے اندر موجود اصحاب میں اختلاف اور جھگڑا ہو گیا کچھ کہتے تھے کہ کاغذ قریب کر دو کہ حضرت ایسا نوشتہ لکھ دیں کہ ان کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو اور کچھ لوگ وہی کہتے جو عمر نے کہا تھا۔ اس کے بعد وہی مضمون ہے جو روایت پنجم میں ہے۔ ہاں اس میں من اختلافہم ولغطہم کہہ کر ظاہر کر دیا کہ وہ چیز جس نے نبی کو نوشتہ لکھنے سے روکا وہ اصحاب کا اختلاف اور شور و غل تھا۔

روایت ہفتم بخاری جلد ۴ ص ۱۶۷ – روایت کے الفاظ بھی یہی ہیں جو روایت ششم (بخاری جلد ۴ ص ۵) میں ہیں۔

روایت ہشتم مسلم جلد ۲ ص ۴۲ – روایت کے الفاظ وہی ہیں جو روایت سوم (بخاری جلد ۲ ص ۱۲۶) کے ہیں۔ مسلم کے الفاظ میں فرق صرف یہ ہے ایتونی اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی ..... قال دعونی فالذی انا فیہ خیر اوصیکم بثلاث الخ یعنی مسلم کی روایت میں ایتونی کے بعد اکتف کا لفظ نہیں ہے اور بعدہ کی جگہ بعدی ہے اور ذرونی کی جگہ دعونی ہے۔ اور بخاری کے آخر میں جو سفیان کا قول ہے وہ مسلم کے آخر میں نہیں ہے۔

روایت نہم مسلم جلد ۲ ص ۴۲ – عن ابن عباس قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم جعل تسیل دموعہ حتی رایت علی خدیہ کانہا نظام اللؤلؤ قال قال رسول اللہ ایتونی بالکتف والدواۃ او اللوح والدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللہ یہجر (استفہاما)
ابن عباس نے کہا پنجشنبہ کا دن اور پنجشنبہ کا دن کیا (مصیبت ناک دن) تھا پھر ان کے دونوں رخساروں پر آنسو موتی کی

لڑی کی طرح بہنے لگے۔ ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کتف اور دوات یا لوح اور دوات لاؤ تو میں تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ پھر اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو تو لوگوں نے کہا کہ بے شک رسول ہذیان کہہ رہے ہیں (روایت ختم)۔

روایت دہم مسلم جلد ۲ ص ۴۲ – الفاظ وہی ہیں جو روایت ششم (بخاری جلد ۴ ص ۵) میں ہیں۔ یہ کل دس روایتیں صحیحین کی ہیں۔ ان دوسری اور تیسری اور چوتھی اور آٹھویں روایت سے اتنا معلوم ہوا کہ نبی کے کاغذ و دوات مانگنے پر لوگوں میں باہم نزاع شروع ہو گئی اور لوگوں نے ہجر رسول اللہ یا ماله اہجر استفہموہ یا ما شانہ اہجر استفہموہ کہا۔ روایت نہم سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے ان رسول اللہ یہجر کہا۔ پانچویں روایت سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کی طلب کے بعد بعض (ایک آدمی) کے کہنے کے بعد اختلاف و شور و غل ہوا۔ پہلی اور چھٹی اور ساتویں اور دسویں روایت کہتی ہے کہ نبی کی طلب کے بعد پہلے حضرت عمر نے ان النبی قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ کہہ کر نبی کو لکھنے سے روکا۔ اس کے بعد اہل البیت (یعنی گھر میں موجود اصحاب نہ اہل بیت۔ حاشیہ سندی بخاری جلد ۱ ص ۲۲) میں نزاع اور جھگڑا شروع ہو گیا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ کاغذ دوات لا دو رسول اللہ جو چاہتے ہیں لکھ دیں۔ کچھ لوگ وہی کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا تھا۔

ان سب روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف کی بنیاد حضرت عمر نے ڈالی اور صحابہ موجودین میں نزاع و اختلاف ان کے قول کے بعد ہوا۔ رسول اللہ کی خواہش پوری کرنے کی آرزو رکھنے والے کہتے تھے کہ کاغذ قلم دوات لا دو کہ حضرت نوشتہ لکھ دیں اور رسول اللہ کی خواہش نہ پوری کرنے والے صحابہ حضرت عمر کے تابع تھے اور حضرت عمر ان کے پیشرو۔ اور ان تابعین حضرت نے بھی رسول کی شان میں وہی کہا جو حضرت عمر نے کہا تھا لیکن رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کے آرزومندوں کا قول تو یہ تھا کہ کاغذ قلم دوات لا دو تو معلوم ہوا کہ انہیں مانعین (یعنی حضرت عمر اور ان کے تابعین) کا یہ قول تھا ہجر رسول اللہ، ان رسول اللہ یہجر، ماله اہجر، ما شانہ اہجر جو مغالطہ (غلطی میں ڈالنے) کے لئے تمام نزاع کرنے والوں کی طرف لفظ قالوا سے منسوب کر دیا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان سے پیشتر حضرت عمر نے بھی یہی کہا تھا نہ وہ الفاظ جو پہلی اور چھٹی اور ساتویں اور دسویں روایت میں ہیں یعنی ان النبی قد غلبہ الوجع یا ان رسول اللہ قد غلبہ الوجع۔ اس کی تائید ابوبکر جوہری کی کتاب سقیفہ کی روایت سے ہوتی ہے

جو شرح نہج البلاغۃ جلد ۱ صفحہ ۲ میں اس طرح منقول ہے۔ فقال عمر کلمۃ معناها ان الوجع قد غلب علی رسول اللہ ثم قال عندنا القرآن حسبنا کتاب اللہ۔ یعنی حضرت عمر نے ایک ایسا کلمہ (بات) کہا جس کے معنی یہ ہیں کہ یقیناً درد رسول اللہ پر غالب آگیا ہے۔ اگرچہ راوی نے الفاظ حضرت عمر بدل دئے لیکن اس کی جگہ پر جو لفظ رکھ دیا ہے وہ بھی مقصود حضرت عمر کو واضح کرتا ہے۔ غلب علیہ الوجع اور یہجر کا مطلب ایک ہے کیونکہ شدت مرض کی وجہ سے ایسے کلمات کا مریض کے منہ سے نکلنا جس کی تعمیل ضروری نہ یا وہ جہت خیال کئے جائیں اسی کا نام ہذیان ہے۔ ہاں ان چار روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ بھی کہا جو ان کے ساتھیوں نے نہیں کہا۔

پس ان سب روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ نبی کے کاغذ و دوات طلب کرنے پر حضرت عمر نے ہجر رسول اللہ و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ کہا اور ان کا یہ قول سن کر موجودہ صحابہ میں نزاع ہو گئی اور ایک گروہ حضرت عمر کا ہم قول ہو گیا اور کچھ لوگ ارشاد رسول کے مقابلہ میں حضرت عمر کے قول کو صحیح نہ سمجھ کر رسول اللہ کی فرمائش پوری کرنے کو کہتے تھے۔ میں نے ان روایتوں کو ملا کر رسول اللہ کی شان میں حضرت عمر کا جو قول لکھا ہے سر العالمین امام غزالی صفحہ ۹ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ ہے۔
ولما مات رسول اللہ قال قبل وفاتہ ایتونی بدواۃ و بیاض لأزیل عنکم اشکال الامر و اذکر لکم من المستحق لہا بعدی قال عمر دعوا الرجل فانہ لیہجر و قیل یہذو۔ جب رسول اللہ نے انتقال فرمایا تو اس سے پہلے فرمایا کہ دوات کاغذ لاؤ تاکہ میں تم سے امر کی دشواری دور کر دوں اور میرے بعد جو مستحق خلافت ہے اس کا تم سے ذکر کر دوں حضرت عمر نے فرمایا اس آدمی (کی بات) کو چھوڑ دو (اس کی بات نہ مانو) کیونکہ وہ ہجر کہہ رہا ہے کہا گیا ہے کہ حضرت عمر نے (ہجر کی جگہ) یہذو کہا (یعنی ہذیان کہہ رہا ہے)
نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں بھی ایسا ہی ہے۔ فقال عمر ان الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ۔ سر العالمین اور نسیم الریاض کی عبارتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت عمر نے رسول اللہ کو لفظ الرجل سے یاد کیا اور رسول اللہ نے کہہ کر اپنے مکنون خاطر کو جس کو اکثر موقعوں پر ظاہر نہ کرتے تھے اس وقت ظاہر کر دیا۔ رسول اللہ کیا لکھواتے بخاری و مسلم کی روایات سے اس کا پتہ نہیں چلتا ہاں سر العالمین سے اتنا معلوم ہوا کہ کسی کو خلافت کے لئے تحریراً نامزد کرنا چاہتے تھے۔ بہرکیف حضرت عمر کا

قول عندکم القرآن اس پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کے متعلق لکھوانا نہیں چاہتے تھے ورنہ حضرت عمر کو اس کے کہنے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ یہ نزاع اور شور و غل نہ ہوتا۔ اور حضرت عمر کا یہ قول حسبنا کتاب اللہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کے خیال میں قرآن کے سوا کوئی اور چیز اور ہے جو قرآن کی طرح ہادی ہے بلکہ اس کے بغیر قرآن ضلالت دائمی سے بچانے کے لئے کافی نہیں ہے اور حضرت عمر اس دوسری چیز کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ وہ دوسری چیز کیا ہے باب دوم کی حدیث ثقلین ص ۱ و حدیث غدیر ص ۲۶ دیکھئے جو (دونوں) اس موقع سے تھوڑے ہی دن پہلے ارشاد ہوئی ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے پیغمبر خدا کا منشائے تحریر تو معلوم ہو سکے گا لیکن حضرت عمر نے کیا سمجھ کر رد کیا اس کے لئے یہ حدیثیں اگر کافی نہیں تو خود حضرت عمر نے اپنی خلافت کے شروع کے زمانہ میں حضرت ابن عباس سے اس کی تصریح کر دی ہے۔ شرح نہج جلد ۳ صفحہ ۹۷ میں آپ کا یہ قول ابن عباس سے مذکور ہے۔ قال یا عبد اللہ علیک دماء البدن ان کتمتہا ہل بقی فی نفسہ شیء من امر الخلافۃ قلت نعم و ازیدک سألت ابی عما یدعیہ فقال صدق۔ حضرت عمر نے کہا اے عبد اللہ (ابن عباس) تم پر اونٹوں کی قربانیاں لازم و واجب ہو جائے اگر تم چھپاؤ (سچ کہو) کیا ان (علی) کے دل میں اب بھی ادعائے خلافت ہے میں نے کہا ہاں بلکہ میں آپ سے اس سے زیادہ بیان کرتا ہوں میں نے اپنے والد (عباس) سے اس چیز کے متعلق پوچھا جس کا علی دعوی کرتے ہیں (کہ غدیر خم میں رسول اللہ نے علی کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا) تو میرے والد نے کہا کہ علی کا دعوی سچا ہے۔ پھر حضرت عمر فرماتے ہیں ولقد کان یربع فی امرہ وقتاً ولقد اراد فی مرضہ ان یصرح باسمہ فمنعت من ذلک اشفاقاً وحیطۃ علی الاسلام۔ اور آنحضرت علی کے بارہ میں کبھی کبھی (حق سے) کج ہو جایا کرتے تھے اور اپنے مرض موت میں چاہا کہ علی کے نام کی صراحت کر دیں مگر میں نے شفقت امت اور حفاظت اسلام کی وجہ سے آنحضرت کو روک دیا پھر فرماتے ہیں فعلم رسول اللہ انی علمت ما فی نفسہ فامسک پس رسول اللہ نے جان لیا کہ میں ان کے دل کا مطلب سمجھ گیا ہوں تو حضرت (لکھنے سے) باز رہے۔ اس روایت کے الفاظ اراد ان یصرح باسمہ اور فعلم رسول اللہ الخ سے حضرت عمر کے قول غلبہ الوجع یا یہجر کی حقیقت بھی آشکار ہو گئی کہ ہذیان یا غلبہ وجع حقیقت میں منع تھا۔

حضرت عمر نے خواہ ان الرجل لیہجر کہا یا دعوا الرجل فانہ لیہجر او یہذو کہا۔ ہجر و ہذی کے کیا معنی ہیں۔ قاموس میں ہے الہجر بالضم القبیح من الکلام (ہجر بیہودہ بات کو کہتے ہیں) و الہجر فی منطقہ اہجارا و ہجرا و بہ استہزء (یعنی اہجر کے معنی ہیں اس نے مسخرہ بازی کی)

ہذی یہذی ہذیا وہذیانا تکلم بغیر معقول لمرض او غیرہ (ہذی کے معنی ہیں اس نے کلام غیر معقول کیا جو سمجھ میں نہ آئے - قرآن میں ہے
ہجر سخن بیہودہ - اہجار فحش و بیہودہ گفتن - ہذی و ہذیان بیہودہ گفتن - علبری شارح دیوان متنبی شعر سہ
النطق فیک ہجر بعد علی - بابکذ غیر من تحت السماء کی شرح میں لکھتے ہیں - الہجر القبیح من الکلام والفحش و اہجر اذا ہذی و ہو
ما یقولہ المحموم عند الحمی و منہ قول عمر بن الخطاب عند مرض رسول اللہ ان الرجل لیہجر علی عادۃ العرب یعنی ہجر کلام قبیح اور فحش کو
کہتے ہیں اور ہذیان کہنے والے کے حق میں اہجر کہتے ہیں اور ہذیان اس کلام کو کہتے ہیں جو بخار والا بخار کی حالت میں کہتا ہے -
اسی سے عمر بن خطاب نے جب رسول اللہ بیمار تھے عرب کی عادت کے مطابق ان الرجل لیہجر کہا - اس عبارت سے بھی معلوم ہوا
کہ حضرت عمر نے رسول اللہ کو رسول اللہ نہیں کہا بلکہ الرجل کہا اور غلبہ الوجع نہیں بلکہ لیہجر کہا -

اب حضرت عمر کے کلام ان رسول اللہ یہجر یا ہجر رسول اللہ یا اہجر رسول اللہ کے یہ معنی ہوئے - رسول اللہ بیہودہ و فحش بات کرتے ہیں
یا مسخرہ بازی کرتے ہیں - رسول اللہ نے بیہودہ فحش بات کی یا مسخرہ بازی کی اور دعوا الرجل فانہ لیہجر او یہذو کے معنی یہ ہوئے -
اس مرد کو چھوڑ دو (اس کی بات نہ مانو) یہ بے ہودہ فحش بات کہتا ہے یا مسخرہ بازی کرتا ہے - حضرت عمر نے صرف رسول اللہ
کے لئے یہ نہیں کہا بلکہ آپ کی ازواج رسول کی بھی مذمت فرمائی ہے - کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۸ میں ہے ... عن عمر قال لما مرض رسول اللہ قال
ادعوا لی بصحیفۃ و دوات اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فقال النسوۃ من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہ فقلت انکن
صواحبات یوسف اذا مرض رسول اللہ عصرتن اعینکن و اذا صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ دعوھن فانہن خیر منکم - حضرت عمر
سے روایت ہے کہ جب حضرت بیمار ہوئے اور فرمایا کہ میرے لئے کاغذ دوات لاؤ کہ تمھارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد
تم کبھی گمراہ نہ ہو تو حضرت کی بیویوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا کہ رسول اللہ جو کہتے ہیں تم لوگ نہیں سنتے تو میں نے کہا کہ تم ازواج
صواحبات یوسف (یوسف کے ساتھ جلسہ میں شریک ہونے والی عورتیں) ہو - جب حضرت بیمار ہوتے ہیں تو آنکھیں نچوڑتی ہو
(روتی ہو) اور جب تندرست ہوتے ہیں تو گردن پر سوار ہو جاتی ہو - حضرت نے فرمایا ان کو چھوڑ دو یہ ازواج تم (اصحاب)
سے بہتر ہیں -

ہجر رسول اللہ یا اہجر رسول اللہ دونوں کے ایک ہی معنی اس وجہ سے لکھے گئے کہ اہجر میں ہمزہ قطعی باب افعال کا ہے اور ہجر اور اہجر
کے معنی ایک ہی ہیں جیسا کہ قاموس سے لکھا گیا اور اگر ہمزہ کو استفہامی قرار دے کر اہجر پڑھیں تو یہ استفہام یا تو انکاری ہوگا
یا اقراری یا استفہام محض بدون انکار و اقرار علی سبیل الشک والتردد - مالفین کا بحث سے استفہام انکاری کا ثبوت (جس کے معنی
یہ ہیں کہ رسول اللہ نے فحش و ہذیان نہیں کہا) خیال میں نہیں آسکتا ورنہ وہ کتابت کو روکتے ہی کیوں اور شور و غل کیوں برپا
کرتے لہٰذا استفہام اقراری یا کم از کم استفہام علی سبیل الشک والتردد ہوگا - صورت اولیٰ میں معنی یہ ہوئے کہ رسول نے فحش کہا اور
صورت ثانیہ میں یہ معنی ہوئے کیا رسول نے فحش کہا - دوسری صورت اگرچہ رسول کو یقین کے ساتھ فحش گو و ہذیان سرا نہیں
کہتی لیکن فحش و ہذیان کو رسول کے اوپر تجویز کرتی ہے اور اعتراض کے لئے اتنا ہی کافی ہے - اس کے علاوہ اگر یہ استفہام علی
سبیل الشک والتردد تھا تو اختلاف و شور و غل کی کیا ضرورت تھی درستی حواس کے منتظر رہتے یا اس کی کوئی تدبیر کرتے - اس کا ثبوت
کہ یہ استفہامی قول مالفین کا بحث ہی کا تھا تقریر سابق کے علاوہ یہ ہے کہ نووی نے شرح مسلم میں ابن اثیر نے نہایہ میں محمد طاہر
نے مجمع البحار میں تصریح کی ہے کہ یہ قول مالفین ہے -

الغرض رسول اللہ کی طلب قرطاس و دوات اور خواہش تحریر ہدایت نامہ کے بعد ایک مطیع رسول کا فرض ہے کہ وہ حضرت عمر کے
قول حسبنا کتاب اللہ کی طرف ملتفت بھی نہ ہو مگر اس قول کا جو نتیجہ ہے اس سے چشم پوشی کرنا بھی درست نہیں وہ یہ کہ اگر آنحضرت
قرآن کے کافی ہونے کو نہ جانتے تھا تو حضرت عمر نے آنحضرت کی جہالت کو ظاہر کیا اور اگر آنحضرت جانتے تھے اور ہدایت نامہ لکھنا
عبث اور لغو کام تھا تو حضرت عمر نے رسول اللہ کی غلطی اور لغو کام کرنے کو ظاہر کیا -

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ رسول اللہ نے حضرت عمر کے کلام اور لوگوں کے شور و غل کے بعد کیا فرمایا - پہلی اور پانچویں اور چھٹی اور ساتویں
اور دسویں روایت میں ہے کہ فرمایا قوموا عنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ (دور ہو) ولا ینبغی عندی التنازع میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں ہے
لا ینبغی (مناسب نہیں) کا لفظ مکروہ اور حرام اور غیر صحیح سب کو شامل ہے اور موقع کی مناسبت سے معنی مراد لئے جاتے ہیں - محو بارگاہ
نبوی میں ایسا تنازع جس سے حضرت کو ایذا پہنچے اور حضرت کی آواز پر آواز یں بلند ہوں آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

(نبی کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو) سے حرام ہے خصوصاً اس مقام پر تنازع کی حرمت کے لئے آیت مذکورہ کے علاوہ قرینہ قوی
موجود ہے وہ یہ کہ یہ نزاع ایسی تحریر کے منع کا مقدمہ ہوئی جو قیامت تک ضلالت سے محفوظ رہنے کا سبب تھی اور ایسی تحریر کا
روکنا اور منع کرنا حرام ہے اور مقدمہ حرام کا حرام ہوتا ہے۔ بہر کیف یہ خطاب پر عتاب انہیں صحابہ سے تھا جو کتابت و تحریر نوشتہ
کے مانع ہوئے نہ ان حضرات سے جو آنحضرت کے حکم کی تعمیل چاہتے تھے لیکن جب باہم نزاع واقع ہوگئی تو بالفرض اگر اس خطاب میں
مطیعین تغلیباً للمانعین والعاصین شامل کر دئے گئے ہوں تو اس سے واقعاً مطیعین اس خطاب کے مستحق نہیں ہیں اس لئے کہ
حقیقت میں مطیع پر عتاب نہیں کیا جاتا۔ رہا یہ امر کہ اصحاب مطیعین کیوں نکالے گئے یا نکل گئے تو قوموا عنی میں اگرچہ قرینہ مقام و مقال
دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب صرف مانعین سے ہے اور یہ تصریح نہیں کہ یہ خطاب مطیعین کو بھی شامل ہے اور اگر شامل بھی ہو تو
ان کو بھی اسی طرح شامل ہوگا جس طرح وہ لا ینبغی میں شامل فرض کئے گئے یہی وجہ ہے کہ اس غیر مصرح حکم قوموا کے
بعد مطیعین بھی باہر چلے گئے تاکہ حکم رسول کی نافرمانی نہ ہو۔ فافہم۔

پہلی اور پانچویں اور چھٹی اور ساتویں اور دسویں روایت میں صرف اتنا ہے کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ دوسری اور تیسری اور
چوتھی اور آٹھویں روایت میں ہے کہ فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس خیال میں ہوں وہ بہتر ہے اس خیال سے جس کی طرف
تم مجھے بلاتے ہو (یعنی میں ہمیشہ کے لئے گمراہی سے بچانے کی فکر میں ہوں اور تم وہ چاہتے ہو جس سے ہمیشہ کے لئے گمراہی کا
دروازہ کھل جائے۔ طرق الرماح ص۲۸۵ میں بحوالہ فتح الباری منقول ہے یحتمل ان یکون المعنی فان امتناعی من ان اکتب لکم خیر
مما تدعوننی الیہ من الکتابۃ قلت ویحتمل عکسہ ای الذی اشرت الیکم من الکتابۃ خیر مما تدعوننی الیہ بل ہذا ہو الظاہر۔ احتمال یہ ہے
کہ معنی یہ ہوں کہ میرا نہ لکھنا اور باز رہنا بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو یعنی لکھنا اور اس کے عکس کا بھی احتمال
ہے یعنی جس امر کی طرف میں نے تم کو اشارہ کیا یعنی تحریر لکھنے کی خواہش یہ بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو
(یعنی تمہاری خواہش کہ لکھنے نہ دیا جائے) بلکہ یہی (عکس والا دوسرا مطلب) ظاہر ہے اور لفظ موقع سے سمجھا جاتا ہے اور
پہلا ظاہر نہیں ہے) یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد ۱۸ ص۱۰۱ سے فلک النجات جلد اول ص۳۱۹ کے حاشیہ پر بھی نقل کی گئی ہے

ذرا سے فرق کے ساتھ وہ یہ ہے ویحتمل ان یکون المعنی ان الذی اشرت علیکم بہ من الکتابۃ خیر مما تدعوننی الیہ من عدمہا بل ہذا
ہو الظاہر مطلب وہی ہے۔

پہلی روایت میں حضرت رسول [illegible] کا یہ قول کہ "میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں" حضرت کے کلام کے ساتھ مذکور ہے مگر دوسری اور تیسری
اور چوتھی اور آٹھویں روایت میں یہ قول حضرت کے کلام کے ساتھ مذکور نہیں۔ ہاں حضرت عباس کا یہ کلام ہے کہ "لوگوں نے جھگڑا کیا اور کسی نبی کے
پاس جھگڑنا مناسب نہیں"۔ رسول اللہ کے کلام میں اس طرح شبہ ڈالا گیا کہ ایک روایت سے تو یہ آنحضرت کا کلام معلوم ہوتا ہے
اور باقی روایتوں سے ابن عباس کا لیکن امر واقعی یہ ہے کہ یہ الفاظ بھی رسول اللہ ہی کے ہیں جو ادھر سے ادھر کر دئے گئے یا ہو گئے
نویں روایت (صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۲) میں تو یہ غضب کیا گیا ہے کہ رسول اللہ کے کاغذ دوات مانگنے اور ضلالت سے بچانے کے لئے تحریر
لکھنے کا قصد ذکر کر کے یہ بیان کر دیا گیا کہ لوگوں نے کہا رسول اللہ بیہودہ بات کرتے ہیں یا بیہودہ بازی کرتے ہیں اور روایت نمبر ۲ کی طرح
نہ حضرت عمر کے قول کا ذکر نہ لوگوں کی نزاع کا پتہ نہ اس کا پتہ کہ موجود صحابہ کے دو گروہ ہو گئے اور ایک گروہ رسول اللہ کا موافق
تھا۔ بس جتنے تھے سب رسول کے مخالف تھے۔ نہ اس کا پتہ کہ آخر میں حضرت نے کیا کہا فرمایا اور صحابہ نے کیا کیا۔ غرض کچھ بھی
نہیں۔ ایک معمولی بات تھی رسول نے یہ کہا لوگوں نے یہ کہا۔

رسول اللہ کے دوسرا حکم قوموا عنی دینے کے بعد صحابہ نے کیا کیا۔ بخاری و مسلم کی روایتیں اس بارہ میں خاموش ہیں۔ ہاں
چوتھی روایت میں ما شانہ اہجر استفہموہ کے بعد یہ ہے فذہبوا یردون علیہ فقال دعونی الخ واوصاہم الخ پس صحابہ پیغمبر پر رد کرتے ہوئے
(اٹھ کر) چلے گئے۔ پیغمبر نے کہا مجھے چھوڑ دو الخ اور ان کو وصیت کی الخ جب لوگ چلے گئے تو دعونی کس سے کہا اور وصیت کس سے کی معلوم
ہوا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔ اصل میں یوں تھا فقالوا ما شانہ اہجر استفہموہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ واوصاہم
فذہبوا یردون علیہ۔ اور اگر تقدیم و تاخیر کے قائل نہ ہوں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس وقت اصحاب گھر سے نکل رہے تھے اس وقت
یہ قول دعونی الخ پیغمبر نے ان کو سنا دیا اور تین چیزوں کی وصیت ان کو کسی دوسرے وقت کی ہوگی جو اس واقعہ سے مخلوط کر دی
گئی۔ خواہ اس واقعہ کے پہلے کی ہو یا اس کے بعد۔ واقعہ کے پہلے ان وصیتوں کا کرنا بظاہر درست معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس

واقعہ نے اس کی گنجائش کہاں باقی رکھی کہ یہ دیکھنے کے بعد پیغمبر ان سے کوئی وصیت کریں مگر دوسری روایت میں ہے واوصی عند موتہ یعنی مرتے وقت وصیت کی اور موت دوشنبہ کو ہوئی - اور پہلی روایت میں حضرت کے قول قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع کے بعد تخریج ابن ابن عباس الخ یعنی ابن عباس گھر سے نکل آئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ جو موجود تھے سب نکل آئے - چنانچہ ملا محمد یعقوب لاہوری نے خیر جاری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے لا شک ان رسول اللہ رای المصلحۃ فی کتابہ بدلیل قولہ لن تضلوا بعدی ولا شک ایضا ان عمر نہی الاصحاب عن احضار الدواۃ والقلم ولا شک ان اہل البیت (اہل بیت الرسول) الحوا علی احضارہما وطال النزاع بین الفریقین حتی اخرجہم النبی جمیعا وہذا القدر مما یتبادر الی الذہن من نص الحدیث ولا یرتاب فیہ احد - اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ نے اس نوشتہ کے لکھنے میں بہتری سمجھی تھی اس پر لن تضلوا بعدی (کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو) دلالت کرتا ہے اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ عمر نے اصحاب کو دوات و قلم حاضر کرنے سے روکا (اور اصحاب میں دو گروہ ہو گئے ایک حضرت عمر کا ہم خیال دوسرا آنحضرت کے حکم کی تعمیل کا خواہش مند) اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اہل البیت یعنی پیغمبر کے اہل بیت نے منع کرنے والے اصحاب سے بہت منت و اصرار کیا دوات و قلم لانے کے لئے اور دونوں فریق (منع کرنے والے اصحاب اور پیغمبر کے حکم کی تعمیل کرنے کے خواہش مند صحابہ) میں نزاع نے طول پکڑا یہاں تک کہ نبی نے سب اصحاب کو (خواہ وہ مانعین کتابت ہوں یا کتابت کے خواہش مند) گھر سے نکال دیا اور اتنا تو وہ ہے جس طرف نص حدیث سے فوراً ذہن پہنچ جاتا ہے اور جس میں کوئی شک نہیں کر سکتا -

مالہ (ما شانہ) اہجر استفہموہ - استفہموہ بالفتح ہائے ہوز فعل ماضی ہے یا بکسر ہا فعل امر ہے اور ضمیر مفعول کلام سابق یا آنحضرت کی طرف راجع ہے یعنی لوگوں نے یہ کلام مالہ (ما شانہ) اہجر دریافت کرنے کے طریق پر کہا یا رسول اللہ سے لوگوں نے پوچھا (اگر مالہ یا ما شانہ میں خطاب حضرت کی طرف نہیں ہے) - بنا بر ثانی کے یہ معنی ہوئے کہ لوگوں نے مالہ (ما شانہ) اہجر کہنے کے بعد باہم یہ کہا کہ حضرت سے دریافت کر لو - تعجب ہے کہ جو شخص ہذیان کہہ رہا ہے اس سے پوچھنا کہ کیا تم ہذیان کہتے ہو تمہارا کیا مطلب ہے اس کو کون عاقل تجویز کرے گا - اس سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وقوع واقعہ کے وقت مالہ (ما شانہ) اہجر

استفہموہ کا لفظ زبان پر جاری نہیں ہوا بلکہ وہی لفظ کہا گیا جس میں استفہام نہیں -

اب غور طلب یہ بات رہ گئی کہ پہلے حکم ایتونی (میرے پاس کاغذ قلم دوات لاؤ الخ) کو ہذیان کہنے والے اصحاب نے دوسرے حکم قوموا عنی (میرے پاس سے اٹھ جاؤ) کو ہذیان کیوں نہ کہا یا ہذیان کیوں نہ سمجھے - کیا اس حکم کے وقت پیغمبر کی پہلی حالت ہذیان باقی نہ تھی - اگر باقی نہ تھی تو دریافت کرتے کہ کیا واقعی آپ کوئی ہدایت نامہ لکھوانا چاہتے ہیں کہ اس کی تعمیل کی جائے - اور اگر حالت ہذیان باقی تھی تو جس طرح پہلے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی اس کی بھی تعمیل نہ کرتے اور بیٹھے رہتے آخر چلے جانے میں کیا مصلحت تھی - معلوم ہوا کہ پیغمبر نہ پہلے حکم کے وقت حالت ہذیان میں تھے نہ دوسرے حکم کے وقت - پہلے حکم کو نہ ماننے میں یہ مصلحت تھی کہ ہدایت نامہ جو ان کے اغراض کے مخالف ہوگا لکھا نہ جائے اور دوسرا حکم ماننے میں یہ مصلحت تھی کہ اگر ہماری عدم موجودگی میں لکھا بھی گیا تو ہم کو یہ کہنے کا موقع رہے گا کہ پیغمبر کو ہذیان ہو گیا تھا لہذا اس تحریر کا اعتبار نہیں یا یہ کہنے کا موقع رہے گا کہ پیغمبر نے نہیں لکھوایا ہے پیغمبر پر افترا ہے - اور یہیں سے اس کی وجہ بھی معلوم ہو گئی کہ پیغمبر نے ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد پھر کیوں وہ تحریر نہ لکھوائی یا نہ لکھی - اس کے علاوہ روایت پنجم و ششم و ہفتم و دہم میں شروع ہی میں ہے کہ حضر رسول اللہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ حالت احتضار میں تھے یا حالت احتضار کے قریب پہنچ گئے تھے - اور شرح نہج جلد ۲ صفحہ ۲۰ میں ابوبکر جوہری کی روایت میں یہ فقرہ ہے فقال قوموا لا ینبغی لنبی ان یختلف ہکذا فقاموا فمات رسول اللہ فی ذالک الیوم فکان ابن عباس یقول الخ - حضرت نے فرمایا اٹھ جاؤ کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس سے اس طرح کا اختلاف کیا جائے پس سب اٹھ (کر چلے) گئے پس رسول اللہ اسی دن (پنجشنبہ کو) انتقال کر گئے - پھر ان کے لکھوا دینے کے بعد کہاں موقع ملا کہ حضرت نوشتہ لکھواتے - مگر یہ قول کہ پنجشنبہ کو انتقال ہوا خلاف ہے اس قول کے جس پر تمام یا اکثر روایات متفق ہیں کہ دوشنبہ کو انتقال ہوا - اس پھر نوشتہ نہ لکھوانے کی اصلی وجہ یہ تھی کہ نبی کا تحریر لکھوانا اور اس کا ضلالت سے محافظ ہونا مطلقاً نہ تھا بلکہ اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر تم کاغذ دوات لاؤ گے تو میں نوشتہ لکھوں گا اور وہ نوشتہ ضلالت سے محافظت کرے گا اور جب شرط پوری نہ کی گئی تو مشروط بھی پورا نہ کیا گیا یعنی نوشتہ نہیں لکھا گیا - توضیح اس کی یہ ہے کہ ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ میں ایتونی امر ہے اور اکتب لکم کتابا اس امر کا جواب اول اور لا تضلوا بعدہ جواب ثانی ہے - اور

جواب امر بتقدیر شرط مجزوم ہوتا ہے پس تقدیر عبارت یہ ہے۔ ایتونی بکتاب فان تاتونی اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ - میرے پاس کاغذ لاؤ، پس اگر تم اس کو میرے پاس لاؤ تو میں تمہارے ہی فائدہ کے لئے ایک تحریر لکھ دوں کہ تم اس کے (لکھے جانے کے) بعد گمراہ نہ ہو گے چونکہ یہ شرط اور یہ خطاب تمام حاضرین سے تھا اور ان میں سے ایک گروہ نے شرط پوری نہ کرنے دی تو محض دوسرے گروہ مطیع کی اطاعت سے (حالانکہ یہ بھی مخالفین کی وجہ سے کاغذ وغیرہ نہ لا سکے) کیسے شرط پورا کیا جاتا یعنی نوشتہ تحریر کیا جاتا۔

یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس کو اور اس کے دن کو جب حضرت ابن عباس یاد کرتے تھے تو فرماتے تھے یوم الخمیس وما یوم الخمیس (ہائے پنجشنبہ کا دن اور پنجشنبہ کا دن کیا (مصیبت کا دن) تھا اور اس کے بعد اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں سے زمین کے سنگریزے تر ہو جاتے یا آنسو ان کے رخساروں پر موتیوں کی لڑی کی طرح جاری ہو جاتے اور حضرت ابن عباس اس واقعہ کو (ہدایت نہ لکھے جانے کو) حضرت رسول کے قول لا تضلوا بعدہ ابدا - لا تضلوا بعدی پر لحاظ کرتے ہوئے تمام مصائب اسلام کی جڑ اور اصل سمجھتے تھے۔

دوسری اور تیسری اور چوتھی اور آٹھویں روایت میں ہے کہ نبی نے اس واقعہ کے بعد تین باتوں کی وصیت کی یا حکم دیا جن میں سے راوی نے دو باتیں بیان کیں اور تیسری کو کہا کہ وہ بھی اچھی بات ہے مگر اس نے اس کو یا تو بیان نہیں کیا یا یہ کہا کہ میں بھول گیا۔ سفیان راوی چہارم کہتے ہیں کہ اما ان سکت عنہا واما ان قال نسیتہا قول سلیمان راوی سوم ہے اس بنا پر سکوت کرنے والے یا بھول جانے والے سعید بن جبیر راوی دوم ہیں۔ مگر طعن الرماح صفحہ ۲۸۴ میں ہے طیبی در شرح مشکوٰۃ گوید کہ قولہ فسکت عن الثالثۃ الساکت ہو ابن عباس والناسی سعید بن جبیر۔ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا ہے کہ فسکت عن الثالثۃ میں سکوت کرنے والے ابن عباس راوی اول ہیں اور بھولنے والے سعید بن جبیر راوی دوم ہیں۔ میرے نزدیک طیبی نے یہ اس بنا پر کہا ہے کہ ان کے خیال میں صرف واما ان قال فنسیتہا کے متعلق سفیان نے کہا کہ یہ قول سلیمان ہے۔ بہرکیف دوسری روایت میں ہے کہ یہ وصیتیں حضرت نے اپنی موت کے وقت کیں۔ آنحضرت کی وفات باتفاق امت دوشنبہ کو ہوئی اور یہ واقعہ (پیغمبر کو ہدایت نامہ لکھنے سے روکنے کا) پنجشنبہ کو ہوا۔

ان چاروں روایتوں کو دیکھ کر کوئی یہ توہم نہ کرے کہ جب سب چلے گئے تو وصیت کس سے کی گئی اور یہ بھی توہم نہ کرے کہ رسول اللہ وہی باتیں لکھوانا چاہتے تھے جس کی آخر حدیث میں وصیت کی ہے یا حکم دیا ہے اس لئے کہ اگرچہ واقعہ مذکورہ اور وصیت یا حکم حدیث و روایت میں ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے مگر واقعہ ہے ایک دن کا یعنی پنجشنبہ کا اور وصیت کئی دن کے بعد دوشنبہ کو موت کے وقت کی جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے۔ (۲) اس لئے ان دو وصیتوں کو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہی لکھوانا چاہتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہی وصیتیں لکھوانا چاہتے تھے تو نبی کی شان میں کلمات مذکورہ کہنے اور اختلاف کرکے شور و غل مچانے کی ضرورت نہ تھی یہ باتیں تو ایسی نہ تھیں جن پر یہ ہنگامہ کیا جائے۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ وصیتیں ایسی نہیں ہیں جن پر عمل کرنے سے امت رسول ہمیشہ کے لئے گمراہی سے بچ جائے۔ اس پر تو بعد رسول امت نے عمل بھی کیا پھر کیوں ضلالت سے محفوظ نہ رہی۔ کیا ان وصیتوں کے صرف کاغذ پر لکھ جانے ہی سے یہ برکت حاصل ہوتی کہ امت ضلالت دائمی سے بچ جاتی۔ اس کو تو کوئی عاقل زبان سے بھی نہ کہے گا چہ جائیکہ دل سے قبول کرے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ تیسری وصیت جس کو راوی نے بیان نہیں کیا یا بھول گیا ایسی ہو کہ اس کا تحریر میں آجانا ہی ضلالت سے حفاظت کا سبب ہوتا جب ہی تو مخالفین کتابت اور ان کے اتباع کے خوف سے یہ وصیت بھلا دی گئی یا بیان نہیں کی گئی۔ رہا یہ شبہ کہ اس تیسری وصیت زبانی کے وقت بھی شور و غل برپا ہونا چاہئے تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ زبانی تصریح و تعیین خلیفہ کرنے میں شور و غل کی ضرورت نہ تھی۔ ایسی تصریح و تعیین تو پہلے بھی بارہا ہو چکی تھی۔ تحریر میں آجانا البتہ ایک جدید اور نہایت مستحکم امر تھا اس لئے شور و غل برپا کرکے پیغمبر کو اس سے باز رکھا گیا۔

غرض اس حدیث قرطاس سے یہ چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ۱۔ رسول اللہ قریب وفات ایک ایسی تحریر لکھوانا چاہتے تھے کہ اگر وہ لکھ جاتی تو امت کبھی گمراہ نہ ہوتی۔ ۲۔ حضرت عمر اور ان کے ہم خیال اصحاب نے قول رسول کو ہذیان و ہجر (بیہودہ گوئی اور فحش) بتایا اور آیہ کریمہ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی (پیغمبر اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ بس وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے) پر ان کا اعتقاد نہ تھا یہ تو کہہ نہیں سکتے۔ اعتقاد تو ضرور تھا مگر اس آیت (وحی الٰہی) کی مخالفت کی۔
۳۔ حضرت عمر کو رسول کا پاس ادب ضرور تھا اور حضرت عمر اخلاق انسانی و ہمدردی سے بھی متصف تھے اور ان کے نزدیک

رسول کو بیہودہ و فحش گو کہنا خلاف آداب رسالت نہ تھا اور رسول کو آخری وقت میں تحریر (ہدایت نامہ یا وصیت نامہ) لکھنے سے
باز رکھنا عین اخلاق انسانی و حدود شرعی رسول تھا۔ گو شاید اس وقت میں حضرت عمر وغیرہ نے آنحضرت کو خود اکار رسول نہ سمجھا ہو
ورنہ آیہ کریمہ وما آتکم الرسول فخذوہ اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (جو کچھ تمہیں رسول نے دیا لے لو۔ اللہ کی اطاعت کرو اور
رسول کی اطاعت کرو) کی مخالفت نہ کرتے۔ مواہب لدنیہ جلد ۲ ص میں ہے وہذہ الآیۃ من اقوی الادلۃ علی ان الرسول صلعم معصوم
فی جمیع الاوامر والنواہی۔ اور یہ آیت اس باب میں تمام دلیلوں میں سب سے زیادہ قوی ہے کہ رسول تمام اوامر و نواہی میں معصوم
ہیں (ان سے کسی بات کے حکم دینے یا منع کرنے میں غلطی اور خطا ہونا ممکن نہیں)۔ اور غالباً حضرت عمر وغیرہ مخالفت رسول کو کوئی چیز
نہ سمجھتے تھے یا انھوں نے یہ آیت کریمہ نہ سنی تھی ورنہ مخالفت نہ کرتے۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او
یصیبہم عذاب الیم (پس ان لوگوں کو جو حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں اس امر سے ڈرنا چاہئے کہ اس مخالفت کی وجہ سے وہ فتنہ یا
عذاب دردناک میں مبتلا ہو جائیں گے)۔ ۸۔ رسول اللہ امت کو ضلالت دائمی سے بچانے کے لئے قرآن کو کافی نہیں سمجھتے اور
حکم دیتے ہیں کہ کاغذ لاؤ تو میں ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جس سے ہمیشہ کے لئے گمراہی سے محفوظ رہو۔ مگر حضرت عمر قرآن کو کافی
سمجھتے ہیں۔ ایک مسلمان تو قول و حکم رسول ہی کو مانے گا اور دوسرے کی خواہ وہ کوئی ہو بات نہ سنے گا۔ یہاں یہ بات بھی
دیکھنے کے قابل ہے کہ رسول اللہ کے حکم دینے کے بعد کسی کو عدول حکمی کا اختیار باقی بھی رہتا ہے یا نہیں۔ قرآن مجید میں تو
یہ ہے وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل
ضلالا مبینا (اور جب اللہ اور اس کے رسول نے کسی امر کا حکم دیدیا تو کسی مومن و مومنہ کو ان کے معاملہ میں اختیار باقی نہیں رہتا
اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو (اللہ اس سے سمجھ لے گا اس لئے کہ) وہ صریح گمراہ ہو گیا اور مومن باقی نہ رہا۔
معلوم ہوا کہ مومن و مومنہ کو اختیار باقی نہیں رہتا۔ غیر مومن و مومنہ کا ذکر نہیں۔ یا یہ کہا جائے کہ مانعین کتابت اپنے کو مومن نہ
سمجھتے تھے مگر تحریر جو رسول اللہ لکھواتے وہ ان کے لئے نہ ہوتی اس لئے بنا بر حکم آیت ان کو عدول حکمی کا موقع حاصل تھا
مگر یہ کہنا خود لغو ہے۔ رسول کے مخاطب اولین تو یہی لوگ تھے۔ جب انکو اپنے معاملہ میں عدول حکمی کا حق حاصل نہیں تو دوسرے

کے معاملہ میں بدرجہ اولیٰ حاصل نہ ہوگا۔ ۹۔ حضرت عمر وغیرہ نے ایسے وقت میں جب آنحضرت کی رحلت کا زمانہ بہت قریب تھا
اور لوگوں کو یہ معلوم بھی ہو چکا تھا حسبنا کتاب اللہ کہہ کر رسول اللہ کو بہت خوش اور مسرور دنیا سے جانے دیا اور ظاہر کر دیا کہ ثقلین
جن کے تمسک کا آپ نے بارہا حکم دیا ہے اور ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام خم میں بھی ان سے تمسک
کرنے کو ارشاد فرمایا ہے (دیکھو باب دوم حدیث) ان میں سے ایک ثقل یعنی آپ کے اہل بیت کی ہم کو ضرورت نہیں ہے۔
۱۰۔ حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر قول خدا کو بھی رد کر دیا وہ فرماتا ہے وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم
وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لہم الذی اختلفوا فیہ ہدی ورحمۃ لقوم یومنون۔ ہم نے ذکر (قرآن) کو تمہاری طرف اس لئے
نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں سے بیان کرو جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ ہم نے تم پر کتاب نازل نہیں کی مگر ہدایت و رحمت بنا کر
ان کے لئے جو ایمان لاتے ہیں تاکہ تم ان کے لئے بیان کرو وہ بات جس میں انھوں نے اختلاف کیا ہے۔ خدا نے تنہا قرآن کو ہدایت
کے لئے بغیر مبین کے کافی نہ سمجھا اور یہ تنہا قرآن کو بعد وفات نبی کافی سمجھتے ہیں۔ ۸۔ حضرت عمر نے جو کہا حاضرین صحابہ
میں سے کچھ لوگوں نے بھی سن کر وہی کہا اور اختلاف ہو شور و غل برپا ہو گیا۔ اگر حضرت عمر خاموش رہتے تو یہ نوبت نہ آتی
۹۔ یہ شور و غل برپا کر کے مانعین کتابت نے ایک اور آیت لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (نبی کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو)
کی مخالفت کی۔ ۱۰۔ آخر رسول اللہ نے ناخوش ہو کر ان (مانعین) کو اٹھ جانے کا حکم دیا اور مانعین کتابت اور شور و غل کرنے والے اصحاب،
اس آیہ کریمہ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا (جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد
رسول کو دکھ پہنچاتا ہے ہم اس کو کرنے دیتے ہیں جو وہ کرتا ہے اور (آخر تو) ہم اس کو ..... میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے)
کے مصداق ہوئے۔ ۱۱۔ رسول کا حکم ایتونی بالکتاب الخ ہذیان و ہجر نہ تھا۔ اس حکم کو ہذیان و ہجر قرار دینا صرف ہدایت نامہ کی تحریر
سے باز رکھنے کا پہلا حیلہ تھا۔ ۱۲۔ حضرت عمر اور ان کے ہم خیال اتنی آیات قرآن مجید کی مخالفت کرتے جاتے ہیں اور کتاب اللہ کی پیروی اور
اس کے کافی ہونے کا دعوی بھی کئے جاتے ہیں۔ ۱۳۔ رسول اللہ کی موجودگی میں آیات مذکورہ کی مخالفت کرنے سے یہ بات بھی بخوبی روشن
ہو جاتی ہے کہ بعد وفات رسول جب ان کو آزادی ملی کہاں تک انھوں نے قرآن ہی سے تمسک کیا اور اس پر عمل کیا ہوگا اور یہ بھی

روشن ہو جاتا ہے کہ قرآن کو کافی بتانا اس تحریر کو روکنے کا دوسرا حیلہ تھا۔ کریں گے وہی جو جی چاہے گا جیسا کہ اس وقت کیا۔

نمبر۱۱ حضرت ابن عباس اس منع کتابت کو تمام اسلامی مصائب و حوادث کی بنیاد سمجھتے تھے اس لئے کہنے میں وہ صاحب الرائے اور حق پر تھے۔

(۳۶) کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ ۲ صفحہ ۸۲ میں ہے۔ قال (عمر بن عبدالعزیز) السنما تعلمان ان رسول اللہ لما توفی ارتدت العرب فقاتلہم ابوبکر فقتل الرجال وسبی النساء والذریۃ قالا بلی قال عمر فلما توفی ابوبکر وقام عمر رد تلک النساء والذراری الی عشائرہم۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کیا تم دونوں نہیں جانتے کہ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو عرب مرتد ہو گئے پس ابوبکر نے ان سے جنگ کی مردوں کو قتل کیا اور عورتوں اور اولاد (بچوں) کو قیدی بنا لیا (اور وہ مسلمانوں کے تصرف میں آئیں۔ دونوں نے کہا ہاں۔ عمر نے کہا جب ابوبکر کی وفات کے بعد عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ان عورتوں اور بچوں کو ان کے قرابتداروں کے پاس واپس کر دیا۔ (فائدہ) نمبر۱ حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں عورتوں اور بچوں کو واپس کر کے حضرت ابوبکر کے عمل کی فعلی تردید کی۔ نمبر۲ دونوں میں کسی نہ کسی کا فعل خلاف شرع ضرور تھا۔ نمبر۳ جب ایک کی خلافت مخالف شریعت ثابت ہوتی ہو تو اجماع مرکب کے اصول پر ہر سہ بزرگوار کی خلافت کا یہی حال ہوگا۔

(۳۷) صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۶۱ میں ہے عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ ان رجلا اتی عمر فقال انی اجنبت فلم اجد ماء فقال لا تصل فقال عمار اما تذکر یا امیر المومنین اذ انا وانت فی سریۃ فاجنبنا فلم نجد ماء فاما انت فلم تصل واما انا فتمعکت فی التراب فصلیت فقال النبی انما کان یکفیک ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ ثم تمسح بہما وجہک وکفیک فقال عمر اتق اللہ یا عمار قال ان شئت لم احدث بہ فقال عمر نولیک ما تولیت۔ عبدالرحمن کہتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے پاس آ کر کہا کہ میں جنب ہو گیا اور مجھ کو پانی نہیں ملا (میرے لئے کیا حکم شرع ہے) تو آپ نے کہا تم نماز نہ پڑھو (جب تک غسل کرنے کو پانی نہ ملے)۔ عمار نے کہا کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک سریہ (وہ چھوٹی فوج جو کسی سردار کی ماتحتی میں لڑنے جائے اور رسول اس میں موجود نہ ہوں) میں میں اور آپ دونوں تھے اور ہم دونوں جنب ہو گئے اور پانی (غسل کے لئے) نہ تھا تو آپ نے تو نماز ہی نہ پڑھی اور میں (تیمم کرنے کے لئے) زمین پر لوٹ گیا اور میں نے نماز پڑھ لی۔ (واپسی پر میں نے یہ قصہ نبی سے ذکر کیا) تو نبی نے فرمایا کہ (تیمم کے لئے) تم کو یہی کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھ

زمین پر مارتے اور پھونک کر اپنی پیشانی اور دونوں ہاتھ کا مسح کر لیتے۔ حضرت عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو۔ عمار نے کہا اگر آپ کی خواہش ہو تو میں اس واقعہ کو بیان نہ کروں۔ حضرت عمر نے کہا میں تم کو تمہارے حال پر چھوڑتا ہوں (میں منع نہیں کرتا اور نہ اس کے بیان کرنے پر تم سے ناخوش ہوتا ہوں یا ہوں گا)۔ فائدہ نمبر۱ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ آیت تیمم کے نزول کے بعد کا ہے۔ نمبر۲ حضرت عمر نے قرآن کی آیت تیمم پر عہد رسول میں عمل نہ کیا اور نماز نہ پڑھی۔ نمبر۳ حضرت عمر اپنے خلاف قرآن عمل پر ایسے مصر تھے کہ جس جنب کو غسل کے لئے پانی نہ ملے اس کو خلاف قرآن یہ حکم دیتے تھے کہ نماز نہ پڑھو۔ نمبر۴ حضرت عمر اپنے اس اصرار سے حضرت عمار کے کہنے پر بھی باز نہ آئے اور تاحیات خود اس پر مصر رہے جیسا کہ اس روایت سے پہلے صفحہ ۱۶۱ میں دوسری روایت میں ہے فقال عبداللہ (اولم تر عمر لم یقنع بقول عمار) (عبداللہ بن عمر نے کہا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ عمر نے عمار کے کہنے پر قناعت نہ کی) اور صحیح ہے عمار کا قول خدا کے قول سے زیادہ موثر نہیں۔ نمبر۵ حضرت عمار نے جو تیمم کے متعلق کہا اور حضرت عمر کا واقعہ یاد دلایا اور آیت تیمم کا ذکر نہ کیا اس کا غالباً ان کو مقصد کرنا مقصود تھا کہ دیکھئے قرآن موجود ہے اور وہ حکم تیمم پر عمل کرانے کے لئے کافی نہیں پس آپ نے نبی کے آخری وقت میں جو حسبنا کتاب اللہ کہا تھا وہ آپ ہی کے قول و فعل سے غلط ثابت ہوا۔ نمبر۶ حضرت عمر نے حضرت عمار کو اتق اللہ کہہ کر ڈرایا کہ اس خلاف قرآن قول و فعل کی شہرت نہ ہو مگر یہ بات کہ وہ اپنے قول و فعل سے باز آ گئے ہوں معلوم نہیں ہوتی۔ نمبر۷ جو اس طرح خلاف قرآن حکم دے اور اس پر عمل کرے وہ خلیفہ رسول و حافظ دین و قرآن ہو غور طلب بات ہے۔ نمبر۸ جب ایسے جزئی مسئلہ میں جس سے دنیوی غرض متعلق نہیں صحابہ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے تو امور اہم (خلافت و سلطنت) میں کیونکر کسی بات کے کہنے کی جرأت کرتے ہوں گے۔ باب ہفتم کی حدیث ۲ یہاں پھر پڑھئے۔

(۳۸) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ میں ہے۔ لما طعن عمر جعل یألم فقال لہ ابن عباس [illegible] (مال عمر) ..... واما تری جزعی فہو من اجلک واجل اصحابک واللہ لو ان لی طلاع الارض لافتدیت بہ من عذاب اللہ عزوجل [illegible] قبل ان اراہ۔ اور شرح نہج جلد ۳ صفحہ ۱۶۶ میں ہے قال (عمر لابن عباس) اما تبشیرک لی بالجنۃ فواللہ الذی لا الہ الا ہو لو ان لی الدنیا بما فیہا لافتدیت بہ من ہول ما امامی قبل ان اعلم بالخبر۔ حضرت عمر جب زخمی کئے گئے تو رنج و افسوس کرنے لگے ابن عباس نے کہا ..... حضرت عمر نے کہا .....

اور جو تم میری بے قراری دیکھتے ہو وہ تمہارے اور تمہارے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس تمام زمین کو
پُر کرنے والی چیز (سونا) ہوتی تو میں عذاب خدا سے بچنے کے لئے اس کو فدیہ دیتا قبل اس کے کہ اس کو دیکھوں (بخاری) +
حضرت عمر نے ابن عباس سے کہا لیکن تم نے مجھ کو جو بہشت کی بشارت دی تو اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اگر
دنیا مع اپنے تمام سامان کے میرے قبضہ میں ہوتی تو میں اس ہول و خوف سے جو مجھے پیش آنے والا ہے اس کو فدیہ دیتا قبل
اس کے کہ مجھ کو میرے انجام کا علم (یقین) ہو جائے یعنی مرنے سے پیشتر فدیہ دے دیتا مگر میرے بس کی بات نہیں (شرح نہج)۔
فائدہ ۔ وہ کون سی ایسی بات تھی جو حضرت عمر نے ابن عباس اور ان کے اصحاب (حضرت علی و بنی ہاشم) کے خلاف کی تھی
اور جس کی وجہ سے وہ بے قرار تھے اور جس کی پاداش میں حضرت عمر کو وہ نظر آتا تھا جو انھوں نے بیان کیا ہے۔ اس کے لئے
اسی باب کا گزشتہ و آئندہ باب کے واقعات دیکھئے۔ (باب ہشتم ۹ تا ۱۴ اور ۱۷ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۹ تا ۳۱ و ۳۳ اور باب نہم ۳ تا ۶ و ۱۹ و ۲۰)۔
(۳۹) کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ عن اسامة بن زهير قال لما كان من شأن ابي بكرة والمغيرة الذي كان ودعا الشهود فشهد ابوبكرة
وشهد ابن معبد ونافع بن الحارث فشق على عمر حين شهد هؤلاء الثلاثة فلما قام زياد قال عمر اني ارى غلاما كيسا لن يشهد
ان شاء الله الا بحق قال الزياد اما الزنا فلا اشهد به ولكن قد رايت امرا قبيحا قال عمر الله اكبر حدوهم فجلدوهم فقال
ابوبكرة اشهد انه زان فهم عمر ان يعيد عليه الحد فنهاه علي وقال ان جلدته فارجم صاحبك فتركه ولم يجلده۔
کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۸۸ میں ہے۔ جاء زياد فقال عمر رجل لن يشهد ان شاء الله الا بحق قال رايت انبهارا ومجلسا سيئا فقال عمر
هل رايت المرود دخل المكحلة قال لا فامر بهم فجلدوهم۔ شرح نہج البلاغة جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ میں ہے عن عبد الكريم بن رشيد عن
ابي عثمان النهدي انه لما شهد الشاهد الاول عند عمر تغير لذلك لون عمر ثم جاء الثاني فشهد فانكسر لذلك انكسارا شديدا ثم
جاء الثالث فشهد فكان الرماد نثر على وجه عمر فلما جاء زياد جاء شاب يخطر بيديه فرفع عمر راسه اليه وقال ما عندك انت
يا سلح العقاب وصاح ابو عثمان النهدي صيحة تحكي صيحة عمر قال عبد الكريم بن رشيد لقد كدت ان يغشى علي لصيحته۔
اسامہ بن زہیر کا بیان ہے کہ جب ابوبکرہ اور مغیرہ کا واقعہ دربار خلافت میں پیش ہوا اور حضرت عمر نے گواہوں کو بلایا تو ابوبکرہ

اور ابن معبد اور نافع بن حارث نے مغیرہ کے زنا کرنے کی شہادت دی۔ یہ امر حضرت عمر کو بہت ناگوار معلوم ہوا۔ جب زیاد گواہی دینے کو
اٹھا تو حضرت عمر نے کہا کہ میں ایک چالاک اور ہوشیار نوجوان کو دیکھتا ہوں جو انشاء اللہ سچی گواہی دے گا۔ زیاد نے کہا میں زنا واقع ہونے کی
شہادت تو نہیں دیتا لیکن میں نے امر قبیح دیکھا۔ حضرت عمر نے (اس بیان پر خوشی کے مارے) تکبیر کہی اور گواہوں پر حد جاری کرنے کا
حکم دیا۔ تینوں گواہوں کو تازیانے لگائے گئے۔ ابوبکرہ نے کہا کہ میں (پھر) گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ زانی ہے۔ حضرت عمر نے قصد کیا کہ
اس (ابوبکرہ) پر پھر حد جاری کریں۔ حضرت علی نے ان کو یہ کہہ کر روکا کہ اب اگر تم اس کو تازیانہ لگاؤ گے تو میں تمہارے صاحب کو
(رفیق یعنی مغیرہ کو زنا کی سزا میں) سنگسار کروں گا۔ پس حضرت عمر نے ابوبکرہ کو چھوڑ دیا اور دوبارہ کوڑے نہیں لگائے +
زیاد آیا تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ مرد انشاء اللہ سچی گواہی دے گا۔ زیاد نے کہا میں نے ہانپنے کی آواز اور بری نشست دیکھی۔ حضرت عمر نے
پوچھا تو نے یہ بھی دیکھا کہ سلائی سرمہ دانی میں داخل ہوئی۔ اس نے کہا نہیں۔ پس حضرت عمر نے ان کو کوڑے مارے جانے کا حکم دیا اور
ان کو کوڑے مارے گئے + عبدالکریم بن رشید نے ابوعثمان نہدی سے روایت کی ہے کہ جب پہلے گواہ نے حضرت عمر کے سامنے گواہی
دی تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ پھر دوسرے گواہ نے آکر گواہی دی تو ان کے چہرہ سے سخت انکسار (افسردگی) ظاہر ہوا۔ جب تیسرے
گواہ نے آکر گواہی دی تو (ایسا معلوم ہوتا تھا کہ) گویا حضرت عمر کے چہرہ پر راکھ پڑ گئی ہے (سخت پژمردگی ظاہر ہوئی)۔ جب زیاد
آیا تو وہ جوانوں کی طرح ہاتھ ہلاتا آیا۔ حضرت عمر نے اس کی طرف سر اٹھا کر کہا اے عقاب کے بچے تیرے پاس کیا گواہی ہے۔
اور ابوعثمان نہدی نے ایسے زور کا صیحہ کیا (چنگھاڑا) جو حضرت عمر کے اس وقت کے صیحہ کی حکایت (نقل) کر رہا تھا۔ عبدالکریم
بن رشید نے کہا ہے کہ اس صیحہ سے جو نہدی نے کیا قریب تھا کہ میں غش کر جاؤں۔ (فائدہ) ۱۔ اس مقدمہ میں حضرت عمر جو قاضی
یا حاکم تھے ملزم مغیرہ کے طرفدار تھے کیونکہ ان کو تینوں گواہوں کی گواہی ناگوار گزری۔ مغیرہ ان کے مخصوصین و معتمدین خاص
اور رازداروں میں سے تھا جیسا کہ اسی باب کے ۱۲ سے ظاہر ہے۔ وہ حضرت عمر کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا اور وہیں یہ واقعہ
رونما ہوا اور وہ گروہ اصحاب میں شمار کیا گیا ہے۔ ۲۔ حضرت عمر نے زیاد کی تعریف کرکے اس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ مغیرہ کے زنا
کی شہادت نہ دے چنانچہ شرح نہج جلد ۳ صفحہ ۱۶۳ میں ہے۔ اما قوله (قول المرتضى) ان عمر لقنه (زيادا) ذكره ان يشهد بالزنا

فلاریب ان الامر وقع کذالک۔ لیکن سید مرتضیٰ کا یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے زیاد کو سکھا دیا اور وہ ناپسند کرتے تھے کہ زیاد زنا کی گواہی دے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ واقعہ تھا تو ایسا ہی۔ ۳ زیاد کی تعریف کر کے حضرت عمرؓ نے بلاوجہ اور بلاثبوت تینوں گواہوں کی گواہی جھوٹی ہونے کی طرف اشارہ کر دیا اور یہ بھی اشارہ کر دیا کہ میں ملزم کا طرفدار ہوں اس کے خلاف جو شہادت ہو گی اس کو میں سچ نہ سمجھوں گا اور اس ترکیب سے زنا کے متعلق نصاب شہادت کے کامل نہ ہونے کا انتظام کر دیا۔ ۴ یہ ظاہر ہے کہ جس عورت کے ساتھ مغیرہ پر الزام زنا لگایا گیا تھا وہ اس کی زوجہ یا کنیز نہ تھی ورنہ الزام ہی کیوں لگایا جاتا اور مقدمہ ہی کیوں قائم ہوتا۔ ۵ ایسی صورت میں زیاد کا یہ کہنا کہ میں نے ہانپنے کی آواز اور بری نشست دیکھی کیا وقوع زنا کا ثبوت نہیں ہے۔ شرح نہج جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ میں تو اس واقعہ کے متعلق زیاد کی شہادت میں وہ الفاظ موجود ہیں کہ تہذیب ان کے لکھنے سے مانع ہے۔

۶ قاضی یا جج جب مقدمہ میں کسی فریق کا طرفدار ہو جائے اور اس کے خلاف شہادت کو بلاوجہ و ثبوت رد کرے اور اس کے موافق گواہی دلوائے تو ایسی صورت میں کیا وہ اس مقدمہ کو فیصل کرنے کا حق رکھتا ہے اور فیصلہ کر سکتا ہے اور کیا اس کا کیا ہوا فیصلہ حق ہو گا۔ موجودہ زمانہ میں اگر کسی عدالت کا یہ رویہ ہو تو اس عدالت میں التوائے مقدمہ کی درخواست دی جاتی ہے اور مستغیث عدالت عالیہ میں انتقال مقدمہ کی درخواست دیتا ہے اور تا فیصلہ عدالت عالیہ عدالت ماتحت اس مقدمہ کو ملتوی رکھتی ہے مگر حضرت عمرؓ خود قاضی و جج تھے خود ہی قاضی القضاۃ بلکہ اپنے وقت کے سلطان و بادشاہ۔ ان کے کسی فیصلہ یا طرفداری کے خلاف اپیل کے لئے ان سے بالاتر کوئی دنیاوی حاکم نہ تھا۔ ۷ اس مقدمہ کے فیصلہ کے متعلق اسی زمانہ کے اکابر کا اور خود حضرت عمرؓ کا کیا خیال تھا۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ میں ہے کہ امام حسنؑ نے دربار معاویہ میں مغیرہ سے کہا وان حد اللہ فی الزنا ثابت علیک ولقد درأ عمر عنک حقا اللہ سائلہ عنہ اور جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ میں ہے وقال ابو الفرج وحج عمر بعد ذالک مرۃ فوافق الرقطاء (التی رمی بہا المغیرۃ) بالموسم فرآہا وکان المغیرۃ یومئذ ہناک فقال عمر للمغیرۃ ویحک اتتجاہل علی واللہ ما اظن ابابکرۃ کذب علیک وما رأیتک الا خفت ان ارمی بحجارۃ من السماء وقال وکان علی یقول بعد ذالک ان ظفرت بالمغیرۃ لاتبعتہ بالحجارۃ۔ امام حسنؑ نے معاویہ کے دربار میں مغیرہ سے کہا کہ یقیناً اللہ کی حد (سزا) زنا کے بارہ میں تیرے اوپر ثابت ہے

حضرت عمرؓ نے تجھ سے ایک حق کو ہٹا دیا جس کو اللہ ان سے پوچھے گا۔ ابو الفرج نے کہا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حج کیا تو رقطاء (جس کے ساتھ مغیرہ پر زنا کا الزام لگایا گیا تھا) سے حج کے زمانہ میں ملاقات ہو گئی اور اس کے پاس اس دن مغیرہ موجود تھا۔ حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہا تجھ پر وائے ہو تو مجھ سے تجاہل کرتا ہے بخدا میں گمان نہیں کرتا کہ ابوبکرہ نے تیرے خلاف جھوٹ کہا تھا اور میں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا مگر اس وقت مجھے یہی خوف معلوم ہوا کہ میں آسمان سے پتھر گرا کر ہلاک کر دیا جاؤں گا اور اس واقعہ کے بعد حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مغیرہ مل گیا (اور اس پر مجھے دسترس حاصل ہوا) تو میں اس کو سنگسار کر دوں گا۔

(ب) تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۹ میں ہے۔ عن سلمان ان عمر قال لہ املک انا ام خلیفۃ فقال لہ سلمان ان جبیت من ارض المسلمین درہما او اقل او اکثر ثم وضعتہ فی غیر حقہ فانت ملک غیر خلیفۃ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سلمان سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ تو حضرت سلمان نے کہا اگر تم مسلمانوں کی زمین میں سے ایک درہم یا اس سے کم یا زیادہ جمع کرو پھر اس کو غیر محل پر صرف کرو تو تم بادشاہ ہو خلیفہ نہیں ہو۔ حضرت عمرؓ کو خود معلوم تھا کہ میں کیا ہوں لیکن اس طرح وہ اپنے متعلق لوگوں کا خیال دریافت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت سلمان نے صاف جواب نہ دیا اگر مگر کر کے ٹال دیا لیکن لوگ ان کو بادشاہ ہی سمجھتے تھے چنانچہ تاریخ مذکور صفحہ ۱۰۳ میں ہے عن شداد بن اوس قال کان فی بنی اسرائیل ملک اذا ذکرناہ ذکرنا عمر واذا ذکرنا عمر ذکرناہ الخ شداد بن اوس نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا جب ہم اس کو یاد کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ یاد آ جاتے ہیں اور جب ہم حضرت عمرؓ کو یاد کرتے ہیں تو وہ یاد آ جاتا ہے۔ خود حضرت عمرؓ بھی اپنے کو بادشاہ ہی سمجھتے تھے چنانچہ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ میں ہے فانتہرہ عمر فقال اردت ان القی اللہ ملکا خائنا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو جھڑکا اور کہا کہ تو نے چاہا کہ میں خدا سے خائن بادشاہ ہو کر ملاقات کروں۔ اسی لئے بادشاہوں کی سیرت و رفتار پر چلتے تھے چنانچہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۲ و کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۱۶ میں ہے ان عمر بن الخطاب استشار المسلمین فی تدوین الدیوان فقال لہ علی تقسم کل سنۃ ما اجتمع الیک من مال ولا تمسک منہ شیئا وقال عثمان ..... فقال لہ الولید بن ہشام بن المغیرۃ یا امیر المؤمنین قد جئت الشام فرأیت ملوکہا قد دونوا دیوانا وجندوا جنودا فدون دیوانا وجند جنودا فاخذ بقولہ الخ حضرت عمرؓ نے دیوان (محکمہ عطایا۔ خزانہ) کے جاری کرنے کے لئے مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا

کہ ہر سال جو کچھ مال تمہارے پاس جمع ہو اس کو تقسیم کر دیا کرو اور کچھ بچا کر (خزانہ کے طور پر) نہ رکھو۔ حضرت عثمان نے کہا......
پس ولید نے کہا کہ اے مسلمانوں کے سردار میں شام گیا اور وہاں کے بادشاہوں کو دیکھا کہ انہوں نے محکمہ عطایا قائم کیا ہے
اور باقاعدہ لشکر مرتب کیا ہے پس آپ بھی محکمہ عطایا قائم کیجئے اور لشکر مرتب فرمائیے۔ حضرت عمر نے اس (ولید) کے قول پر عمل کیا
(فدوّن دیوانا وجنّد جنودا کنز العمال میں نہیں ہے)۔ فائدہ۔ یہاں باب متعہ کی حدیث ۲ پڑھ لیجئے۔

(الف) اس باب کا نمبر ۲۶ دیکھ لیجئے۔ صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۶۷ میں باب فی المتعۃ بالحج والعمرۃ میں ہے۔ عن ابی [illegible] نضرۃ قال کان
ابن عباس یامر بالمتعۃ وکان ابن الزبیر ینہی عنہا قال فذکرت ذالک لجابر بن عبد اللہ فقال علی یدی دار الحدیث تمتعنا مع
رسول اللہ فلما قام عمر قال ان اللہ کان یحل لرسولہ ما شاء بما شاء وان القرآن قد نزل منازلہ فاتموا الحج والعمرۃ کما امرکم اللہ
پھر دوسری سند سے یہی حدیث ابو نضرۃ سے روایت کی ہے اس میں فاتموا الحج الخ کے بجائے یہ ہے۔ فافصلوا حجکم من
عمرتکم فانہ اتم لحجکم واتم لعمرتکم۔ ابو نضرہ کا بیان ہے کہ ابن عباس حج تمتع کا حکم دیا کرتے تھے اور ابن زبیر منع کیا کرتے تھے۔ میں نے جابر
بن عبد اللہ سے اس کا ذکر کیا۔ جابر نے کہا میرے ساتھ یہ واقعہ گزرا۔ ہم (صحابہ و مسلمین) نے رسول اللہ کے ساتھ حج تمتع
کیا ہے جب عمر خلیفہ ہوئے تو کہا اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہتا اور جس طرح چاہتا حلال کر دیتا تھا اور قرآن اتر چکا پس تم
حج و عمرہ کو جس طرح خدا نے تم کو حکم دیا ہے تمام کرو۔ دوسری روایت سے اس آخری فقرہ کی توضیح ہوتی ہے یعنی
تم اپنے حج کو اپنے عمرہ سے الگ کرو الگ الگ کرنے سے تمہارا حج اور تمہارا عمرہ زیادہ پورا ہوگا۔ اور سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۱۹
میں ہے عن عبدۃ بن ابی لبابۃ قال سمعت ابا وائل شقیق بن سلمۃ یقول سمعت الصبی بن معبد یقول کنت رجلا اعرابیا فاسلمت
فاہللت بالحج والعمرۃ فمررت بسلمان بن ربیعۃ وزید بن صوحان وانا اہل بہما جمیعا بالقادسیۃ فقالا لہذا اضل من بعیرہ
فکانما حملا علی بکلمتہما فقدمت علی عمر بن الخطاب فذکرت ذالک لہ فاقبل علیہما فلامہما ثم اقبل علی فقال ہدیت لسنۃ النبی
ہدیت لسنۃ النبی قال ہشام فی حدیثہ قال شقیق فکثیرا ما ذہبت انا ومسروق نسألہ عنہ۔ عبدہ کہتا ہے کہ میں نے شقیق سے
اور اس نے صبی بن معبد سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں عیسائی تھا مسلمان ہوا تو میں نے حج و عمرہ دونوں کی نیت سے لبیک کہا

سلمان اور زید نے مقام قادسیہ میں مجھ کو دونوں کی نیت سے لبیک کہتے سنا تو دونوں نے کہا یہ شخص یقینا اپنے اونٹ سے زیادہ گمراہ ہے
گویا ان دونوں نے اپنی بات سے مجھ پر حملہ کیا۔ میں حضرت عمر کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا آپ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور
ان کو ملامت کی پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا تو نے نبی کے طریقہ پر چلنے کی ہدایت پائی تو نے طریقہ نبی پر چلنے کی ہدایت پائی۔
شقیق کا بیان ہے کہ میں اور مسروق دونوں اکثر صبی کے پاس اس واقعہ کو پوچھنے کے لئے جایا کرتے تھے (فائدہ) ۱۔ حج تمتع کو
جس میں حج و عمرہ دونوں ہوتا ہے حضرت عمر کے نزدیک خدا نے رسول کے لئے حلال کیا تھا اور یہ سنت نبی ہے۔ ۲۔ لیکن
اس طرح نہ حج پورے طور پر ادا ہوتا ہے نہ عمرہ جب تک کہ دونوں الگ الگ ادا نہ کئے جائیں۔ ۳۔ لہذا یہ حکم خدا و رسول
لائق عمل نہ تھا اس لئے آپ نے مخالفت کی ۴۔ اس طرح آپ نے قرآن و سنت رسول کی مخالفت کی ۵۔ حضرت عمر کبھی کبھی
نہایت صاف گوئی سے کام لیتے تھے اس لئے یہ کہہ دیا کہ حج تمتع سنت نبی ہے اور میری مخالفت خلاف سنت ہے۔ ۶۔ شقیق اور
مسروق کو حضرت عمر کے حج تمتع کو سنت رسول کہنے پر ایسا تعجب تھا کہ بار بار صبی سے پوچھنے جاتے ۷۔ حضرت عمر کی
مخالفت حج تمتع کو دیکھتے ہوئے ان کا یہ تعجب بجا اور درست تھا۔ ۸۔ ان دونوں کا متعجب ہو کر بار بار پوچھنے جانا اس
امر کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عمر نے جو کچھ صبی سے کہا حج تمتع سے مخالفت کرنے کے بعد کہا ہے۔

(۲) بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۵ عبد اللہ بن ابی منافق پر نماز جنازہ پڑھنے کا واقعہ۔ فقام رسول اللہ لیصلی فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ
(بخاری جلد ا صفحہ ۱۲۵ میں ہے جذبہ عمر) فقال یا رسول اللہ تصلی علیہ وقد نہاک ربک ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ انما خیرنی اللہ فقال
استغفر لہم او لا تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم وسازیدہ علی السبعین قال انہ منافق قال فصلی علیہ رسول اللہ
رسول اللہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر آنحضرت کا کپڑا پکڑ لیا (بخاری جلد ا صفحہ ۱۲۵ میں ہے کہ عمر نے آنحضرت
کو کھینچ لیا) پس حضرت عمر نے کہا آپ اس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ خدا نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے
آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے مجھے اختیار دیا ہے اور کہا ہے تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو اگر تم ستر دفعہ بھی استغفار کرو گے
تو اللہ ہرگز ان کو نہ بخشے گا اور میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا حضرت عمر نے کہا یہ منافق ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ

(اس قول و قال کے باوجود آخر) رسول اللہ نے اس پر نماز پڑھی۔ اور مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۲ میں ہے فتنحی ثوبہ عن عمر وقال الیک عنی یا عمر
حضرت نے اپنا کپڑا عمر سے چھڑا لیا اور کہا اے عمر مجھ سے دور رہو۔ بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ میں ہے قال (عمر) فعجبت من جرأتی علی
رسول اللہ واللہ ورسولہ اعلم۔ حضرت عمر نے کہا کہ مجھ کو تعجب ہوا اپنی اس جرأت سے جو میں نے رسول کے خلاف کی اور اللہ اور اس کا
رسول (احکام شرعیہ کو) خوب جانتا ہے۔ مدارج النبوت جلد ۱ صفحہ ۳۱۵ میں ہے۔ وچوں مرد آں منافق برکشید آنحضرت جامہ خود را از
بر خود و کفن ساخت و نماز گزارد بر وے پس کشید عمر بن الخطاب آنحضرت را بجامہ وے و گفت یا رسول اللہ نماز میکنی بر منافقے کہ راس و
رئیس منافقان بود لیکن کشید جامہ خود را از دست عمر۔ جب وہ منافق مر گیا تو آنحضرت نے اپنا کرتہ اپنے جسم سے اتار کر اس کو
اس کا کفن بنایا اور اس پر نماز پڑھی پس عمر نے حضرت کا کپڑا پکڑ کر حضرت کو کھینچا اور کہا اے رسول خدا آپ اس منافق پر جو
منافقوں کا سردار تھا نماز پڑھتے ہیں حضرت نے اپنا جامہ عمر کے ہاتھ سے چھڑا لیا (فائدہ) ۱۔ رسول اللہ پر اعتراض کہ آپ کو
منافقوں کے جنازے پر نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے یہ قولی اعتراض تھا۔ ۲۔ رسول اللہ کو حضرت عمر نے کھینچا یہ فعلی اعتراض تھا
۳۔ رسول اللہ نے حضرت عمر کے اس قول و فعل کے برعکس نماز پڑھائی اور اس مجسم خلق عظیم نے حضرت عمر کو کچھ تنبیہ نہ کی بجز
اس کے کہ ان کے خیال کی تغلیط کر دی۔ ۴۔ حضرت عمر اپنے اس قول و فعل کو جرأت علی الرسول (رسول کی شان میں گستاخی)
سمجھتے تھے۔ ۵۔ حضرت عمر کو اپنی گستاخی پر تعجب بھی ہوا یا یہ کہئے کہ اس پر نازاں تھے۔ ۶۔ حضرت عمر نے یہ جانتے ہوئے کہ رسول اللہ
کو احکام شرعیہ وغیرہ کا علم سب سے زیادہ ہے یہ جرأت (گستاخی) کی۔

(۴۳) شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ میں ہے وروی مالک عن نافع عن ابن عمر ان عمر تعلم سورۃ البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما
ختمہا نحر جزورا۔ ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے بارہ سال میں سورہ بقرہ کو سیکھا جب اس کو ختم کیا تو چند اونٹ
نحر کئے۔ تعلم سورہ سے بظاہر الفاظ سورہ مراد ہے پس یا مراد یہ ہے کہ کتاب و مصحف میں دیکھ کر پڑھنا سیکھا یا یہ مراد
ہے کہ زبانی حفظ کیا۔ جب ایک سورہ کے یاد کرنے میں اتنا زمانہ صرف ہوا تو پورا قرآن کیوں کر یاد کیا ہو گا اور اس کے
لئے ان کے اعتبار سے جتنی مدت درکار ہے وہ ان کو کہاں ملی ہو گی اور جب ان کے ذہن کی یہ حالت تھی کہ ایک سورہ بقرہ

کے صرف الفاظ اتنے زمانہ میں یاد ہوئے تو اس سورہ اور تمام قرآن کے معانی و مطالب کیوں کر ذہن نشین ہوئے ہوں گے۔ باوجود
اس حالت کے یہ دعویٰ کہ حسبنا کتاب اللہ۔ العجب کل العجب۔

(۴۴) مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۶ میں ہے۔ عن سوید بن غفلۃ قال رایت عمر یقبل الحجر ویقول انی اعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولکنی
رایت ابا القاسم بک حفیا۔ سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ حجر اسود کو چوم رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں خوب جانتا
ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو نفع پہنچائے گا نہ نقصان لیکن میں نے ابو القاسم (رسول اللہ) کو دیکھا کہ تجھ پر مہربان تھے (تجھے
چومتے تھے اس لئے چومتا ہوں)۔ یہ روایت صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۸۷ و ۴۸۸ میں بھی دو روایت کے اندر موجود ہے۔ یہاں
رسول اللہ کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو مشکوۃ صفحہ ۲۲۷ میں ہے۔ وعنہ (عن ابن عباس) قال قال رسول اللہ فی الحجر لیبعثنہ اللہ یوم
القیامۃ لہ عینان یبصر بہما ولسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق رواہ الترمذی (ترمذی جلد اول صفحہ ۱۱۵)
وابن ماجہ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۱۷) والدارمی۔ ترمذی وابن ماجہ و دارمی نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے حجر اسود
کے بارے میں فرمایا واللہ خدا اس کو قیامت کے دن اس طرح اٹھائے گا کہ اس کے دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور
زبان ہو گی جس سے وہ بولے گا اور جس نے اس کو حق کے ساتھ چوما ہے اس کے حق میں گواہی دے گا۔ (فائدہ) رسول فرماتے ہیں
کہ حجر اسود قیامت کے دن شہادت دے گا اور روز قیامت کی شہادت بے کار نہ جائے گی نافع اور مفید ہو گی اور حضرت عمر
فرمائیں کہ حجر اسود نہ نفع پہنچائے گا نہ ضرر۔

(۴۵) حضرت عثمان کا قول شرح نہج جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ میں ہے۔ قال عثمان ان صاحبی اللذین کانا قبلی ظلما انفسہما۔ میرے دونوں صاحب
اور رفیق جو مجھ سے پہلے تھے ان دونوں نے اپنے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

(۴۶) صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۷ میں ہے۔ عن قتادۃ قال قال عبداللہ بن شقیق کان عثمان ینہی عن المتعۃ وکان علی یامر بہا
فقال عثمان لعلی کلمۃ ثم قال علی لقد علمت انا تمتعنا مع رسول اللہ فقال اجل ولکنا کنا خائفین۔ عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے
کہ عثمان متعہ سے منع کرتے تھے اور علی اس کا حکم دیتے تھے۔ عثمان نے علی کو کچھ کہا۔ علی نے کہا تم خوب جانتے ہو کہ ہم لوگوں نے

رسول اللہ کی ہمراہی میں متوفی ہوا۔ عثمان نے کہا ہاں (یہ صحیح ہے) لیکن ہم لوگ (رسول اللہ سے) خائف تھے (اور حضرت کی وجہ سے کچھ بول نہ سکتے تھے)۔ فائدہ۔ دیکھو باب ہفتم کی حدیث ۱ و ۸۔

(۴۷) صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۹ میں ہے۔ عن ابن شہاب ان السائب بن یزید اخبرہ ان التاذین الثانی یوم الجمعۃ امر بہ عثمان حین کثر اہل المسجد وکان التاذین یوم الجمعۃ حین یجلس الامام۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ سائب بن یزید نے بیان کیا کہ جمعہ کے دن عثمان نے دوسری اذان کا (جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے سے پہلے دی جاتی ہے) حکم دیا جب مسجد میں لوگوں کی کثرت ہو گئی۔ (اس سے پہلے) جمعہ کے دن (صرف ایک) اذان دی جاتی تھی جب امام (منبر پر) بیٹھ جاتا تھا۔ فائدہ۔ دیکھو باب ہفتم کی حدیث ۱ و ۸۔

(۴۸) تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۲۸۶ میں تفسیر اذا نودی للصلوۃ میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔ وعن عثمان انہ صعد المنبر فقال الحمد للہ وارتج علیہ فقال ان ابا بکر و عمر کانا یعدان لهذا المقام مقالا وانکم الی امام فعال احوج منکم الی امام قوال وستاتیکم الخطب ثم نزل۔ حضرت عثمان (خلیفہ ہونے کے بعد) منبر پر گئے اور الحمد للہ کہہ کر کانپنے لگے اور کہا کہ ابو بکر و عمر اس مقام (منبر) کے لئے مقالہ (تقریر خطبہ) تیار کر لیا کرتے تھے (جب منبر پر آتے تھے میں نے ابھی ایسا نہیں کیا ہے) اور تم کو قوال امام (بہت بولنے والے حاکم) سے فعال امام (بہت عمل کرنے والے حاکم) کی زیادہ ضرورت ہے اور عنقریب تم (مجھ سے) خطبے بھی سنو گے یہ کہہ کر اتر آئے۔ (فائدہ) حضرت عثمان نے امام قوال فرما کر حضرت ابو بکر و عمر پر آیہ کریمہ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم (کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو) اور آیہ کریمہ لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے اللہ کے نزدیک بڑی ناخوشی کی بات یہ ہے کہ ایسی بات کہو جس پر خود عمل نہ کرو) سے تعریض کی ہے۔

(۴۹) کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ا صفحہ ۲۳ میں ہے۔ لما انکر الناس علی عثمان بن عفان صعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال .... اما واللہ یا معشر المهاجرین والانصار لقد عبتم علی اشیاء ونقمتم امورا قد اقررتم لابن الخطاب مثلها ولکنہ وقمکم وقمعکم ولم یجترئ احد یملاء بصرہ منہ ولا یشیر بطرفہ الیہ۔ جب حضرت عثمان پر لوگوں نے (خلاف قرآن و سنت ہونے کا) اعتراض کیا تو وہ منبر پر گئے اور حمد وثنا

بجا لائے پھر کہا ..... اے گروہ مہاجرین و انصار تم نے بہت سے امور میں مجھ پر اعتراض کیا اور عیب لگایا۔ تم مجھ سے ایسے امور سے ناخوش ہو گئے جو عمر بن خطاب سے بھی کئے گئے تھے اور تم نے ان کو درست قرار دیا تھا لیکن عمر نے تم کو ذلیل و خوار کیا اور تم کو دُرّے لگائے اور (اور ان کو دھمکا کر دبایا) کوئی ان سے آنکھیں چار کرنے اور آنکھ ملانے کی جرات نہ کر سکتا تھا نہ ان کی طرف گوشۂ چشم سے اشارہ کر سکتا تھا (اعتراض کرنا تو بڑی بات تھی)۔

(۵۰) صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۲۰ مشکوۃ جلد ا صفحہ ۱۸۵ اتقان صفحہ ۶۹ تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۱۵ میں ہے۔ حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف الی حفصۃ وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق۔ جب وہ صحیفوں کو مصحفوں میں لکھ چکے تو حضرت عثمان نے وہ صحف (جو حفصہ کے پاس سے نقل کرنے کے لئے منگائے تھے) حفصہ کو واپس بھیج دئے اور جو قرآن لکھے گئے تھے حضرت عثمان نے ان میں سے ایک ایک ہر طرف بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس قرآن کے سوا اور قرآن جس صحیفہ یا مصحف میں ہو جلا دیا جائے۔

صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ تعمیل بھی کرائی گئی چنانچہ فتح الباری شرح بخاری میں امر بما سواہ الخ کے قریب یہ عبارت ہے۔ وقد وقع فی روایۃ شعیب عند ابی داؤد والطبرانی وغیرہما وامرہم ان یحرقوا کل مصحف یخالف المصحف الذی ارسل بہ قال فذالک زمان احرق المصاحف بالعراق بالنار۔ ابو داؤد اور طبرانی وغیرہما کے پاس شعیب کی جو روایت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان کو حکم دیا کہ بھیجے ہوئے مصاحف کے خلاف جو مصاحف ہوں ان سب کو جلا دیں۔ راوی کہتا ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں عراق میں قرآن آگ میں جلائے گئے۔ فائدہ ۱ یہ قرآن تمام اسلامی بلاد میں جو حضرت عثمان کے زیر حکومت تھے بھیجے گئے اور سب جگہ یہ جلانے کا حکم بھیجا گیا۔ پس تمام اسلامی ممالک میں قرآن جلائے گئے۔ راوی عراقی ہو گا یا اس وقت وہاں موجود ہو گا اس لئے عراق کا ذکر چشم دید ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

۲ باب ہفتم حدیث ۱ و ۸ دیکھئے۔

(۵۱) ملل و نحل شہرستانی حصہ اول صفحہ ۱۰۹ میں ہے۔ واخذوا علیہ احداثا کلها محالۃ علی بنی امیۃ منها ردہ الحکم بن امیۃ

الی المدینۃ بعد ان طردہ النبی علیہ السلام وکان یسمی طرید رسول اللہ وبعد ان تشفع الی ابی بکر وعمر ایام خلافتہما فما اجابا
الی ذالک ونفاہ عمر من مقامہ بالیمن اربعین فرسخا ومنہا نفیہ اباذر الی الربذۃ وتزویجہ مروان بن الحکم بنتہ وتسلیمہ
خمس غنائم افریقیہ لہ وقد بلغت مأتی الف دینار ومنہا ایواہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح بعد ان اہدر النبی دمہ و
تولیتہ ایاہ مصر باعمالہا وتولیتہ عبد اللہ بن عامر البصرۃ حتی احدث فیہا ما احدث الی غیر ذالک مما نقموا علیہ۔ لوگوں (اصحاب)
نے حضرت عثمان پر بہت سی نئی باتوں کی گرفت کی جو سب کی سب بنی امیہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان میں سے یہ کہ انھوں نے
حکم بن امیہ (مروان کے باپ) کو مدینہ واپس بلا لیا بعد اس کے کہ اس کو نبی نے نکال دیا تھا اور لوگ اس کو طرید رسول اللہ
(رسول کا نکالا ہوا) کہتے تھے۔ اس نے حضرت ابوبکر و عمر کے پاس ان کی خلافت کے زمانہ میں سفارش پہنچائی مگر ان دونوں نے منظور
نہ کیا اور وہ یمن میں جہاں رہتا تھا وہاں سے حضرت عمر نے اس کو چالیس فرسخ اور دور نکال دیا تھا۔ اور یہ کہ
حضرت عثمان نے حضرت ابوذر غفاری (جلیل القدر، مقبول خدا اور رسول اور مقبول فریقین صحابی) کو (مدینہ سے شام کی طرف
پھر وہاں سے بلوا کر) ربذہ کی طرف (جو حضرت ابوذر کو تمام مقامات میں سب سے زیادہ ناپسند تھا) خارج البلد کیا (اور
وہیں عالم غربت میں آپ کا انتقال ہو گیا)۔ اور یہ کہ حضرت عثمان نے اپنی لڑکی مروان بن حکم کو بیاہ دی اور اس کو
افریقہ کی غنیمتوں کا خمس جو دو لاکھ دینار (اشرفی) تھا سب کا سب عطا کر دیا۔ اور یہ کہ انھوں نے عبد اللہ بن سعد بن
ابی سرح کو پناہ دی بعد اس کے کہ نبی نے اس کا قتل حلال کر دیا تھا اور اس کو مصر اور اس کے مضافات کا گورنر
بنا دیا اور عبد اللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر بنایا یہاں تک کہ اس نے وہاں وہ احداث (جدید بات یا بدعت) کیا جو کیا
ان کے علاوہ اور باتیں کیں جن کا اعتراض ان پر کیا گیا اور لوگ ان سے ناراض ہو گئے۔ فائدہ۔ باب ہفتم کی حدیث
اور ۸ دیکھئے۔

(۵۲) شواہد النبوۃ ص۱۱۲ میں ہے۔ (فارسی عبارت کا ترجمہ) ثعلبہ بن حاطب رسول اللہ کے آگے آیا اور کہا اب
میرے مال کی زکوۃ قبول کیجئے۔ رسول نے فرمایا خدا نے مجھ کو منع کیا ہے کہ زکوۃ تجھ سے قبول کروں۔ ثعلبہ روتا تھا

اور سر پر خاک اڑاتا تھا۔ رسول نے کہا تو نے اپنے ساتھ یہ کیا میں نے تجھ کو حکم دیا اور تو نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی۔ رسول نے
اس سے زکوۃ نہ لی۔ جب حضرت نے وفات پائی ثعلبہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا میرے مال کی زکوۃ قبول کیجئے۔ صدیق
نے فرمایا کہ جس چیز کو رسول نے قبول نہیں کیا میں کیسے قبول کر لوں۔ اسی طرح عمر نے بھی قبول نہ کیا لیکن عثمان نے
قبول کر لیا اس وجہ سے کہ ان کے اجتہاد نے ان کو اس طرف مائل کیا۔ فائدہ ۱۔ صحابہ میں ایسے بھی تھے جو حکم خدا و
رسول کی تعمیل نہ کرتے تھے۔ ۲۔ ثعلبہ کی زکوۃ لینے کو خدا نے منع کیا اور بحکم خدا رسول نے نہ لیا۔ ۳۔ حضرت ابوبکر و عمر
نے وہی کیا جو رسول نے کیا تھا۔ ۴۔ حضرت عثمان نے کتاب و سنت و سیرت شیخین کی (جس کی پیروی کا اقرار
کر کے خلافت حاصل کی تھی) مخالفت کی۔ ۵۔ ملا جامی کے نزدیک خدا اور رسول کے حکم منصوص کو اجتہاد کے نام سے رد کیا
جا سکتا ہے اور یہ حدیث غلط ہے کہ محمدؐ کا حلال کیا ہوا قیامت تک حلال ہے اور محمدؐ کا حرام کیا ہوا قیامت تک حرام ہے۔
۶۔ شریعت محمدؐ قیامت تک کے لئے نہیں ہے بلکہ مجتہد کو اس میں ترمیم و تنسیخ کا پورا اختیار ہے اور مخالفت خدا و رسول
کی حالت میں خارج از اسلام ہونے کے بجائے مجتہد ثواب پانے کا مستحق ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
فائدہ عامہ۔ اب باب ہفتم کی حدیث ۸ و ۸ پر نظر رکھتے ہوئے ایک مختصر فہرست تاریخ الخلفاء سے ترجمہ کر کے
پیش کی جاتی ہے۔ ص۶۲ سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے اپنی حیات میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ ص۹۷ و۲۰ سب سے پہلے
حضرت عمر نے بیت المال قائم کیا۔ نماز تراویح کا حکم دیا اور دیوان (محکمہ عطایا) قائم کیا۔ متعہ کو حرام کیا۔
امہات الاولاد (صاحب اولاد کنیزیں) کی بیع کو منع کیا۔ نماز جنازہ میں پانچ کی جگہ چار تکبیریں کر دیں۔
میراث میں عول کا مسئلہ جاری کیا۔ گھوڑوں پر زکوۃ مقرر کی۔ مسجد نبی کو گرایا اور اس میں زیادتی کی۔
مقام ابراہیم کو جو پہلے خانہ کعبہ سے ملا ہوا تھا اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ پر جہاں اب ہے کر دیا۔
ص۱۱۶ سب سے پہلے حضرت عثمان نے نماز میں تکبیر آہستہ کہا۔ نماز جمعہ کے لئے اذان اول کا اضافہ کیا۔ تمام قراتوں کو مٹا کر لوگوں کو
ایک قرأت پر جمع کیا۔ نماز عید میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔ لوگوں کو زکوۃ نکالنے کے متعلق اختیار دے دیا (کہ جس چیز کی اور جس قدر
چاہیں نکالیں)۔

باب نہم۔ مناقب حضرات خلفاء ثلثہ بر زبان صحابہ کرام بروایت اہل سنت

سعد بن عبادۃ انصاری سردار قبیلہ خزرج کا قول۔

(۱) کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ اول صفحہ ۹ میں ~~سعد بن عبادۃ انصاری سردار قبیلہ خزرج کا قول ہے~~ ۔ فقال اما واللہ
حتی ارمیکم بکل سہم فی کنانتی من نبل واخضب منکم سنانی ورمحی واضربکم بسیفی ما ملکتہ یدی واقاتلکم بمن معی
من اہلی وعشیرتی ولا واللہ لو ان الجن اجتمعت لکم مع الانس ما بایعتکم حتی اعرض علی ربی واعلم حسابی صفحہ ۹ میں ہے
فکان سعد لا یصلی بصلوتہم ولا یجمع بجمعتہم ولا یفیض بافاضتہم ولو یجد علیہم اعوانا لصال بہم ولو یبایعہ احد علی قتالہم لقاتلہم
فلم یزل کذالک حتی توفی ابوبکر وولی عمر ابن الخطاب فخرج الی الشام فمات بہا ولم یبایع لاحد رحمہ اللہ۔ سعد نے کہا بخدا
ہرگز بیعت نہ کروں گا یہاں تک کہ اپنے ترکش کے سب تیر تم پر ماروں اور اپنے نیزے کو تمہارے خون سے رنگین کروں اور
اپنی تلوار سے تم کو قتل کروں جب تک وہ میرے ہاتھ میں ہے اور اپنے اہل وقبیلہ کو ساتھ لے کر تم سے جنگ کروں۔ بخدا اگر آدمیوں
کے ساتھ جن بھی تمہارے شریک ہو جائیں تب بھی میں تمہاری بیعت نہ کروں گا یہاں تک کہ میں خدا کے سامنے پیش کیا جاؤں
اور اپنے اعمال کا حساب جانوں اور دیکھوں۔ صفحہ ۹ پس سعد نہ ان کی نماز جماعت میں شریک ہوتے نہ ان کے ساتھ جمعہ کی نماز
پڑھتے نہ ان کے ساتھ حج میں طواف کرتے۔ اگر سعد کو ان کے برخلاف مددگار ملتے اور ان سے اس شرط پر کوئی بیعت کرتا کہ
تمہارے دشمنوں سے لڑوں گا تو وہ ان پر حملہ کرتے۔ سعد اسی طرح رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمر
خلیفہ ہوئے تو سعد شام چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اور انھوں نے (حضرت ابوبکر وعمر میں سے) کسی کی بیعت نہیں کی خدا ان پر
رحمت نازل کرے۔

حباب بن منذر انصاری کا قول۔

(۲) کتاب مذکور حصہ اول صفحہ ۹ میں ہے جب انصار سقیفہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر چکے ~~حباب بن منذر انصاری کا قول ہے~~
فقال فعلتموہا یا معشر الانصار اما واللہ لکانی بابنائکم علی ابواب ابنائہم قد وقفوا یسألونہم بأکفہم ولا یسقون الماء
فقال ابوبکر امنا تخاف یا حباب قال لیس منک اخاف ولکن ممن یجیئ بعدک قال ابوبکر فاذا کان ذالک کذالک فالامر الیک
والی اصحابک لیس لنا علیکم طاعۃ قال حباب ہیہات یا ابابکر اذا ذہبتُ انا وانت جاءنا بعدک من یسومنا الضیم۔ حباب نے کہا
اے گروہ انصار تم نے بیعت تو کر لی مگر میں گویا یہ دیکھتا ہوں کہ تمہارے بیٹے ان کے بیٹوں کے دروازہ پر کھڑے ہوئے چلو میں پانی

(پینے کے لئے) مانگتے ہیں اور وہ ان کو پانی (تک) نہیں پلاتے۔ حضرت ابوبکر نے کہا اے حباب تم ہم سے خوف کرتے ہو۔ حباب نے کہا تم سے
تو نہیں مگر ہم کو اس سے خوف ہے جو تمہارے بعد ہوگا۔ حضرت ابوبکر نے کہا جب ایسا ہو تو تم کو اور تمہارے اصحاب کو اختیار ہے
تم پر ہماری حکومت نہ ہوگی۔ حباب نے کہا اے ابوبکر یہ بات بہت دور ہے (یعنی اب ہمارے بس اور قابو سے باہر ہو گئی ہے) جب
میں اور تم دونوں نہ ہوں گے تو وہ آئے گا جو ہم پر ظلم کرے گا۔ (فائدہ)۔ حضرت عثمان کے آخری زمانہ میں اصحاب بالخصوص
انصار نے حضرت ابوبکر کے اسی قول پر عمل کیا۔

حضرت عباس عم رسول کا ارشاد۔

(۳) کتاب مذکور جلد اول صفحہ ۱۴ میں ~~حضرت عباس عم رسول کا ارشاد ہے~~۔ جب حضرت ابوبکر مغیرہ بن شعبہ کے پاس گئے اور اس
نے کہا کہ اس خلافت میں سے عباس کو ایسا حصہ دے کر جو ان کی اولاد کو بھی پہنچے ملا لیجئے تو عم رسول کے مل جانے سے علی
اور بنی ہاشم پر حجت قائم ہو جائے گی اور حضرت ابوبکر عمر و ابو عبیدہ کو لے کر حضرت عباس کے پاس گئے اور اس ترکیب سے
جو مغیرہ نے بتائی تھی ایک تقریر کر کے ان کو ملانا چاہا تو حضرت عباس نے فرمایا۔ فتکلم العباس فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال
ان اللہ بعث محمداً کما زعمت نبیا وللمومنین ولیا فمنّ اللہ بمقامہ بین اظہرنا حتی اختار لہ ما عندہ فخلی علی الناس امرہم لیختار
والانفسہم مصیبین للحق لا مائلین عنہ بزیغ الہوی فان کنت برسول اللہ طلبت فحقنا اخذت وان کنت بالمومنین طلبت فنحن
منہم متقدمون فیہم وان کان ہذا الامر انما یجب لک بالمومنین فما وجب اذ کنا کارہین فاما ما بذلت لنا فان یکن حقا لک فلا
حاجۃ لنا فیہ وان یکن حقا للمومنین فلیس لک ان تحکم علیہم وان کان حقنا لم نرض عنک ببعض دون بعض واما قولک ان
رسول اللہ منا ومنکم فانہ قد کان من شجرۃ نحن اغصانہا وانتم جیرانہا۔ پس حضرت عباس نے کلام کیا۔ خدا کی حمد وثنا بجا لائے
اور فرمایا کہ خدا نے محمد کو نبی بنا کر بھیجا جیسا کہ تم کہتے ہو اور مومنوں کے لئے ولی بنایا اور اس کا احسان تھا کہ آنحضرت ہمارے درمیان
تھے یہاں تک کہ خدا نے ان کو اپنے جوار رحمت میں بلا لیا اور وہ (تمہارے کہنے کے مطابق) لوگوں کو چھوڑ گئے کہ اپنے لئے کسی کو منتخب
کر لیں (یہ حضرت ابوبکر کی تقریر میں جو اس سے پہلے حضرت عباس سے کی ہے موجود ہے) اس حالت میں کہ حق کو پانے والے ہوں اور
خواہش نفس کی کجی کی وجہ سے حق سے روگرداں نہ ہوں۔ پس اگر تم نے (اس خلافت کو) رسول اللہ کی وجہ سے (یعنی ان کے قرابت دار

بن کر) لیاہے تو ہمارا حق چھینا ہے اور اگر مومنین کے وسیلہ سے لیاہے تو ہم بھی مومنین میں ہیں بلکہ ان میں سب سے مقدم (اور ہم تمہارے خلیفہ ہونے سے راضی نہیں ہیں) اور اگر یہ خلافت تمہارے لئے اس واسطے ضروری ہوگئی ہے کہ مومنین نے تمہاری بیعت کرلی ہے تو ہرگز فرض ولازم نہیں ہوئی اس لئے کہ ہم ناپسند کرتے ہیں۔ اور جو کچھ تم ہم کو دینا چاہتے ہو اگر وہ تمہارا حق اور مال ہے تو ہم کو اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ مومنوں کا حق ہے تو اس کے دینے کا اختیار تنہا تم کو نہیں ہے اور اگر وہ ہمارا حق ہے تو ہم تم سے کچھ (مال یا علاقہ) لے کر اور کچھ (خلافت) چھوڑ کر راضی اور خوش نہ ہوں گے۔ اور تم نے جو یہ کہاہے کہ رسول اللہ ہم میں سے بھی ہیں اور تم میں سے بھی تو بے شک وہ اس درخت کے جزو تھے جس کی شاخیں ہم ہیں اور تم لوگ تو اس درخت کے پڑوسی (یعنی اس کے پاس کے دوسرے درخت) ہو۔ حضرت ابوبکر و حضرت عباس کا یہ مکالمہ شرح نہج جلد ۱ ص۷۴ میں بھی ہے۔

حسان بن ثابت انصاری کا قول۔

(۴) تفسیر کبیر جلد ۱ ص۲۸ میں آیت واذقلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم میں لام کو الی کے معنی میں لیتے ہوئے حسان بن ثابت انصاری کے ان دو شعروں سے استدلال کیاہے۔ لکھتے ہیں واما الشعر فقول حسان ؎ ماکنت احسب ان الامر منصرف ۔ عن ہاشم ثم منہا عن ابی حسن ٭ الیس اول من صلی لقبلتکم ۔ واعرف الناس بالقرآن والسنن ٭ مجھے خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم سے پھر ان میں خصوصاً ابوالحسن (علی) سے پھر جائے گا (الگ کر لیا جائے گا)۔ کیا وہ (علی) سب سے پہلے تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے (یعنی اول المسلمین اور سابق الاسلام) نہیں ہیں اور کیا وہ سب آدمیوں سے زیادہ قرآن وسنت کے عالم نہیں ہیں (جس کی خلیفہ کے لئے سخت ضرورت ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول۔

(۵) شرح نہج جلد ۳ ص۱۰۷ میں ~~حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے~~۔ قال (عمر) یا ابن عباس اتدری ما منع الناس منکم قال لا یا امیر المومنین قال لکنی ادری قال ما ہو یا امیر المومنین قال کرہت قریش ان تجتمع لکم النبوۃ والخلافۃ فتجحفوا[عه] الناس جحفا فنظرت قریش لانفسہا فاختارت ووفقت فاصابت فقال ابن عباس ایمیط امیر المومنین عنی غضبہ فیسمع قال قل ماتشاء قال اما قول امیر المومنین ان قریشا کرہت فان اللہ تعالی قال لقوم ذالک بانہم کرہوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالہم

عه اجحفوا بہم ... (اساس البلاغہ)

واما قولک انا نجحف فلو جحفنا بالخلافۃ جحفنا بالقرابۃ ولکنا قوم اخلاقنا مشتقۃ من اخلاق رسول اللہ الذی قال اللہ تعالی لہ وانک لعلی خلق عظیم وقال لہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین واما قولک فان قریشا فان اللہ تعالی یقول وربک یخلق مایشاء ویختار ماکان لہم الخیرۃ وقد علمت یا امیر المومنین ان اللہ اختار من خلقہ لذلک من اختار فلو نظرت قریش من حیث نظر اللہ لہا لوفقت واصابت قریش فقال عمر علی اسلک یا ابن عباس ابت قلوبکم یا بنی ہاشم الا غشا فی امر قریش لایزول وحقدا علیہا لایحول فقال ابن عباس مہلا یا امیر المومنین لاتنسب قلوب بنی ہاشم الی الغش فان قلوبہم من قلب رسول اللہ الذی طہرہ اللہ وزکاہ وہم اہل البیت الذین قال اللہ لہم انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا واما قولک حقدا فکیف لایحقد من غصب شیئہ ویراہ فی ید غیرہ... قال عمر بلغنی انک لاتزال تقول اخذ ہذا الامر منا حسدا وظلما قال اما قولک یا امیر المومنین حسدا فقد حسد ابلیس آدم فاخرجہ من الجنۃ فنحن بنو آدم المحسود واما قولک ظلما فامیر المومنین یعلم صاحب الحق من ہو ثم قال یا امیر المومنین الم تحتج العرب علی العجم بحق رسول اللہ واحتجت قریش علی سائر العرب بحق رسول اللہ فنحن احق برسول اللہ من سائر قریش قال عمر قم الآن فارجع الی منزلک فلما ولی ہتف بہ عمر ایہا المنصرف انی علی ماکان منک لراع حقک فالتفت ابن عباس فقال ان لی علیک وعلی کل المسلمین حقا برسول اللہ فمن حفظہ فحق نفسہ حفظ ومن اضاعہ فحق نفسہ اضاع ثم مضی فقال عمر لجلسائہ واہا لابن عباس ما رایتہ لاحی احدا قط الا خصمہ (ترجمہ) حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں نے (خلافت کو) تم سے کیوں روکا (یعنی بنی ہاشم سے خلیفہ نہ ہونے دیا)۔ ابن عباس نے کہا نہیں۔ حضرت عمر نے کہا لیکن میں جانتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا اے مسلمانوں کے سردار وہ کیا ہے۔ آپ نے کہا قریش کو برا معلوم ہوا کہ نبوت اور خلافت (دونوں) تمہارے لئے جمع ہو جائے تو تم لوگوں کو ان چیزوں کا حکم دو جو ان کی طاقت سے باہر ہو پس قریش نے اپنے نفوس کے لئے غور کیا تو انھوں نے (خلیفہ کا) انتخاب کیا اور ان کو توفیق دی گئی اور وہ راہ صواب و درست پر چلے۔ ابن عباس نے کہا کیا مسلمانوں کے سردار مجھ سے اپنے غصہ کو دور کریں گے اور (میری بات) سنیں گے۔ آپ نے کہا جو چاہتے ہو کہو۔ ابن عباس نے کہا کہ

آپ کا یہ کہنا کہ قریش کو برا معلوم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کے لئے کہا ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا۔ لیکن آپ کا یہ کہنا کہ ہم لوگوں کو ان کی طاقت سے باہر حکم دیں گے تو اگر ہم خلافت پاکر ایسا کرسکتے ہیں تو ہم قرابت کے ذریعہ سے بھی ایسا کرسکتے ہیں لیکن ہم وہ گروہ ہیں کہ ہمارے اخلاق اس رسول کے اخلاق سے ماخوذ ہیں جس کے حق میں خدا نے کہا ہے کہ یقیناً تم خلق عظیم پر (فائز) ہو اور اس کے لئے کہا ہے کہ تم اپنے بازو اس کے لئے جھکا دو جس نے مومنین میں سے تمھاری پیروی کی ہے۔ لیکن آپ کا یہ قول کہ قریش نے (خلیفہ کا) انتخاب کیا تو اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ تمھارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور انتخاب کرتا ہے ان کے لئے انتخاب (کا حق حاصل) نہیں ہے۔ (وہ کسی کو منتخب نہیں کرسکتے) اور اے مسلمانوں کے سردار آپ کو خوب معلوم ہے کہ خدا نے اپنی مخلوق میں سے اس (خلافت) کے لئے منتخب کرلیا اس شخص کو جس کو اللہ نے منتخب کرلیا۔ پس اگر قریش (اس خلافت کے معاملے میں) اسی جگہہ نظر کرتے جہاں خدا نے نظر کی (یعنی اسی کو منتخب کرتے جس کو خدا نے اس خلافت کے لئے منتخب کیا تو البتہ وہ (خدا کی توفیق سے) موفق ہوتے اور راہ صواب پر چلتے اور جب ایسا نہیں کیا (اور جب ایسا نہیں کیا تو موفق اور راہ صواب پر کیوں کر ہوئے) تب حضرت عمر نے فرمایا اے ابن عباس رفق اور نرمی کرو۔ اے بنی ہاشم تمھارے دلوں نے (ہر بات سے) انکار کیا مگر ~~خیانت~~ قریش کے بارہ میں جو خیانت (تمھارے دلوں سے) نکلتی ہی نہیں اور قریش سے کینہ و عداوت جو دور ہی نہیں ہوتی۔ ابن عباس نے کہا اے مسلمانوں کے سردار ذرا نرمی سے کام لیجئے (غصہ نہ کیجئے) بنی ہاشم کے دلوں کو خیانت سے نسبت نہ دیجئے کیونکہ ان کے دل رسول اللہ کے دل کا جزو ہیں جس کو اللہ نے طاہر و مزکی کیا ہے اور وہ لوگ اہل بیت ہیں جن کے لئے خدا نے فرمایا ہے کہ اے اہل بیت اللہ بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے تمام رجس کو دور رکھے اور تم کو پاک رکھے جو حق پاک رکھنے کا ہے۔ لیکن آپ نے جو کینہ و عداوت کا ذکر کیا ہے تو (آپ ہی انصاف کیجئے کہ) کس طرح وہ شخص کینہ نہ رکھے جس کی چیز چھین لی گئی ہو اور وہ اس کو دوسرے کے ہاتھ میں دیکھتا ہو۔ (جو عبارت چھوڑ دی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ مجھ کو تمھاری کچھ باتیں معلوم ہوئی ہیں مگر میں تم سے نہ کہوں گا کہ تم میری نظر سے گر جاؤ گے۔ ابن عباس نے کہا نہیں ضرور کہئے اگر وہ باطل ہوگی تو مجھ جیسا شخص اس کو اپنے نفس سے دور کرے گا اور اگر وہ حق ہوگی تو اس کی وجہ سے میں آپ کی نظر میں بے وقعت نہ ہوں گا)۔

حضرت عمر نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم ہمیشہ کہتے رہتے ہو کہ یہ امر (خلافت) ہم سے حسد اور ظلم کرکے لیا گیا ہے۔ ابن عباس نے کہا آپ نے حسد کا جو ذکر کیا ہے تو حسد تو شیطان نے آدم سے کیا اور ان کو جنت سے نکلوایا تو ہم بھی آدم کی اولاد ہیں جن سے حسد کیا گیا۔ لیکن آپ نے جو ظلم کا ذکر کیا تو مسلمانوں کے سردار (آپ خوب) جانتے ہیں کہ (خلافت کا) مستحق اور حق دار کون ہے۔ پھر کہا اے سردار کیا عرب نے رسول اللہ کے حق (قرابت) کی وجہ سے عجم پر حجت قائم نہیں کی (کہ خلیفہ عرب میں سے ہو کہ عرب رسول کے قرابت دار ہیں نہ عجم) اور قریش نے رسول اللہ کے حق (قرابت) سے باقی عرب پر حجت قائم کی پس ہم تو قریش سے زیادہ رسول اللہ کے قرابت دار ہیں (ہم قریش سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں)۔ حضرت عمر نے (یہ سن کر) کہا کہ اب اٹھو اور اپنے گھر چلے جاؤ۔ جب حضرت ابن عباس (مجمع سے اٹھ کر پیٹھ پھیر کر) چلے تو حضرت عمر نے پکار کر کہا اے واپس جانے والے میں تمھارے حق کا ضرور لحاظ و خیال رکھوں گا باوجود ان باتوں کے جو ابھی ظاہر ہوئیں۔ ابن عباس نے متوجہ ہو کر کہا اے مسلمانوں کے سردار آپ پر اور تمام مسلمانوں پر رسول اللہ کے ذریعہ سے میرا ایک حق ہے جس نے اس حق کی محافظت کی اس نے خود اپنے حق کی محافظت کی (یعنی اس کا نفع خود اس کو حاصل ہوگا) اور جس نے اس حق کو ضائع کیا اس نے خود اپنا حق ضائع کیا (یعنی اس کا ضرر اسی کو ہوگا) پھر ابن عباس چلے گئے۔ حضرت عمر نے اپنے ہم نشینوں سے کہا کہ ابن عباس نے کبھی کسی سے مناظرہ (بحث) نہیں کی مگر یہ کہ اس کو (اپنی دلیلوں سے) دبا لیا اور اس پر غالب آئے (فائدہ)۔ حضرت ابن عباس کے تمام استدلال لاجواب تھے جس کا حضرت عمر کوئی جواب نہ دے سکتے تھے۔ آخر اپنا کلام ختم کرنا اور ان کو واپس کرنا پڑا اور حضرت عمر نے اپنے ہم نشینوں کے سامنے اس کا اعتراف بھی کرلیا۔

عتبہ بن ابولہب صحابی کا قول:۔

(۶) تاریخ ابو الفدا مسمی بہ مختصر جلد ۱ صـ۱۵۶ میں بیعت سقیفہ کے حال میں عتبہ بن ابولہب صحابی کے یہ اشعار درج ہیں۔ وقال فی ذالک عتبۃ بن ابی لہب ۔ ما کنت احسب ان الامر منصرف عن ہاشم ثم منہا عن ابی حسن ۔ عن اول الناس ایمانا و سابقۃ۔ و اعلم الناس بالقرآن والسنن ۔ و آخر الناس عہدا بالنبی و من ۔ جبریل عون لہ بالغسل والکفن ۔ من فیہ ما فیہم لا یمترون بہ۔ ولیس فی القوم ما فیہ من الحسن ۔ شعر اول کا ترجمہ حسان بن ثابت انصاری کے اشعار مندرجہ صـ۱۳ میں ہو چکا ہے باقی کا ترجمہ یہ ہے!

وہ تمام آدمیوں میں اول المومنین وسابق الایمان اور قرآن وسنت کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔ تمام آدمیوں میں وہ ایسے شخص ہیں جو آخر وقت تک نبی کے ساتھ رہے اور سب کے آخر میں (غسل وکفن دے کر قبر میں اتار کر) نبی سے جدا ہوئے۔ اور نبی کے غسل وکفن میں جس کی مدد جبریل نے کی (اور تم لوگ نہ شریک ہوئے نہ غسل وکفن میں علی کی مدد کی)۔ لوگوں کو اس میں شک وشبہ نہیں کہ ان کی صفتیں اس میں موجود ہیں لیکن جو خوبی (مخصوص صفت) اس میں ہے وہ تمام قوم میں سے کسی میں نہیں ہے۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص۹ میں آخری شعر یہ ہے سہ ما الذی ردکم عنہ فنعلمہ۔ ہا ان ذا غبن من اعظم الغبن۔ کس چیز نے قوم کو علی سے روکا (کہ وہ خلیفہ نہیں بنائے گئے ہم کو بتاؤ تو) کہ اس کو ہم بھی جان لیں۔ آگاہ ہو کہ یہ غبن (نقصان و خسارہ) اعظم غبن میں سے ہے۔

مقدام بن معدیکرب بن عمرو الکندی مشہور صحابی کا قول۔

(۷) تاریخ الخلفاء ص۱۱۲ میں ~~مقدام بن معدیکرب بن عمرو الکندی مشہور صحابی کا قول ہے۔~~ عن المقدام استب عقیل بن ابی طالب وابو بکر قال وکان ابو بکر سبابا۔ مقدام سے روایت ہے کہ عقیل وابو بکر نے باہم سب (گالی گلوج) کی۔ مقدام کا قول ہے کہ حضرت ابو بکر سباب (بہت گالی دینے والے) تھے۔

حذیفہ بن الیمان صحابی کا قول۔

(۸) صحیح بخاری جلد ۲ ص۱۲۱ میں حذیفہ بن الیمان صحابی رازدان ورازدار رسول کا قول ہے۔ عن حذیفۃ بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منہم علی عہد النبی کانوا یومئذ یسرون والیوم یجہرون۔ عن حذیفۃ قال انما کان النفاق علی عہد النبی فاما الیوم فانما ہو الکفر بعد الایمان۔ حذیفہ نے کہا آج (اس زمانے میں) منافقین رسول اللہ کے زمانے سے بدتر ہیں۔ اُس زمانے میں وہ (اپنے کفر کو) چھپاتے تھے اور آج ظاہر کر رہے ہیں۔ حذیفہ نے کہا کہ نفاق تو صرف نبی کے زمانے میں تھا مگر آج (اس زمانے میں) تو صرف کفر ہے ایمان کے بعد۔ (فائدہ) حذیفہ نے حضرت خلفائے ثلثہ کا زمانہ پایا اور بزمانہ خلافت حضرت عثمان ۳۵ھ میں انتقال کیا۔ دیکھئے باب ہفتم ۱۔ روایت سے نہیں معلوم کہ حذیفہ نے یہ کس کے عہد میں کہا۔ احتمال ہے کہ اول یا ثانی یا ثالث کے زمانے یا ہر عہد کے متعلق کہا ہو۔ اس روایت کے ساتھ باب ہفتم کی حدیث ۱ و ۲ دیکھئے۔

ابو ہریرہ کا قول

(۹) صحیح بخاری جلد ۲ ص۲ میں ~~ابو ہریرہ کا قول ہے~~۔ ان ابا ہریرۃ قال انکم تقولون ان ابا ہریرۃ یکثر الحدیث عن رسول اللہ

وتقولون ما بال المہاجرین والانصار لا یحدثون عن رسول اللہ بمثل حدیث ابی ہریرۃ وان اخوتی من المہاجرین کان یشغلہم صفق بالاسواق۔ ابو ہریرہ نے کہا تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رسول کی حدیثیں بہت بیان کرتا ہے اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین وانصار کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ابو ہریرہ کی طرح کثرت سے رسول اللہ کی حدیث بیان نہیں کرتے۔ (سنو) ہمارے مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں ہاتھ پر ہاتھ مارنے (دلالی یا خرید وفروخت) سے (حدیث رسول کے سننے کی) فرصت نہیں ملتی تھی۔ مہاجرین کی یہ حالت صحیح مسلم جلد ۲ ص۳۵۷ و ۳۵۸ میں بھی بروایت ابو ہریرہ مذکور ہے۔ ابو ہریرہ نے عام مہاجرین کو کہا ہے مگر جس کی طرف اشارہ کیا ہے اس نے خود اس کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ بخاری جلد ۱ میں ہے فقال عمر اخفی علی من امر رسول اللہ الہانی الصفق بالاسواق یعنی الخروج الی التجارۃ۔ حضرت عمر نے کہا مجھے بازاروں میں ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی وجہ سے رسول اللہ کا یہ حکم معلوم نہیں ہوا (راوی کہتا ہے یا بخاری صاحب کہتے ہیں کہ) اس سے ان کی مراد تجارت کے لئے نکلنا ہے (فائدہ) اس شغل بازاری کی وجہ سے حضرت عمر کو معمولی حدیث جس سے بچہ بچہ واقف تھا معلوم نہ تھی۔ چنانچہ انھیں دونوں کتابوں کی انھیں دونوں حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ ابو سعید خدری صحابی نے جو انصار میں سب سے کم عمر تھے وہ حکم جو حضرت عمر کو معلوم نہ تھا ان سے بیان کیا اور تب ان کو معلوم ہوا اور وہ کسی گھر میں مالک مکان کی اجازت کے بغیر نہ جانے کا حکم ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری کا قول

(۱۰) صحیح مسلم جلد ۱ ص۴۰۲ میں ~~جابر بن عبداللہ انصاری کا قول ہے~~۔ عن ابی نضرۃ قال کنت عند جابر بن عبداللہ فاتاہ آت فقال ان ابن عباس وابن الزبیر اختلفا فی المتعتین فقال جابر فعلناہما مع رسول اللہ ثم نہانا عنہما عمر فلم نعد لہما۔ ابو نضرہ کہتا ہے کہ میں جابر کے پاس تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ ابن عباس اور ابن زبیر نے دونوں متعہ (متعۃ الحج ومتعۃ النساء) کے حلال یا حرام ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ پس جابر نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ کی ہمراہی (زمانہ) میں دونوں متعہ کئے (حرام کیسے ہو گئے پیغمبر نے منع نہیں کیا ہاں) پھر عمر نے (اپنی خلافت کے زمانے میں) ہم کو ان دونوں سے ممانعت کی ہم نے (دونوں کو حلال سمجھتے ہوئے بھی) نہ کیا (کہ ہر حلال کا کرنا واجب وضروری نہیں ہے)۔

عمران بن حصین کا قول

(۱۱) صحیح مسلم جلد ۱ ص۴۰۲ میں ~~عمران بن حصین کا قول ہے~~۔ قال عمران بن حصین نزلت آیۃ المتعۃ فی کتاب اللہ یعنی متعۃ الحج وامرنا بہا

رسول اللہ ثم لم تنزل آیۃ تنسخ آیۃ متعۃ الحج ولم ینہ عنہا رسول اللہ حتی مات قال رجل برأیہ بعد ماشاء - عمران کا بیان ہے کہ آیہ متعہ یعنی متعۃ الحج قرآن میں نازل ہوا اور رسول اللہ صلعم نے ہم کو اس کا حکم دیا پھر متعۃ الحج والی آیت کو منسوخ کرنے والی کوئی دوسری آیت نہیں اتری اور نہ رسول اللہ نے ممانعت فرمائی یہاں تک کہ انتقال فرمایا - رسول کے مرنے کے بعد (جب شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی گنجائش باقی نہیں تھی) ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا (اور کیا) - اسی کتاب کے اسی صفحہ میں دوسری روایت میں راوی نے تصریح کر دی ہے کہ رجل سے عمران کی مراد حضرت عمر ہیں - قال ابن حاتم رجل برأیہ ماشاء یعنی عمر -

حضرت عائشہ کا قول -

(۱۲) تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۷ میں ~~حضرت عائشہ کا قول ہے~~ - فانصرفت (عائشہ) الی مکۃ وھی تقول قتل واللہ عثمان مظلوما واللہ لاطلبن بدمہ فقال (عبید بن ابی سلمۃ) ولم واللہ ان اول من امال حرفہ لانت ولقد کنت تقولین اقتلوا نعثلا فقد کفر -

(حضرت عائشہ مکہ سے مدینہ آ رہی تھیں کہ راستے میں معلوم ہوا کہ عثمان کے قتل کے بعد علی سے بیعت کی گئی تو) وہ مکہ کی طرف یہ کہتی ہوئی واپس ہوئیں کہ بخدا عثمان مظلوم قتل کیے گئے بخدا میں خون عثمان کا مطالبہ کروں گی تو عبید بن ابی سلمہ نے کہا یہ کس وجہ سے کرو گی بخدا یقیناً سب سے پہلے آپ ہی نے ان (حضرت عثمان) کی شوکت کو مٹایا آپ ہی کہا کرتی تھیں نعثل کو قتل کرو کہ وہ کافر ہو گیا - روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۵ میں ہے بالجملہ بعضے ازیں امور مذکورہ حامل و باعث شد مر عائشہ را کہ در شان عثمان گفت لعن اللہ نعثلا و قتل نعثلا (ترجمہ کی ضرورت نہیں) - کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۴۲ میں ہے - فقالت (عائشہ) ما کنت ابالی ان تقع السماء علی الارض قتل واللہ مظلوما وانا طالبۃ بدمہ فقال لہا عبید ان اول من طعن علیہ واطمع الناس فیہ لانت ولقد قلت اقتلوا نعثلا فقد فجر فقالت عائشہ قد واللہ قلت وقال الناس وآخر قولی خیر من اولہ فقال عبید عذر واللہ ضعیف یا ام المومنین - حضرت عائشہ نے کہا کہ مجھے اس کی پروا نہیں کہ آسمان زمین پر گر پڑے (خون عثمان کا بدلہ لینے میں قیامت برپا ہو جائے) بخدا وہ مظلوم قتل ہوا اور میں اس کے خون کا مطالبہ کروں گی تو ان سے عبید نے کہا کہ یقیناً سب سے پہلے ان پر آپ ہی نے طعن کیا اور لوگوں کو ان کے قتل پر رغبت دلائی آپ ہی نے کہا کہ نعثل کو قتل کرو کہ وہ فاجر ہو گیا - حضرت عائشہ نے کہا بخدا میں نے بھی کہا اور لوگوں نے بھی کہا لیکن میری آخری بات

پہلی بات سے بہتر ہے - عبید نے کہا اے ام المومنین بخدا یہ تو عذر ضعیف (کمزور) ہے - اس کے بعد عبید نے تین شعر پڑھے جس میں اسی مضمون کو ادا کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ تم نے عثمان کے قتل کا حکم دیا ہم نے تمہارے حکم کی اطاعت کی پس قاتل وہ ہے جس نے حکم دیا - شرح نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۷۷ میں ہے قال کل من صنف فی السیر والاخبار ان عائشۃ کانت من اشد الناس علی عثمان حتی انہا اخرجت ثوبا من ثیاب رسول اللہ فنصبتہ فی منزلہا وکانت تقول للداخلین الیہا ہذا ثوب رسول اللہ لم یبل وعثمان قد ابلی سنتہ قالوا اول من سمی عثمان نعثلا عائشۃ وکانت تقول اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا - قال ابو مخنف لوط بن یحیی الازدی فی کتابہ) وقد روی من طرق مختلفۃ ان عائشۃ لما بلغہا قتل عثمان وہی بمکۃ قالت ابعدہ اللہ ذالک بما قدمت یداہ وما اللہ بظلام للعبید ... قال وروی من طرق آخر انہا قالت لما بلغہا قتلہ ابعدہ اللہ قتلہ ذنبہ واقادہ اللہ بعملہ - ہر شخص نے جس نے سیر و اخبار میں کوئی کتاب تصنیف کی یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ مخالفت حضرت عثمان میں سب آدمیوں سے زیادہ سخت تھیں انھوں نے حضرت رسول کے جامہائے مبارک میں سے ایک کرتہ (صندوق یا گٹھری میں سے) نکال کر اپنے گھر میں لٹکا دیا تھا - جو لوگ ان کے پاس آتے تھے ان سے (اشارہ کر کے) فرماتی تھیں کہ یہ رسول اللہ کا جامہ ہے جو کہنہ نہیں ہوا ہے اور عثمان نے ان کی سنت کو کہنہ (برباد) کر دیا - ان مصنفین نے یہ بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے حضرت عثمان کو نعثل کہا وہ حضرت عائشہ تھیں اور وہ کہا کرتی تھیں کہ نعثل کو قتل کرو اور خدا نعثل کو قتل کرے - ابو مخنف نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ بہت سے مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہے کہ جب مکہ میں حضرت عائشہ کو قتل عثمان کی خبر ملی تو آپ نے کہا خدا اسے دور کرے یہ ان کے افعال کا نتیجہ ہے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا - اور دوسرے طریقوں سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے یہ کہا جب آپ کو خبر قتل پہنچی - خدا اس کو دور کرے - اس کو اس کے گناہ نے قتل کیا اور اللہ نے اس کو اس کے عمل کے بدلے میں قتل کیا -

طلحہ کا قول -

(۱۳) کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ ۱ صفحہ ۳۱ و ۳۲ میں طلحہ کا قول (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) - جب حضرت عثمان محاصرے کی حالت میں اپنے قصر کے کوٹھے پر گئے اور طلحہ کو پکار کر کہا کہ اے طلحہ تم جانتے ہو کہ اس کنویں کا پانی (جو میں نے چالیس ہزار پر خرید کر

وقف عام کر دیا ہے) میرے سوا کسی اور پر بند کیا گیا ہو آخر اس کی کیا وجہ ہے قال لانک بدلت وغیرت - طلحہ نے جواب دیا کہ اس
لئے پانی بند کیا گیا کہ تم نے (دین کو) بدل دیا اور متغیر کر دیا - اور مسجد رسول میں نماز پڑھنے کے لئے نہ جانے دینے کی وجہ پوچھی تو
پھر طلحہ نے یہی کہا لانک ~~بدلت و~~ غیرت و بدلت - اور ص۳۷ میں قتل عثمان کے بعد اور بیعت علی سے پہلے طلحہ کا یہ قول ہے ان عثمان
خلط الذنب بالتوبة فلم یرضہا ولایتہ و کرہنا ان نقتلہ و سرنا ان نکفاہ وقد کثر فیہ اللجاج وامرہ الی اللہ - عثمان نے گناہ کو توبہ کے
ساتھ مخلوط کر دیا یہاں تک کہ ہم نے ان کی حکومت کو ناپسند کیا اور (ہم کو اپنے ہاتھوں سے) ان کو قتل کرنا بھی ناپسند تھا اور ہم کو
اس بات نے مسرور کیا کہ یہ کام دوسروں نے کر دیا (اور ہم کو اس کے کرنے کی ضرورت نہ پڑی یعنی یہ کام واجب کفائی تھا جو دوسروں
کے کرنے سے ہم سے ساقط ہو گیا) - ان کے متعلق بہت کچھ جھگڑا ہے اور (اب قتل کے بعد) ان کا معاملہ خدا کے حوالہ ہے -
زبیر کا قول :-
(۱۴) کتاب مذکور ص۳۸ میں طلحہ کے قول کے بعد زبیر کا قول (جو عشرہ مبشرہ سے ہیں) یہ ہے - واما قتل عثمان فانا نقول امرہ الی اللہ
وقد احدث احداثا واللہ ولیہ فیما کان - اور عثمان کا قتل تو اس میں ہمارا قول یہ ہے کہ ان کا معاملہ خدا کے حوالہ ہے - درآنحالیکہ
انھوں نے (دین میں) احداث کیا (نئی بات کی) اور اس معاملے میں اللہ ان کا حاکم (وہ ان سے پوچھ لے گا) -
(۱۵) ~~کتب مذکور~~ کتاب مذکور ص۳۹ میں ہے - سعد بن ابی وقاص کا قول (یہ بھی عشرہ مبشرہ سے ہیں) عمرو بن العاص کے خط کے جواب میں لکھتے
ہیں - انک سألتنی عن قتل عثمان وانی اخبرک انہ قتل بسیف سلتہ عائشة وصقلہ طلحة وسمہ ابن ابی طالب وسکت الزبیر و
اشار بیدہ وامسکنا نحن ولو شئنا دفعناہ عنہ ولکن عثمان غیر وتغیر واحسن واساء فان کنا احسنا فقد احسنا وان کنا اسأنا
فنستغفر اللہ - تم نے مجھ سے پوچھا ہے کہ عثمان کو کس نے قتل کیا تو میں تم کو بتاتا ہوں کہ عثمان اس تلوار سے قتل کئے گئے جس کو عائشہ
نے نیام سے نکالا اور جس کی دھار طلحہ نے تیز کی اور جس کو علی نے زہر میں بجھایا اور زبیر چپ تو رہے مگر اپنے ہاتھ سے (قتل کرنے کا)
اشارہ کیا اور ہم لوگ بھی خاموش اور الگ رہے - اگر ہم لوگ چاہتے تو عثمان کو بچا لیتے لیکن (وجہ یہ تھی کہ) عثمان نے (دین کو) متغیر کر دیا
اور خود بھی متغیر ہو گئے - انھوں نے اچھا کام بھی کیا اور برا بھی تو اگر ہم نے (عثمان کو قتل کر کے) اچھا کام کیا ہے تو اچھا کام کیا ہی ہے اور اگر
برا کام کیا ہے تو ہم خدا سے استغفار کر لیں گے -

(۱۶) عبداللہ بن عمر کا قول -
(الف) جامع ترمذی جلد اول ص۱۰۱ میں ~~عبداللہ بن عمر کا قول~~ ہے - عن ابن شہاب ان سالم بن عبداللہ حدثہ انہ سمع رجلا من
اہل الشام وہو یسأل عبداللہ بن عمر عن التمتع بالعمرة الی الحج فقال عبداللہ بن عمر ہی حلال فقال الشامی ان اباک قد نہی عنہا
فقال عبداللہ بن عمر ارایت ان کان ابی نہی عنہا وصنعہا رسول اللہ اامر ابی نتبع ام امر رسول اللہ فقال الرجل بل امر رسول
اللہ فقال لقد صنعہا رسول اللہ - سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک مرد شامی کو سنا کہ اس نے عبداللہ بن عمر سے
حج تمتع (جس میں حج اور عمرہ دونوں شامل ہوتا ہے) کے متعلق پوچھا تو عبداللہ بن عمر نے کہا کہ وہ حلال ہے - شامی نے کہا تمہارے
باپ نے تو اس کی ممانعت کی ہے - عبداللہ نے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے اگر میرے باپ نے اس کی ممانعت کی ہے اور رسول اللہ نے
اس کو کیا ہے تو میں اپنے باپ کا حکم مانوں یا رسول اللہ کا حکم - شامی نے کہا نہیں بلکہ رسول اللہ کا حکم (مانئے) تو عبداللہ نے کہا یقیناً
اس کو رسول اللہ نے کیا ہے + (ب) صحیح مسلم جلد اول ص۲۴۱ میں ہے - عن نافع عن ابن عمر قال صلی رسول اللہ بمنیٰ رکعتین وابوبکر بعدہ
وعمر بعد ابی بکر وعثمان صدرا من خلافتہ ثم صلی بعد اربعا - نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی نے منیٰ میں دو رکعت نماز
پڑھی اور ان کے بعد ابوبکر نے اور ابوبکر کے بعد عمر نے اور عثمان نے اپنی خلافت کے شروع میں دو رکعت پڑھی پھر اس کے
بعد عثمان نے چار رکعت پڑھی + (ج) خصائص نسائی ص۱۹ و ۲۰ میں ہے - عن العلاء سأل رجل ابن عمر عن عثمان قال کان من الذین
تولوا یوم التقی الجمعان فتاب اللہ علیہ ثم اصاب ذنبا فقتلہ - ابن عمر سے ایک شخص نے عثمان کے متعلق پوچھا تو آپ نے کہا کہ وہ احد
کی لڑائی کے بھاگنے والوں میں سے تھے - خدا نے ان کی توبہ قبول کی پھر انھوں نے ایک گناہ کیا تو اس (خدا یا گناہ) نے ان کو قتل کیا -
(۱۷) عبداللہ بن مسعود کا قول (جن کے بارے میں بروایت اہل سنت رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ قرآن ابن مسعود سے سیکھو پڑھو) -
صحیح بخاری جلد اول ص۱۲۷ میں ہے - حدثنا ابراہیم قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یقول صلی بنا عثمان بن عفان بمنیٰ اربع رکعات
فقیل ذالک لعبداللہ بن مسعود فاسترجع ثم قال صلیت مع رسول اللہ بمنیٰ رکعتین وصلیت مع ابی بکر بمنیٰ رکعتین وصلیت مع عمر بن الخطاب
بمنیٰ رکعتین فلیت حظی من اربع رکعات رکعتان متقبلتان - ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن یزید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عثمان نے

ہمارے ساتھ منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی (عثمان امام تھے اور لوگ ماموم) - اس کا ذکر عبداللہ بن مسعود سے کیا گیا تو انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا - پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور ابوبکر و عمر کے ساتھ دو ہی رکعت منیٰ میں پڑھی (یہ چار رکعت کیوں پڑھی گئی) کاش مجھے چار رکعت کے پڑھنے کا علم ہوتا بس دو رکعت والی نماز مقبول ہے (چار رکعت والی نہیں) -
فائدہ - ابن مسعود نے سنت رسول کے خلاف منیٰ میں چار رکعت پڑھنے کو اسلام کے لئے ایک مصیبت خیال کر کے انا للہ الخ کہا -
باب ہفتم کی حدیث ۱ و ۲ و ۸ دیکھئے -

(۱۸) سائب بن یزید کا قول - صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ میں ہے - عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعۃ اذا جلس الامام علی المنبر علی عہد النبی وابی بکر و عمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء - سائب کا بیان ہے کہ رسول اللہ اور ابوبکر و عمر کے زمانہ میں جمعہ کے دن اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا جب عثمان خلیفہ ہوئے اور لوگوں کا مجمع زیادہ ہوا تو عثمان تیسری اذان زوراء پر (جو بازار مدینہ کے پاس ایک مشہور جگہہ ہے) زیادہ کی (یعنی تیسری اذان کا اضافہ ہوا اور وہ زوراء پر دی گئی) - فائدہ: اذان ثالث سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے آنے سے پہلے دی جاتی ہے - اسی جدید اذان کو باعتبار حدوث کے ثالث اور کسی روایت میں ثانی کہا ہے اگرچہ باعتبار فعل کے اول ہے - ثانی ہونا تو ظاہر ہے کہ اذان اول وہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دی جاتی ہے اور ثالث ہونا اس اعتبار سے ہے کہ اقامت کو اذان سے موسوم کیا ہے -
خلاصہ ترجمہ شرح مشکوٰۃ از عبدالحق دہلوی - باب ہفتم کی حدیث ۱ و ۲ و ۸ دیکھئے -

(۱۹) ابوسفیان (پدر معاویہ) کا قول - شرح نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۲ میں ہے - روی الزبیر بن بکار فی الموفقیات قال لما بایع بشیر بن سعد ابابکر وازدحم الناس علی ابی بکر فبایعوہ مر ابوسفیان بن حرب بالبیت الذی فیہ علی بن ابی طالب علیہ السلام فوقف وانشد - بنی ہاشم لا تطمعوا الناس فیکم - ولا سیما تیم بن مرۃ او عدی ؛ فما الامر الا فیکم والیکم ولیس لہا الا ابوحسن علی ؛ اباحسن فاشدد بہا کف حازم - فانک بالامر الذی یرتجی ملی ؛ الخ زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ جب بشیر بن سعد نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور لوگوں نے ابوبکر پر ہجوم کیا اور ان کی بیعت کی تو ابوسفیان اس گھر کے پاس سے گزرا جس میں حضرت علی تھے - وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے

یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) اے بنی ہاشم اپنے حق میں لوگوں کو لالچ نہ دلاؤ خصوصاً تیم بن مرّہ (ابوبکر) اور عدی (عمر) کو - حکومت کر (ہمیشہ) صرف تم میں رہی اور تمھارے اختیار میں رہی اور (اس وقت) اس (خلافت) کے لئے اگر کوئی (زیبا) ہے تو وہ صرف ابوالحسن علی ہیں - اے ابوالحسن اس (خلافت) کو عقلمند کی طرح مٹھی میں مضبوطی سے لے لو کیونکہ تم اس چیز کے جس کی امید کی جاتی ہے اہل ہو اور قابل اعتماد ہو -

(۲۰) امیر معاویہ کا قول - (الف) کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ ۱ صفحہ ۱۲۷ میں ہے - مدینہ میں عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر کے سامنے یزید کی بیعت کا ذکر کرتے کرتے وقت - وانما کان ہذا الامر لبنی عبد مناف لانہم اہل رسول اللہ فلما مضی رسول اللہ ولی الناس ابابکر و عمر من غیر معدن الملک ولا الخلافۃ - یہ امر خلافت صرف اولاد عبد مناف کے لئے تھا اس لئے کہ وہ رسول اللہ کے اہل تھے - جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ابوبکر و عمر کو جو سلطنت و خلافت کی معدن کان سے نہ تھے (یعنی خلافت و سلطنت کے اہل نہ تھے) خلیفہ بنا دیا - فائدہ ۱: امیر معاویہ کے نزدیک الائمۃ من قریش (ائمہ یعنی خلفا قریش میں سے ہونگے) رسول اللہ نے نہیں فرمایا بلکہ یہ حدیث موضوع اور مصنوعی ہے کیونکہ تیم و عدی بھی تو قریش میں داخل ہیں - ۲: خلافت و امارت کے لئے اس شخص کے انتخاب کی ضرورت ہے جو معدن امارت و خلافت کا جوہر ہو اور ابوبکر و عمر اس معدن کے جوہر نہ تھے - ۳: جب معدن ملک و خلافت میں بہت سے جواہر ہوں تو عقل یہ کہتی ہے کہ جوہر فرد (جو تمام جواہر میں اعلیٰ ہو) منتخب کیا جائے - ۴: بنی ہاشم کا معدن امارت ہونا مسلم ہے کسی کو اختلاف نہیں - ان کا معدن خلافت ہونا بھی اسی طرح ہے کہ رسالت کے لئے جو خلافت کی اصل ہے خدا نے بنی ہاشم ہی کو منتخب کیا - جب وہ معدن رسالت ہوئے تو معدن خلافت بطریق اولیٰ ہوئے - انتخاب کے قول کی بنا پر دیکھا جائے تو بنی ہاشم میں بہت سے جوہر موجود تھے جو بطریق انتخاب خلافت کے اہل تھے اور قائلین انتخاب کے نزدیک بھی حضرت امیرالمومنین ان جواہر میں جوہر فرد تھے - پس وفات رسول کے بعد اگر انتخاب نیک نیتی سے اور خالصاً لوجہ اللہ کیا جاتا تب بھی حضرت علی ہی منتخب ہوتے - (ب) شرح نہج البلاغۃ جلد ۱ صفحہ ۲۸۴ میں ہے - امیر معاویہ نے محمد بن ابی بکر کو خط کے جواب میں لکھتے ہیں وقد کنا وابوک معنا فی حیوۃ نبینا نری حق علی بن ابی طالب لازماً لنا وفضلہ مبرزاً علینا فی حیوۃ اور

نبینا فلما اختار اللّٰہ لنبیہ ما عندہ و اتم لہ ما وعدہ و اظہر دعوتہ و افلج حجتہ قبضہ الیہ فکان ابوک و فاروقہ اول من ابتزاہ و
خالفاہ علی ذالک اتفقا و اتسقا ثم دعواہ الی نفسہما فابطأ عنہما و تلکأ علیہما فہما بہ الہموم و ارادا بہ العظیم فبایعہما و سلم لہما لا یشرکانہ
فی امرہما ولا یطلعانہ علی سرہما حتی قبضا و انقضی امرہما ثم اقاما بعدہما ثالثہما عثمان بن عفان یہتدی بہدیہما و یسیر بسیرتہما
فعبتہ انت و صاحبک حتی طمع فیہ الاقاصی من اہل المعاصی و بطنتما لہ و ظہرتما و کشفتما لہ عداوتکما و غلکما بلغتما منہ مناکما فخذ حذرک
یا بن ابی بکر الخ اور ہم لوگ اور ہمارے ساتھ ابوبکر بھی نبی کی زندگی میں علی کا حق اپنے اوپر لازم جانتے تھے اور ان کی فضیلت ہم سب پر
روشن تھی نبی کی زندگی میں تو جب اللّٰہ نے نبی کے لئے پسند کیا جو اس کے پاس ہے اور اپنا وعدہ نبی سے پورا کر دیا اور نبی کی دعوت
اور حجت غالب ہو گئی تو خدا نے ان کی روح قبض کر کے اپنے پاس بلا لیا تو تمہارے باپ اور ان کے فاروق دونوں پہلے شخص تھے
کہ ان دونوں نے ان (علی) کا حق ان سے چھین لیا۔ اور دونوں نے ان کی اس امر میں مخالفت کی۔ دونوں یکرائے اور متحد ہو گئے پھر
دونوں نے ان (علی) کو اپنی (اطاعت کی) طرف بلایا تو حضرت نے تاخیر کی۔ دونوں نے ان کو رنج پہنچانے کا قصد کیا اور دونوں نے ان کے
ساتھ امر عظیم کا ارادہ کیا۔ تب آپ نے دونوں کی بیعت کر لی اور دونوں کی خلافت کو مان لیا۔ وہ دونوں علی کو اپنے کام میں شریک نہ کرتے
تھے نہ اپنے راز سے مطلع کرتے تھے یہاں تک کہ دونوں کا انتقال ہو گیا اور دونوں اپنے بعد عثمان کو خلیفہ بنا گئے۔ وہ ان دونوں کی
ہدایت و سیرت پر چلتے رہے۔ پھر تم نے اور تمہارے صاحب (علی) نے عثمان پر عیب لگایا یہاں تک کہ دور کے رہنے والے گنہگاروں
نے (امر کے) بارے میں طمع کی اور تم (اپنی طمع) چھپاتے رہے اور (اب) تم نے اپنی عداوت عثمان سے ظاہر کر دی اور تم عثمان کے
متعلق اپنی تمناؤں کو پہنچ گئے۔ پس اے ابوبکر کے بیٹے اپنے لئے حفاظت اور بچاؤ کی جگہ تلاش کر لو۔

(۲۱) عمرو بن العاص کا قول۔ شرح نہج جلد ۱ صـ۱۶۳ میں ہے۔ ولقد خطب عثمان یوما فی اواخر خلافتہ فصاح بہ عمرو بن العاص اتق اللّٰہ
یا عثمان فانک قد رکبت امورا و رکبنا ہا معک فتب الی اللّٰہ نتب۔ اپنے آخر زمانے میں ایک دن حضرت عثمان نے خطبہ پڑھا تو عمرو عاص نے
چلا کر کہا اے عثمان اللّٰہ سے ڈرو تم نے بہت سی باتیں کیں اور ہم کو بھی کرنا پڑا پس تم اللّٰہ سے توبہ کرو تو ہم بھی توبہ کریں۔

(۲۲) عروۃ کا قول۔ کنز العمال جلد ۳ صـ۱۳۱ میں ہے۔ عن عروۃ ان ابابکر و عمر لم یشہدا دفن النبی و کان فی الانصار فدفن قبل ان یرجعا

عروہ سے روایت ہے کہ ابوبکر و عمر آنحضرت کے دفن میں موجود نہ تھے۔ وہ دونوں انصار (کے سقیفہ بنی ساعدہ) میں تھے پس نبی کر
دفن ہو گئے قبل اس کے کہ دونوں (سقیفہ سے) واپس ہوں۔

(۲۳) عموم صحابہ کے اقوال بلا تصریح نام۔ احیاء العلوم غزالی جلد ۲ صـ۲۶۲ میں ہے۔ ولما ثقل ابوبکر و اراد الناس ان یستخلف فاستخلف
عمر فقال الناس لہ استخلفت علینا فظا غلیظا ما ذا تقول لربک۔ جب ابوبکر پر بیماری کی شدت ہوئی اور لوگوں (صحابہ) نے چاہا
کہ خلیفہ مقرر کر دیں تو ابوبکر نے عمر کو خلیفہ مقرر کر دیا (مگر رسول اللّٰہ سے کسی نے خواہش نہ کی کہ آپ اپنا خلیفہ مقرر کرتے جائیے
ہم اطاعت کریں گے)۔ لوگوں نے کہا آپ نے فظ (بدخو، سنگدل۔ درشت خو آدمی۔ قاموس) غلیظ (سخت مزاج) کو ہم پر خلیفہ مقرر
کر دیا۔ خدا کو کیا جواب دیجئے گا۔ یہ لوگ صحابہ ہی تھے چنانچہ صواعق صـ۵۵ اور تاریخ الخلفاء صـ۲۶ میں ہے۔ و دخل علیہ بعض الصحابۃ
فقال لہ قائل منہم ما انت قائل لربک اذا سئلک عن استخلافک عمر علینا و قد تری غلظتہ۔ بعض صحابہ ابوبکر کے پاس گئے ان میں سے ایک
کہنے والے نے کہا تم اپنے رب کو کیا جواب دو گے جب وہ تم سے عمر کو ہم پر حاکم بنانے کی بابت پوچھے گا حالانکہ تم ان کی سخت مزاجی کو
دیکھتے ہو۔ (ب) تاریخ کامل جلد ۳ صـ۷۰ و قیل کتب جمع من اہل المدینۃ من الصحابۃ و غیرہم الی من بالآفاق منہم ان اردتم الجہاد فہلموا
الینا فان دین محمد قد افسدہ خلیفتکم فاقیموہ۔ صـ۶۲ و فی ہذہ السنۃ تکاتب نفر من اصحاب رسول اللّٰہ بعضہم الی بعض ان اقدموا فان
الجہاد عندنا و عظم الناس علی عثمان و نالوا منہ و لیس احد من الصحابۃ ینہی ولا یذب الا نفر منہم زید بن ثابت و ابو اسید الساعدی و
کعب بن مالک و حسان بن ثابت۔ صـ۷۰ اور کہا گیا ہے کہ مدینہ کے صحابہ وغیرہم کی ایک جماعت نے تمام اطراف میں جہاں جہاں ان میں کا کوئی
بھی تھا ان سب کو لکھ بھیجا کہ اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو اس کی طرف دوڑو (اور مدینہ جلد آؤ) کیونکہ تمہارے (بنائے ہوئے) خلیفہ نے دین محمد
کو برباد کر دیا ہے پس آ کر اس (دین) کو قائم کرو۔ صـ۶۲ اسی سن میں کچھ اصحاب نے باہم ایک دوسرے کو لکھا کہ آؤ کہ جہاد ہمارے پاس
ہے اور لوگ عثمان پر دلیر ہو گئے اور ان کی شان میں گستاخی کی۔ صحابہ میں کوئی بھی ان کو اس سے نہ روکتا اور نہ عثمان کی حمایت کرتا بجز
چند نفر زید و ابو اسید و کعب و حسان کے۔ (فائدہ) آدمیوں کا بنایا ہوا خلیفہ دین محمد کا مفسد (بگاڑنے والا) ہو سکتا ہے۔

باب دہم۔ مناقب حضرات خلفائے ثلثہ بزبان اہل بیت بروایت اہل سنت

(١) حضرت علیؑ کا ارشاد۔ (الف) مدارج النبوۃ جلد٢ صفحہ ١٢١ جنگ احد کے حال میں ہے۔ منقول است کہ چوں مسلماناں روئے بہزیمت آوردند وحضرت رسول خدا را تنہا گزاشتند حضرت در غضب آمد وعرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت ومثل مروارید دوید درآنحال نظر کرد علی بن ابی طالب را کہ بہ پہلوئے مبارکش ایستادہ است فرمود چون است کہ تو ببرادران خود ملحق نہ گشتی علی گفت اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ آیا کافر شوم بعد از ایمان مرا بتو اقتدا است یعنی مرا بتو کار است با یاران وبرادران کہ در پے غنیمت رفتند وہزیمت نمودند چہ کار دارم۔ منقول ہے کہ جب تمام مسلمان بھاگ گئے اور حضرت رسول کو تنہا چھوڑ گئے حضرت غضبناک ہوئے اور پیشانی مبارک سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکنے لگا۔ اسی حالت میں علی کو دیکھا کہ حضرت کے پہلو میں کھڑے ہیں فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم اپنے بھائیوں سے نہ جا ملے (تم کیوں نہ بھاگے)۔ حضرت علی نے کہا کیا میں ایمان کے بعد کافر ہو جاؤں میں تو آپ کا پیرو ہوں یعنی مجھے تو آپ سے غرض ومطلب ہے۔ ان بھائیوں اور دوستوں سے مجھے کیا کام جو مال لوٹنے کو دوڑ گئے (کفار کے دستہ کوہ سے آکر پیچھے سے حملہ کر دینے پر بنی بنائی لڑائی بگاڑ کر) بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب بھاگنے والوں کے نام کی تصریح سنئے۔ تاریخ خمیس جلد اصفحہ ٤٣١ میں ہے۔ قال ابوبکر لما صرف الناس یوم احد عن رسول اللہ کنت اول من جاء النبی۔ تاریخ الخلفا صفحہ ٢٥ میں ہے۔ عن ابی بکر قال لما انصرف الناس کلہم عن رسول اللہ فکنت اول من فاء۔ دونوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے کہا کہ جب سب لوگ جنگ احد میں رسول اللہ کو چھوڑ کر چلے گئے تو سب سے پہلے رسول اللہ کے پاس میں واپس آیا تھا۔ تفسیر در منثور سیوطی جلد٢ صفحہ ٣٨٨ وکنز العمال جلد١ صفحہ ٢٣٨ میں ہے۔ حضرت عمر اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں لما کان یوم احد ہزمنا ففررت حتی صعدت الجبل فلقد رایتنی انزو کانی اروی۔ جب احد کا دن تھا ہم سب بھاگے پس میں (بھی) بھاگا یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ گیا پس میں نے اپنے کو اچھلتا ہوا دیکھا جیسے پہاڑی بکری اچھلتی ہے۔ تفسیر کبیر جلد٣ صفحہ ١٠٨ میں قفال کے قول میں ہے ومن المنہزمین عمر الا انہ لم یکن فی اوائل المنہزمین ولم یبعد بل ثبت علی الجبل الی ان صعد النبی ومنہم ایضا عثمان انہزم مع رجلین من الانصار یقال لہما سعد وعقبہ انہزموا حتی بلغوا موضعا بعیدا ثم رجعوا بعد ثلثۃ ایام فقال لہم النبی لقد ذہبتم فیہا عریضۃ۔ اور بھاگنے والوں میں حضرت عمر بھی تھے مگر پہلے بھاگنے والوں میں نہ تھے اور وہ بھاگ کر دور بھی نہیں گئے بلکہ (قریب کی) پہاڑی پر جمے رہے یہاں تک

کہ نبی پہاڑی پر پہنچے اور ان بھاگنے والوں میں حضرت عثمان بھی تھے وہ دو انصاری سعد وعقبہ کے ساتھ بھاگے۔ یہ تینوں بھاگ کر بہت دور نکل گئے۔ پھر تین دن کے بعد پلٹے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ بہت لمبی بھاگ بھاگے۔ (ب) صحیح مسلم جلد٢ صفحہ ٩١ میں ایک طولانی روایت میں حضرت علی وعباس سے حضرت عمر کی گفتگو درج ہے۔ فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ہذا میراث امراتہ من ابیہا فقال ابوبکر قال رسول اللہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فرایتماہ کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابی بکر فرایتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق (لقدر حاجت)۔ تم دونوں (ابوبکر کے پاس) آئے۔ تم (اے عباس) اپنے بھتیجے کی میراث (جو تم [illegible] پہنچتی) (ابوبکر سے) مانگتے تھے اور یہ (علی) اپنی زوجہ کی طرف سے ان کے باپ کی میراث (جو ان کو پہنچتی) مانگتے تھے۔ ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ نے کہا ہے ہم وارث نہیں کرتے جو ہم چھوڑتے ہیں صدقہ ہے تو تم دونوں نے ابوبکر کو جھوٹا گناہگار بیوفا اور خیانت کرنے والا سمجھا اور اللہ جانتا ہے کہ وہ سچا نیکوکار راہ راست پر چلنے والا حق کا پیرو تھا۔ پھر جب ابوبکر کا انتقال ہوا اور میں خلیفہ رسول وخلیفہ ابوبکر ہوا تو تم نے مجھ (بھی) کاذب آثم غادر خائن سمجھا اور خدا جانتا ہے کہ میں (بھی) سچا نیکوکار راہ راست پر چلنے والا حق کا پیرو ہوں (خلاصہ)۔ یہ حضرت عمر نے اپنے اور حضرت ابوبکر کے متعلق جو کچھ حضرت علی اور حضرت عباس کا خیال ظاہر کیا دونوں بزرگوں نے سنا اور یہ نہ کہا کہ ہم دونوں حضرت ابوبکر کو ایسا خیال نہ کرتے تھے اور نہ آپ کو ایسا خیال کرتے ہیں اور نہ یہ کہا کہ اگر ہم نے ایسا خیال کیا تو ہم سے غلطی ہو گئی معاف فرمائیے۔ پوری حدیث دیکھ جائیے اس خیال کی نہ تردید ہے نہ معذرت۔ چنانچہ شارح نہج البلاغۃ اپنی شرح جلد٤ صفحہ ١٥٧ میں لکھتے ہیں ولم نر ایضا علیا والعباس اعتذرا ولا تنصلا ولا نقل احد من اصحاب الحدیث ذالک ولا رأینا اصحاب رسول اللہ انکروا علیہما ما حکاہ عمر عنہما ونسبہ الیہما۔ ہم نے نہیں دیکھا کہ علی وعباس نے عمر کے اس کلام سے انکار کیا ہو یا کوئی عذر بیان کیا ہو اور اصحاب حدیث میں سے بھی کسی نے ان کے انکار یا اعتذار کی روایت نقل نہیں کی۔ نہ عمر کے اس قول کی وجہ سے علی وعباس کے اوپر اصحاب رسول کے اعتراض وانکار کی کوئی روایت ہم نے دیکھی (ختم ہوا کلام شارح)۔ پس دونوں بزرگوں کا اپنے متعلق یہ سن کر سکوت کرنا اس کی دلیل ہے کہ حضرت علی وعباس کو اقرار ہے کہ ہم ابوبکر کو اور تم کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ تم نے بیان کیا اور چونکہ حدیث نبوی (باب دوم ٢٩)

وباب چہارم ۲۴) میں ہے کہ علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ساتھ پھرتا ہے جدھر علی پھریں تو ثابت ہوا کہ علی کا خیال حق ہے اور صحیح ہے۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت علی ان کو ایسا ایسا نہ سمجھتے تھے تو اور بھی خرابی پیدا ہوتی ہے کہ حضرت عمر جھوٹ بولے اور کاذب و آثم ہو گئے اور علی پر تہمت لگائی تو خائن بھی ہو گئے جیسا کہ مواقع میں ملا نصر اللہ کابلی لکھتے ہیں لقولوں ای اہل السنۃ من ترک المودۃ فی اہل بیت رسول اللہ فقد خانہ۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ جس نے اہل بیت رسول کی مودت ترک کی اس نے رسول کی خیانت کی اور غادر (بیوفا) بھی ہو گئے کہ ولایت علی و مودت و محبت اہل بیت کا جو عہد لیا تھا (رسول اللہ نے ان سے اور تمام امت سے) تہمت لگا کر اس کو توڑ ڈالا۔ پھر لیفہ حضرت عمر میں تو ان چار صفتوں کا پایا جانا تو اس صورت میں بھی متحقق ہو گیا (وثابت)۔ رہ گئے حضرت ابو بکر تو وہ بھی ان صفات سے متصف ہوں گے اس لئے کہ اہل تشیع کا اجماع اس پر ہے دونوں ان صفات سے متصف تھے اور اہل سنت کا اجماع اس پر ہے کہ دونوں ان صفات سے بری تھے۔ اور ایک کو ان صفات مذکورہ سے متصف ماننا اور دوسرے کو متصف نہ ماننا خرق اجماع مرکب ہے جو باطل ہے۔

۲ صحیح مسلم جلد ا ص۵۶ عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ قال علامۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعد خلف و اذا ائتمن خان۔ بخاری جلد ا ص۱۰ عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ قال آیۃ المنافق ثلاث الخ ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ منافق کی تین شناخت اور پہچان ہے وہ یہ کہ جب بولے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (ج) کتاب الامامۃ و السیاسۃ جلد ا ص۱۱ فقال ابو بکر لقنفذ و ہو مولی لہ اذہب فادع لی علیاً قال فذہب الی علی فقال علی ما حاجتک فقال یدعوک خلیفۃ رسول اللہ قال علی لسریع ما کذبتم علی رسول اللہ فرجع و ابلغ الرسالۃ فبکی ابو بکر طویلا فقال عمر الثانیۃ ان لا تمہل ہذا المتخلف عنک بالبیعۃ فقال ابو بکر لقنفذ عد الیہ فقل لہ ان امیر المومنین یدعوک لتبایع فجاءہ قنفذ و ادی ما امر بہ فرفع علی صوتہ فقال سبحان اللہ لقد ادعی ما لیس لہ۔ حضرت ابو بکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا کہ علی کو میرے پاس بلا لاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ وہ علی کے پاس گیا۔ علی نے فرمایا تو کیوں آیا ہے۔ اس نے کہا آپ کو خلیفہ رسول بلاتے ہیں۔ علی نے کہا بہت جلد تم لوگوں نے رسول اللہ پر جھوٹ باندھا۔ قنفذ نے لوٹ کر یہ پیغام پہنچا دیا تو ابو بکر دیر تک روئے۔ پھر حضرت عمر نے دوبارہ کہا کہ اس بیعت نہ کرنے والے کو مہلت نہ دو۔ حضرت ابو بکر نے قنفذ سے کہا کہ پھر جا کر کہہ کہ آپ کو امیر المومنین بلاتے ہیں کہ آکر بیعت کیجئے۔ قنفذ نے جا کر یہ پیغام بھی پہنچایا۔ حضرت علی نے بآواز بلند کہا سبحان اللہ اس نے اس امر کا

دعوی کر دیا جو اسے حاصل نہیں ہے (فائدہ) ب میں صحیح مسلم سے جو بیان کیا گیا ہے اس کے ایک حصہ کی تصدیق حضرت علی کے اس خط کشیدہ قول سے بھی ہوتی ہے۔ (د) کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ا ص۱۰۹ میں دربار خلافت میں حضرت علی کا آنا اور ایک طویل مکالمہ مذکور ہے بقدر ضرورت لکھا جاتا ہے۔ فقال لہ علی احلب حلبا لک شطرہ و شدہ لہ الیوم یردوہ علیک غدا ثم قال واللہ یا عمر لا اقبل قولک ولا ابایعہ فقال لہ ابو بکر فان لم تبایعنی فلا اکرہک (حضرت علی سے کہا گیا کہ ابو بکر کی بیعت کرو۔ حضرت علی نے کہا میں اس امر خلافت کا تم سے زیادہ مستحق ہوں میں تمہاری بیعت نہ کروں گا۔ تم اس کے زیادہ سزاوار ہو کہ میری بیعت کرو پس ان سے حضرت عمر نے کہا کہ تم چھوڑے نہ جاؤ گے جب تک بیعت نہ کرو گے)۔ علی نے عمر سے کہا اچھی طرح دودھ دوہو اس کا نصف حصہ تم کو بھی ملے گا۔ آج امر خلافت اس کے لئے مضبوط کرو کل وہ اس کو تمھیں لوٹا دے گا (تم کو خلیفہ بنا دے گا) پھر کہا اے عمر خدا کی قسم میں تمہاری بات نہ مانوں گا اور اس کی بیعت نہ کروں گا۔ ابو بکر نے کہا اگر تم میری بیعت نہیں کرتے تو میں تم کو مجبور نہیں کرتا (فائدہ) ۱ حضرت علی نے بقسم فرمایا کہ میں تمہاری بیعت نہ کروں گا۔ اسی لئے شیعوں کی احادیث میں ائمہ سے مروی ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابو بکر کی بیعت کبھی نہیں کی نہ رات میں نہ دن میں یعنی نہ مخفی طور پر نہ علانیہ۔ ۲ حضرت علی اپنی قسم پوری نہ کریں اور بیعت کر لیں یہ ناممکن ہے جبکہ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کرنے کی قسم کھائی اور مر گئے مگر بیعت نہ کی (دیکھئے باب نہم ص۱)۔ ۳ حضرت علی کے قول کے مطابق حضرت ابو بکر و عمر کے درمیان خلافت کے متعلق عہد و پیمان تھا کہ آج میں تمہارے لئے کوشش کرتا ہوں اور تم کو خلیفہ بنائے دیتا ہوں کل تم مجھ کو خلیفہ بنانا چنانچہ باب ہشتم ۱۲ اسی کا موید ہے۔ حضرت علی اس خیال میں متفرد نہ تھے۔ بلکہ عموماً اصحاب نبی کا بھی یہی خیال تھا چنانچہ روم پر لشکر کشی کے وقت جب حضرت ابو بکر نے ابو عبیدہ کی سرداری میں عمرو عاص کو متعین کیا اس وقت عمرو عاص نے اپنے امیر لشکر مقرر کئے جانے کے لئے حضرت عمر سے تقریر کی ہے اور حضرت عمر نے جو جواب دیا فتوح الشام واقدی ص۱۱ میں اس طرح مذکور ہے ما کنت بالذی اکذبک ولا اکلمہ فی ذالک و ما یسرنی ان تکون امیرا علی ابی عبیدہ و ابو عبیدہ عندنا افضل منزلۃ منک و اقدم سابقۃ و النبی قال فیہ ابو عبیدۃ امین ہذہ الامۃ فقال عمرو و ما ینقص من قدر ابی عبیدۃ اذ کنت والیا علیہ۔ حضرت عمر نے کہا میں وہ شخص نہیں جس نے تم سے جھوٹ کہا اور میں ان (ابو بکر) سے اس کے متعلق کچھ نہ کہوں گا اور مجھ کو یہ بات خوش بھی نہ کرے گی کہ تم ابو عبیدہ پر امیر ہو جاؤ

حالانکہ ہمارے نزدیک ابو عبیدہ مرتبہ میں تم سے افضل ہے اور تم سے اس کا اسلام سابق ہے اور نبی نے ان کے حق میں کہا ہے کہ ابو عبیدہ اس امت کا امین ہے تو عمرو عاص نے جواب دیا کہ ابو عبیدہ کی عزت اس وقت بھی کچھ نہ گھٹے گی جب تم اس پر والی (خلیفہ) ہو جاؤ گے۔ خود حضرت عمر نے اس (باہمی معاہدہ) کو ان الفاظ میں ظاہر کر دیا ہے جب مالک بن نویرہ کی زوجہ کے ساتھ خالد کی زنا کا معاملہ دربار خلافت حضرت ابو بکر میں پیش ہوا اور خالد کو سنگسار کرنے کے لئے حضرت عمر کے کہنے کے باوجود حضرت ابو بکر نے خالد کو معاف چھوڑ دیا چنانچہ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ میں ہے وقال عمر لخالد لئن ولیتُ الامر لاقیدنک بہ۔ اے خالد اگر میں خلیفہ ہوا تو اس کے بدلے میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا۔ (ہ) کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۹ میں ہے۔ ان علیا کرم اللہ وجہہ اتی بہ الی ابی بکر وہو یقول انا عبد اللہ واخو رسول اللہ فقیل لہ بایع ابا بکر فقال انا احق بہذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولی بالبیعۃ لی اخذتم ہذا الامر من الانصار واحتججتم علیہم بالقرابۃ من النبی وتاخذوہ منا اہل البیت غصباً الستم زعمتم للانصار انکم اولی بہذا الامر منہم لما کان منکم محمد فاعطوکم المقادۃ وسلموا الیکم الامارۃ فاذاً احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار نحن اولی برسول اللہ حیاً ومیتاً فانصفونا ان کنتم تومنون والا فبوؤا بالظلم وانتم تعلمون۔ حضرت علی حضرت ابو بکر کے پاس (پکڑ کر) لائے گئے درحالیکہ وہ یہ کہتے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں۔ حضرت علی سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکر کی بیعت کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافت کا تم لوگوں سے زیادہ مستحق ہوں میں تمہاری بیعت نہ کروں گا تمہارے لئے مناسب ہے کہ میری بیعت کرو۔ تم نے نبی کی قرابت سے استدلال کرکے انصار کو خلیفہ بننے سے روکا (اور خود خلیفہ بنے) اور ہم اہل بیت سے خلافت کو غصب کرتے ہو۔ کیا تم نے انصار سے نہیں کہا تھا کہ تم ان سے زیادہ مستحق خلافت ہو اس لئے کہ محمدؐ تم میں سے تھے تو انصار تمہارے مطیع ہو گئے اور خلافت تم کو سپرد کر دی اب وہی استدلال میں تم پر قائم کرتا ہوں جو تم نے انصار پر قائم کیا تھا۔ ہم رسول اللہ کی خلافت کے تم سے زیادہ مستحق ہیں حیات و موت رسول اللہ دونوں حالت میں پس تم ہمارے ساتھ انصاف کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو اور اگر انصاف نہیں کرتے تو جان بوجھ کر ظلم کے ساتھ اپنا ٹھکانا بنا لو۔

(د) تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۸۶ میں ہے وروی محمد بن جریر الطبری فی تفسیرہ عن علی بن ابی طالب انہ قال لولا ان عمر نہی الناس عن المتعۃ ما زنی الا شقی۔ محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر عمر نے متعہ سے لوگوں کو نہ روکا ہوتا

تو شقی آدمی کے سوا کوئی زنا نہ کرتا۔ (ز) شرح نہج جلد ۱ صفحہ ۳۲۵ میں ہے۔ فقال لہ (لعلی) شرحبیل ومعن بن یزید اتشہد ان عثمان قتل مظلوما فقال لہما انی لا اقول ذالک۔ شرحبیل ومعن نے حضرت علی سے پوچھا کیا آپ شہادت دیتے ہیں کہ عثمان مظلوم قتل کئے گئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا۔ (ح) صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ میں ہے۔ عن سعید بن المسیب قال اختلف علی وعثمان وہما بعسفان فی المتعۃ فقال علی ما ترید الی ان تنہی عن امر فعلہ النبی فلما رای ذالک علی اہل بہما جمیعا۔ سعید بن مسیب کہتا ہے کہ مقام عسفان میں علی وعثمان میں متعہ (یعنی حج تمتع کی حلت وحرمت) میں اختلاف ہوا تو علی نے کہا کیا تمہارا ارادہ ہے کہ اس کام سے روکو جو رسول اللہ نے کیا ہے۔ جب علی نے یہ دیکھا (کہ عثمان ممانعت کرنے سے باز نہیں آتے) تو علی حج و عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہی۔ مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔ عن مروان بن الحکم قال کنا نسیر مع عثمان فاذا رجل یلبی بہما جمیعا فقال عثمان من ہذا فقالوا علی فقال الم تعلم انی قد نہیت عن ہذا قال بلی ولکن لم اکن لادع قول رسول اللہ لقولک اور صفحہ ۱۹۱ لم اکن ادع سنۃ رسول اللہ لقول احد من الناس۔ مروان کا بیان ہے ہم عثمان کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک شخص نے حج و عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہی۔ عثمان نے کہا یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا علی ہیں۔ عثمان نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے اس کی ممانعت کی ہے۔ حضرت نے کہا میں رسول کے قول اور طریقہ کو تمہارے یا کسی کے کہنے سے ترک نہیں کر سکتا۔ (ط) روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۶۵۵ میں حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد یہ لکھا ہے پس امیر المومنین علی روز جمعہ بر سر منبر رسول اللہ بر آمد وخطبہ در غایت بلاغت و فصاحت انشا فرمود وگویند اول خطبہ این بود الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ۔ پس امیر المومنین علی بروز جمعہ منبر رسول پر گئے اور بہت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ اس طرح شروع ہوا تھا۔ تمام حمد خدا کے لئے اس کے احسان پر بے شک حق (خلافت) اپنی جگہ پر لوٹ آیا (فائدہ) باب متعہ کی حدیث کہ میں تفسیر مدارک ~~[illegible]~~ جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ [illegible] اس کو بھی پڑھ لیجئے۔ (ی) استیعاب جلد ۱ صفحہ [illegible] میں ہے عن الشعبی قال لما خرج طلحۃ والزبیر کتب ام الفضل بنت الحارث الی علی بخروجہم فقال علی العجب لطلحۃ والزبیر ان اللہ عز وجل لما قبض رسولہ قلنا نحن اہلہ واولیاؤہ لا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبوء الدین لغیرنا فصبرنا علی مضض الالم (لتجدد حاجت)۔ جب طلحہ زبیر نے خروج کیا ام الفضل نے حضرت علی کو لکھا جناب امیر نے فرمایا طلحہ و

زبیر سے بڑا تعجب ہے۔ جب رسول اللہ نے انتقال کیا تو ہم نے کہا کہ ہم آنحضرت کے اہل اور ولی ہیں کوئی حضرت کی سلطنت کے بارے میں ہم سے نزاع نہ کرے گا مگر قوم نے اس سے انکار کیا اور ہمارے غیر کو خلیفہ بنا دیا۔ قسم خدا کی اگر افتراق امت کا خوف نہ ہوتا اور یہ خوف نہ ہوتا کہ کفر پلٹ آئے گا اور دین خدا مٹ جائے گا تو ہم ضرور (اس خلافت کو) الٹ دیتے لہذا ہم نے اس سختی پر صبر کیا (یا) کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔ جاء علی بن ابی طالب یوما متقنعا متحازنا فقال له ابوبکر اراک متحازنا فقال له انہ عنانی مالم یعنک قال ابوبکر اسمعوا مالیقول انشدکم اللہ اترون احدا کان احزن علی رسول اللہ منی۔ حضرت علی ایک دن سر لپیٹے محزون و مغموم آئے حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ میں آپ کو محزون دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس (وفات رسول) نے محزون کیا ہے جس نے تم کو رنجیدہ نہیں کیا (بلکہ تم اس سے خوش ہوئے)۔ حضرت ابوبکر نے کہا لوگو سنو جو یہ کہتے ہیں۔ تم کو خدا کی قسم رسول اللہ کی وفات پر تم مجھ سے زیادہ کسی کو محزون پاتے ہو (سبحان اللہ) (فائدہ) نمبر ۱ حضرت علی کے قول کے مطابق ابوبکر وفات رسول سے خوش ہوئے کہ خلیفہ بن گئے۔ نمبر ۲ حضرت ابوبکر بقول خود بنی ہاشم و اہل بیت رسول سے زیادہ وفات رسول سے محزون ہوئے۔ سچ ہے مسر سے زیادہ کون محزون ہو سکتا ہے۔ نمبر ۳ حضرت علی و ابوبکر میں سے کس کا قول صحیح ہے یہ تو ناظرین کے حوالہ ہے کہ فیصلہ کریں مگر حدیث رسول سے حق علی کے ساتھ ہے۔ (بب) شرح نہج جلد ۲ صفحہ ۳۷۵ میں ہے قال (عثمان لعلی) اما بلغک نہیی عن کلام ابی ذر قال (علی) او کلما امرت بامر معصیۃ اطعناک۔ حضرت عثمان نے علی سے کہا کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ میں نے ابوذر سے لوگوں کو بات کرنے کو منع کر دیا ہے۔ حضرت علی نے کہا تو کیا جب تم کسی امر معصیت کے کرنے کا حکم دو ہم تمہاری اطاعت کریں (یہ ہرگز نہیں ہو سکتا)۔

(۲) حضرت فاطمہ زہرا کا ارشاد اور استغاثہ۔ (الف) کتاب الامامۃ والسیاسۃ حصہ اول صفحہ ۱۲ میں جب حضرت عمر پہلی مرتبہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر پر گئے اور گھر جلانے کے لئے لکڑی منگائی اس وقت حضرت فاطمہ کا یہ حال لکھا ہے۔ فوقفت فاطمۃ علی بابہا فقالت لا عہد لی بقوم حضروا اسوء محضر منکم ترکتم رسول اللہ جنازۃ بین ایدینا وقطعتم امرکم بینکم ولم تستامرونا ولم تردوا لنا حقا۔ حضرت فاطمہ دروازہ پر آ کر کھڑی ہوئیں اور کہا کہ میں کسی قوم کو تم سے زیادہ بد معاملہ اور برے مقام و محضر میں

حاضر ہونے والی نہیں جانتی۔ تم رسول اللہ کا جنازہ (یعنی لاش بے غسل و کفن) ہمارے سامنے چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت بازی کے لئے چلے) گئے۔ تم نے آپس میں امر خلافت کی کتر بیونت کر لی اور ہم کو امیر نہ بنایا اور ہمارا حق ہم کو نہ دیا۔ پھر جب منقذ دوسری مرتبہ مع ایک گروہ کے آکر لوٹ گئے تو حضرت عمر دوسری مرتبہ ایک مجمع لے کر دروازہ جناب سیدہ پر آئے اور دق الباب کیا۔ اس کے بعد یہ عبارت ہے ''۔ فلما سمعت اصواتہم نادت باعلی صوتہا یا ابت یا رسول اللہ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن ابی قحافۃ۔ جب حضرت فاطمہ نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں با آواز بلند (رو کر) فریاد کی کہ بابا اے رسول اللہ (بیٹی کی خبر لیجئے دیکھئے) ہم نے آپ کے بعد ابن خطاب (عمر) اور ابن ابو قحافہ (ابوبکر) سے کیا کیا مصائب اٹھائے (فائدہ) باب ہشتم نمبر ۲۹ میں حضرت علی و فاطمہ کا برتاؤ جو حضرت ابوبکر کے ساتھ مذکور ہے اس کی ایک وجہ یہ امر بھی ہے جو یہاں مذکور ہوا۔ (ب) کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۲ میں (جب انصار نے یہ کہا کہ اگر تمہارے شوہر علی ابوبکر سے پہلے ہم سے ملتے تو ہم علی ہی کی بیعت کرتے اور حضرت علی نے کہا کہ کیا میں رسول اللہ کو بے گور و کفن چھوڑ دیتا اور لوگوں سے جھگڑنے کے لئے نکل پڑتا) یہ ہے فقالت فاطمۃ ماصنع ابو الحسن الا ماکان ینبغی لہ ولقد صنعوا ما اللہ حسیبہم وطالبہم۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا ابو الحسن نے تو وہی کیا جو ان کے لئے مناسب تھا (جو ان پر واجب تھا) لیکن ان لوگوں نے جو (نامناسب اور امر) کیا ہے اللہ ان سے پوچھے گا اور مواخذہ کرے گا۔

(۳) حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام کا ارشاد۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۵ میں ہے۔ واخرج الدار قطنی ان الحسن جاء لابی بکر وہو علی منبر رسول اللہ فقال انزل عن مجلس ابی فقال صدقت واللہ انہ لمجلس ابیک فقال علی اما واللہ ماکان عن رائی فقال صدقت واللہ ما اتہمتک ..... وو قع للحسین نحو ذالک مع عمر وہو علی المنبر فقال لہ منبر ابیک واللہ لا منبر ابی فقال علی واللہ ما امرت بذالک فقال عمر واللہ ما اتہمناک۔ دار قطنی کی روایت ہے کہ حضرت امام حسن حضرت ابوبکر کے پاس آئے جب وہ منبر رسول پر تھے اور کہا کہ میرے باپ کے بیٹھنے کی جگہ سے اتر آئیے۔ حضرت ابوبکر نے کہا آپ نے سچ کہا بخدا یہ آپ کے باپ کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ حضرت علی نے کہا بخدا یہ میری رائے سے نہیں کہا۔ حضرت ابوبکر نے کہا بخدا میں نے آپ پر شبہ نہیں کیا۔ اور یہی کلام حضرت امام حسین نے حضرت عمر سے کیا جب وہ منبر پر

تو حضرت عمر نے بھی امام حسین سے کہا کہ بخدا یہ تمہارے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا منبر نہیں ہے۔ حضرت علی نے کہا بخدا میں نے حسین کو اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا بخدا میں نے آپ پر شبہ بھی نہیں کیا۔ حضرت امام حسن کا یہ قول اور حضرت ابوبکر کا جواب تاریخ الخلفاء ص۵۹ اور امام حسین کا قول اور حضرت عمر کا جواب تاریخ الخلفاء ط۱۰۱ میں بھی مذکور ہے۔ اور امام حسین کا یہ قول ینابیع المودۃ ص۱۶۸ میں بھی ہے مگر اس میں حضرت علی کا موجود ہونا اور ان کا قول مذکور نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر امام حسین کو اپنے گھر لے گئے اور پوچھا کہ یہ تم کو کس نے سکھایا تھا۔ امام حسین نے جواب دیا کہ بخدا مجھ کو کسی نے نہیں سکھایا (فائدہ) ۱۔ امام حسن و امام حسین نے جو یہ فرمایا کہ میرے باپ کی جگہ یا میرے باپ کا منبر تو باپ سے مراد رسول اللہ ہیں یا حضرت علی یا دونوں یکے بعد دیگرے اور ہر معنی سے کلام درست ہے۔ ۲۔ منبر سے اتریئے کا مقصود صرف یہ نہیں ہے کہ منبر خالی کر دیجئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس کی وجہ سے منبر پر آئے ہو وہ بھی چھوڑ دو۔ ۳۔ اہل بیت رسول کا بچہ بچہ خوب واقف تھا کہ بعد رسول اللہ حضرت علی ہی خلیفہ و جانشین رسول ہیں اور کوئی نہیں۔

باب یازدہم۔ حضرات خلفائے ثلثہ کے مناقب میں علمائے اہل سنت کے اقوال

(۱) شہاب الدین احمد بن حجر مکی کا قول ان کی کتاب صواعق محرقہ ص۵ میں ہے۔ المقدمۃ الثانیۃ اعلم ان الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعوا علی ان نصب الامام بعد انقراض زمن النبوۃ واجب بل جعلوہ اہم الواجبات حیث اشتغلوا بہ عن دفن رسول اللہ۔ یہ بھی جانو کہ صحابہ نے اس پر اجماع کیا کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد امام کا مقرر کرنا واجب ہے بلکہ اس کو تمام واجبات سے زیادہ ضروری قرار دیا اس طرح کہ دفن رسول اللہ سے کنارہ کش ہوئے (اور سقیفہ میں جا پہنچے) ابن حجر نے عام طور پر صحابہ کی یہ حالت لکھی ہے کہ رسول کے دفن میں شریک نہ ہوئے لیکن کنز العمال جلد۳ ص۱۴۰ میں ہے عن عروۃ ان ابابکر و عمر لم یشہدا دفن النبی وکانا فی الانصار فدفن قبل ان یرجعا۔ عروہ سے روایت ہے کہ ابوبکر و عمر دفن نبی میں شریک نہ ہوئے وہ دونوں انصار (کے سقیفہ والی کمیٹی) میں (خلافت کی فکر میں جا پہنچے) تھے پس آنحضرت دفن کر دیئے (حضرت علی و دیگر بنی ہاشم نے دفن کیا) قبل اس کے کہ دونوں (سقیفہ سے) واپس ہوں (یعنی جب حضرت دفن ہو چکے تب یہ دونوں

سقیفہ سے لوٹے دیکھو باب نہم ص۲۲۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ دوشنبہ کے دن حضرت کا انتقال ہوا اور دو تین دن کے بعد دفن ہوئے جب خلافت کے تمام امور درست ہو گئے یہ سب بالکل غلط ہے محض الزام سے برائت کے لئے وضع کی گئی ہے (فائدہ) ۱۔ امام کے مقرر کرنے کے مقابلے میں صحابہ کا دفن رسول کو کچھ نہ سمجھنا یہ فعل صحابہ کے نزدیک کیسا ہی مستحسن اور بہتر رہا ہو مگر اہل بیت رسول و بنی ہاشم کے نزدیک صحابہ کا یہ فعل بہت مذموم و قبیح تھا جیسا کہ باب دہم ص۱۰۲ میں حضرت فاطمہ کا قول ذکر کیا گیا۔ ۲۔ عبارت صواعق سے تمام صحابہ کی غیر حاضری دفن رسول میں اور کنز العمال کی عبارت سے حضرت ابوبکر و عمر کی غیر حاضری خاص طور پر معلوم ہوئی۔ ۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ختم زمانہ نبوت کے بعد امام کا مقرر کرنا تمام واجبات سے اہم تھا۔ ۴۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا اور رسول نے اس اہم کام کو نہیں کیا۔ ۵۔ جب خدا اور رسول نے نہیں کیا تو پھر وہ کام تمام واجبات سے اہم کیونکر ہو گیا کیا کسی صحابی کو اختیار ہے کہ وہ کسی چیز کو واجب یا تمام واجبات سے اہم قرار دے۔ ۶۔ نہایت حیرت ہوتی ہے کہ ایسے اہم واجبات کی طرف خدا اور رسول توجہ نہ کریں اور نہایت افسوس کا مقام ہے کہ تمام صحابہ عموماً اور حضرت ابوبکر و عمر خصوصاً رسول کے دفن میں شریک نہ ہوں۔

(۲) علمائے معتزلہ کا قول۔ شرح نہج جلد۲ ص۲۲۲ میں ہے۔ فان علیا عند اصحابنا کان یذہب الی ان عثمان استحق الخلع باحداثہ ولم یستحق القتل۔ یقیناً ہم معتزلہ کے نزدیک علی کا مذہب یہ تھا کہ عثمان اپنے احداث کی وجہ سے خلع (خلافت سے ہٹائے جانے) کے مستحق ہو گئے اور قتل کے مستحق نہ تھے۔

(۳) قول شیخ ابو یعقوب استاد شارح نہج۔ شرح نہج جلد۲ ص۲۵۹ میں ہے۔ فقلت لہ (لابی یعقوب) رحمہ اللہ افتقول ان عائشۃ عینت اباہا للصلوۃ و رسول اللہ لم یعینہ فقال اما انا فلا اقول ذلک ولکن علیا کان یقول ذلک و تکلیفی غیر تکلیفہ کان حاضرا ولم اکن حاضرا فانا محجوج بالاخبار التی اتصلت بی وہی تتضمن تعیین النبی لابی بکر فی الصلوۃ وہو محجوج بما کان قد علمہ او یغلب علی ظنہ من الحال التی کان حضرہا ، ہذہ خلاصۃ کلام الشیخ ابی یعقوب ولم یکن یتشیع وکان شدیدا فی الاعتزال الا انہ کان فی التفضیل بغدادیا۔ میں نے اپنے استاد ابو یعقوب سے کہا کیا آپ اس کے قائل ہیں کہ (رسول اللہ کی بیماری میں) عائشہ نے اپنے باپ کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کر دیا تھا اور رسول اللہ نے مقرر نہیں کیا

کیا تھا تو انھوں نے کہا میں تو اس کو نہیں کہتا مگر علی اس کو کہتے تھے اور میری تطبیق علی کی تطبیق سے متغائر ہے۔ ہم پر روایت کی
پابندی لازمی ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی نے نماز کے لئے ابوبکر کو مقرر کیا اور علی پابند تھے اس علم و یقین کے جو ان کو حاصل تھا یا اس
ظن کے جو موجودہ صورت حال سے ان کو حاصل تھا۔ یہ شیخ ابویعقوب کے کلام کا خلاصہ ہے وہ شیعہ نہ تھے بلکہ مذہب اعتزال کے سخت پابند
تھے (کٹر معتزلی تھے) مگر تفضیل (ابوبکر و علی) کے مسئلہ میں وہ بغدادی معتزلی تھے (جو قائل ہیں کہ علی ابوبکر سے افضل ہیں)۔ فائدہ
حق علی کے ساتھ ہے یہ بات علامہ معتزلی بھی یہ تو ان کے قول میں سوائے علم کے علی کی کیا کمی ہی نہیں

(۶) علامہ تفتازانی کا قول۔ شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۲۱ ان ما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ
والمذکور علی السن الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن وجہ الطریق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث لہ الحقد والعناد
والحسد واللداد وطلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما
الا ان العلماء لحسن ظنہم باصحاب رسول اللہ ذکروا لہا محامل وتاویلات بہا تلیق وذہبوا الی انہم محفوظون عما یوجب التضلیل
والتفسیق صونا لعقائد المسلمین عن الزیغ والضلالۃ فی حق کبار الصحابۃ سیما المہاجرین منہم والانصار والمبشرین بالثواب فی دار القرار
جو امور صحابہ میں از قسم جنگ و جدال واقع ہوئے جیسا کہ کتب تاریخ میں لکھا ہے اور ثقات (معتمد محدثین) کی زبان پر جاری ہے
وہ ظاہر بظاہر دلالت کرتے ہیں کہ بعض صحابہ ضرور راہ حق سے پھر گئے اور ان کا یہ فعل حد ظلم و فسق تک پہنچ گیا۔ اس کا باعث دشمنی
و عداوت اور کینہ و حسد اور ہوس ملک و ریاست اور خواہش لذات و شہوات ہے اس لئے کہ ہر صحابی معصوم نہیں ہے اور نہ ہر شخص
جس نے رسول کو دیکھا ہو موسوم بخیر (نیک اور انجام بخیر) ہو سکتا ہے لیکن علمائے اس نیک خیال کی وجہ سے جو ان کو صحابہ کے ساتھ ہے
ان امور کی مناسب تاویلیں کی ہیں اور یہ عقیدہ قائم کر لیا ہے کہ وہ (صحابہ) ان امور سے محفوظ ہیں جن سے ان کو گمراہ اور بدکار
کہا جائے (علما کی تاویل اور اعتقاد اس لئے ہے) تا کہ صحابہ کبار کے بارے میں مسلمانوں کے عقائد گمراہی سے محفوظ رہیں (چھوٹے درجے کے صحابہ
کے بارے میں عقائد محفوظ نہ رہتے تو مضائقہ نہ تھا تاویل نہ کی جاتی مگر یہاں تو سبھی شامل ہوئے جاتے ہیں اس لئے ضرورت پڑی) خصوصاً
صحابہ عشرہ مبشرہ (ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عبدالرحمن بن عوف و ابوعبیدہ بن جراح و طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید)
کے بارے میں ان کے عقائد محفوظ رہیں۔ یہ محاربات و مشاجرات ان عشرہ مبشرہ کے درمیان اگر واقع نہ ہوتے تو پھر کوئی ضرورت تاویل

وغیرہ کی نہ تھی۔

(۵) اسماعیل بن علی الحنبلی کا قول۔ شرح نہج جلد ۲ صفحہ ۹۶ میں ہے۔ حدثنی یحیی بن سعید بن علی الحنبلی المعروف بابن عالیۃ من ساکنی
قطفتا بالجانب الغربی من بغداد واحد الشہود المعدلین بہا قال کنت حاضر الفخر اسماعیل بن علی الحنبلی المعروف بغلام ابن المنی
وکان الفخر اسماعیل بن علی ہذا مقدم الحنابلۃ ببغداد فی الفقہ والخلاف ..... قال ابن عالیۃ ونحن عندہ نتحدث اذ دخل علیہ شخص
من الحنابلۃ ..... قال ابن عالیۃ فجعل الشیخ الفخر یسائل ذالک الشخص وذالک یجاوبہ حتی قال لہ یا سیدی لو شاہدت یوم الزیارۃ
یوم الغدیر وما یجری عند قبر علی بن ابی طالب من الفضائح والاقوال الشنیعۃ وسب الصحابۃ جہارا باصوات مرتفعۃ من غیر مراقبۃ ولا خوف
فقال اسماعیل ای ذنب لہم واللہ ما جرأہم علی ذالک ولا فتح لہم ہذا الباب الا صاحب ذالک القبر فقال ذالک الشخص ومن صاحب القبر
قال علی بن ابی طالب قال یا سیدی ہو الذی سن لہم ذالک وعلمہم ایاہ وطرقہم الیہ قال نعم واللہ قال یا سیدی فان کان محقا فلما
تتولی فلانا وفلانا وان کان مبطلا فما لنا نتولاہ ینبغی ان نبرأ اما منہ او منہما قال ابن عالیۃ فقام اسماعیل مسرعا فلبس نعلہ و
قال لعن اللہ اسماعیل الفاعل ان یعرف جواب ہذہ المسئلۃ و دخل دار حرمہ وقمنا نحن وانصرفنا۔ شارح کہتے ہیں کہ محدث یحیی بن
سعید حنبلی نے جو ابن عالیہ کے نام سے مشہور ہیں اور غربی بغداد کے مقام قطفتا کے باشندوں میں گواہان عادل میں ایک شخص ہیں
بیان کیا کہ میں فخر اسماعیل حنبلی کے پاس موجود تھا جو غلام ابن منی کے نام سے مشہور ہیں اور بغداد میں علم فقہ و علم کلام (مناظرہ)
میں حنبلیوں کے سردار و پیشوا ہیں۔ ابن عالیہ کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک حنبلی شخص آیا اور شیخ فخر اور
اس حنبلی میں سوال و جواب ہونے لگے یہاں تک کہ اس شخص نے کہا اے میرے سردار اگر تم روز زیارت یوم غدیر کو (نجف اشرف میں)
مشاہدہ کرتے کہ علی بن ابی طالب کی قبر کے پاس فضائح اور اقوال شنیعہ اور سب صحابہ باآواز بلند ہو رہی ہے اور کچھ کسی کی پروا اور خوف
نہیں (تو تمہارا کیا حال ہوتا)۔ اسماعیل نے کہا ان لوگوں کا گناہ ہی کیا ہے بخدا ان کو جرأت نہیں دلائی اور نہ ان کے لئے اس دروازہ کو کھولا
مگر اس قبر کے صاحب نے۔ اس نے پوچھا قبر میں کون مدفون ہے۔ کہا علی بن ابی طالب۔ اس شخص نے کہا اے سردار تو علی ہی نے ان کے لئے
یہ طریقہ نکالا اور ان کو تعلیم دی اور اس راستہ پر چلایا۔ کہا ہاں خدا کی قسم۔ اس شخص نے کہا اے سردار اگر علی حق پر تھے تو ہم کو کیا

ضرورت ہے کہ ہم فلاں اور فلاں سے محبت کریں اور اگر علی باطل پر تھے تو ہم کو کیا ضرورت ہے کہ ہم علی سے دوستی رکھیں۔ ہم کو یہی مناسب ہے کہ یا علی سے بیزاری اختیار کریں یا ان دونوں سے (علی سے محبت اور ان دونوں سے بھی محبت رکھنا ناممکن ہے) ابن عالیہ نے کہا (یہ سن کر) اسماعیل جلدی سے کھڑے ہو گئے اپنا جوتا پہنا اور کہا خدا اسماعیل پر (جس نے اپنے حق میں یہ کہا) لعنت کرے اگر وہ اس مسئلہ کا جواب جانتا ہو اور (یہ کہہ کر) وہ اپنے زنانخانہ میں چلے گئے اور ہم لوگ بھی اٹھ کر (اپنے اپنے گھر) واپس آ گئے

(۶) نقیب ابو جعفر یحیی بن ابی زید بصری استاد شارح نہج البلاغۃ اور قاضی القضاۃ ابو الحسن عبد الجبار بن احمد کا قول۔

شرح نہج البلاغۃ جلد ۳ صفحہ ۳۵۱ میں ہے۔ قلت قرأت علی النقیب ابی جعفر یحیی بن ابی زید البصری العلوی رحمہ اللہ ہذا الخبر فقال اتری ان ابا بکر و عمر لم یشہدا ہذا المشہد اما کان یقتضی التکرم والاحسان ان یطیب قلب فاطمۃ ویستوہب للمسلمین اتقصر منزلتہا عند رسول اللہ عن منزلۃ زینب اختہا (وہی سیدۃ نساء العالمین) ہذا اذا لم یثبت لہا حق لا بالنحلۃ ولا بالارث فقلت لہ فدک بموجب الخبر الذی رواہ ابو بکر قد صار حقا من حقوق المسلمین فلم یجز لہ ان یاخذہ منہم فقال وفداء ابی العاص بن الربیع قد صار حقا من حقوق المسلمین وقد اخذ رسول اللہ منہم فقلت رسول اللہ صاحب الشریعۃ والحکم حکمہ ولیس ابو بکر کذلک فقال ما قلت ہلا اخذہ ابو بکر من المسلمین قہرا فدفعہ الی فاطمۃ وانما قلت استنزل المسلمین عنہ واستوہبہ منہم لہا کما استوہب رسول اللہ المسلمین فداء ابی العاص اتراہ لو قال ہذہ بنت نبیکم قد حضرت تطلب ہذہ النخلات افتطیبون عنہا نفسا اکانوا منعوہا ذلک فقلت لہ قد قال قاضی القضاۃ ابو الحسن عبد الجبار بن احمد نحو ہذا قال انہما لم یاتیا بحسن فی شرع التکرم وان کان ما اتیاہ حسنا فی الدین۔

میں (شارح) کہتا ہوں کہ میں نے نقیب ابو جعفر یحیی بن ابی زید کے سامنے یہ خبر (کہ زینب نے اپنے شوہر ابی العاص کے فدیہ کے لئے وہ قلادہ رسول اللہ کے پاس بھجوایا جو حضرت نے زینب کو دیا تھا الخ) بیان کی تو انھوں نے کہا کیا تمہاری رائے ہے کہ ابو بکر و عمر نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ نہیں دیکھا تھا (اس موقع پر موجود نہ تھے) کیا تکرم اور احسان کا مقتضا یہ نہ تھا کہ وہ فاطمہ کو فدک دے کر ان کا دل خوش کر دیتے اور فاطمہ کے لئے فدک کو مسلمانوں سے ہبہ کرا لیتے کیا رسول اللہ کے نزدیک فاطمہ کی منزلت زینب سے کم تھی جو فاطمہ کی بہن تھیں حالانکہ فاطمہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار تھیں یہ بھی اس بنا پر جب فاطمہ کا کوئی حق ثابت نہ ہو نہ ہبہ کے ذریعہ

نہ ارث کے ذریعہ سے۔ پس میں نے کہا بموجب اس خبر کے جس کو ابو بکر نے روایت کیا ہے فدک مسلمانوں کے حقوق میں سے ایک حق ہو گیا تھا تو ابو بکر کے لئے جائز نہ تھا کہ ان سے لے لیتے تو نقیب نے کہا کہ ابو العاص کا فدیہ بھی مسلمانوں کا حق ہو چکا تھا اس کو رسول اللہ نے ان سے لے لیا۔ میں نے کہا رسول اللہ صاحب شریعت تھے اور حکم (شرع) حقیقت میں انھیں کا حکم ہے اور ابو بکر کے لئے یہ بات نہ تھی۔ نقیب نے کہا (تم سمجھے نہیں) میں نے یہ نہیں کہا کہ ابو بکر نے اس کو زبردستی مسلمانوں سے لے کر فاطمہ کو کیوں نہ دے دیا میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ ابو بکر نے اس کو فاطمہ کے لئے مسلمانوں سے ہبہ کیوں نہ کرا لیا جس طرح رسول اللہ نے ابو العاص کے فدیہ کو (زینب کے لئے) مسلمانوں سے ہبہ کرا لیا تھا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ اگر ابو بکر کہتے کہ یہ تمہارے نبی کی بیٹی فاطمہ آئی ہیں اور تم سے خرمے کے یہ پیڑ (فدک) مانگتی ہیں کیا تم بخوشی خاطر اس کو انھیں دیتے ہو تو کیا وہ لوگ اس کو نہ دیتے (انکار کرتے)۔ پس میں نے ان سے کہا کہ قاضی القضاۃ ابو الحسن عبد الجبار بن احمد نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ ان دونوں (ابو بکر و عمر) نے کرم و احسان کی شرع میں جو بات اچھی تھی (یعنی مسلمانوں کی رضامندی سے فاطمہ کو نہیں دلوایا) اس پر تو عمل کیا نہیں مگر جو بات دین میں اچھی تھی وہ بجا لائے (کہ ہبہ یا میراث کا دعوی کرنے پر اسے فاطمہ کو نہیں دیا)۔

(۷) عمر بن عبد اللہ الدباس استاد شارح کا قول اور شیخ عبد الوہاب کا امر بسکوت۔ شرح نہج جلد ۳ صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۵ میں ہے۔ قرئ کتاب الاستیعاب علی شیخنا عبد الوہاب بن سکینۃ المحدث وانا حاضر فلما انتہی القاری الی ہذا الخبر قال استاذی عمر بن عبد اللہ الدباس وکنت احضر معہ سماع الحدیث لتقل الشیعۃ بعد ہذا ما شاءت فما قال المرتضی والمفید الا بعض ما کان حجر والاشتر یعتقدانہ فی عثمان ومن تقدمہ فاشار الشیخ الیہ بالسکوت فسکت۔ کتاب استیعاب شیخ عبد الوہاب بن سکینہ محدث کے سامنے پڑھی گئی اور میں (شارح) موجود تھا جب قاری اس حدیث پر پہنچا تو میرے استاد عمر بن عبد اللہ دباس نے (شیخ سے) کہا کہ اس (حدیث) کے بعد شیعہ جو چاہیں کہیں کیونکہ سید مرتضی اور شیخ مفید نے نہیں کہا مگر ان باتوں میں سے بعض کو جن کا حجر اور مالک اشتر عثمان اور ان کے پہلے دو بزرگوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے۔ شیخ عبد الوہاب نے عمر بن عبد اللہ کی طرف خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہ چپ ہو گئے (روایت ختم)۔ وہ حدیث اور خبر جس کا اس قول میں ذکر ہے یہ ہے کہ ابو ذر نے ربذہ میں مرتے وقت اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ وہ کچھ آدمیوں سے کہ جن میں ایک میں بھی تھا فرماتے تھے کہ تم میں سے ایک شخص میدان بے آب و گیاہ میں

مرے گا جس کی تجہیز و تکفین کے لئے مومنین کا ایک گروہ آجائے گا۔ ابوذر نے کہا وہ سب لوگ جن کے متعلق حضرت نے فرمایا تھا آبادی اور مجمع میں مرے اور مجھ کو شک نہیں کہ وہ میدان میں مرنے والا شخص میں ہی ہوں۔ صاحب استیعاب نے باب جندب کے اول میں اس حدیث کے شروع ہی میں روایت کی ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے آکر ابوذر کی تجہیز و تکفین کی وہ چند اشخاص تھے انھیں میں حجر بن ادبر اور مالک بن حارث اشتر تھے۔ (شارح کا قول کہ) حجر بن ادبر وہی حجر بن عدی ہیں جن کو معاویہ نے قتل کیا وہ اعلام و عظمائے شیعہ میں تھے اور اشتر تو شیعوں میں ان کی شہرت اس سے زیادہ ہے جتنی معتزلہ میں ابوہذیل کی شہرت ہے (یعنی ان کا شیعہ ہونا اس قدر مشہور ہے کہ حاجت بیان نہیں)۔ اور محدثوں نے ایک حدیث روایت کی ہے جو اشتر کی فضیلت عظیمہ پر دلالت کرتی ہے اور وہ نبی کی یقینی گواہی ہے کہ اشتر مومن ہے (یہ حدیث اشتر اور حجر اور چند لوگوں کے متعلق ہے جیسا کہ ذکر ہوا۔ یہ سب شرح مذکور کے صفحہ مذکورہ کی عبارت کا ترجمہ ہے)۔

(۸) ابن ابی الحدید شارح کا قول۔ (الف) شرح نہج جلد ۳ ص۵ میں ہے۔ ولکنہ (عمر) لتقض ہذا الرای السدید بما فعلہ بعد طعن ابی لؤلؤۃ لہ من امر الشوری فان ذالک کان سبب کل فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا وقد قدمنا ذکر ذالک وشرحنا ما ادی الیہ امر الشوری من الفساد بما حصل فی نفس کل واحد من الستۃ من ترشیح الخلافۃ۔ لیکن حضرت (عمر) نے اس درست رائے کو ابولولو کے زخمی کرنے کے بعد شوری قرار دے کر توڑ ڈالا اس لئے کہ یہی شوری تمام فسادوں کا سبب ہوا جو قیامت تک ہوں گے اور ہم نے پہلے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور وہاں اس فساد کو جو شوری سے پیدا ہوا واضح کر دیا ہے اس لئے کہ چھ میں سے ہر ایک کے دل میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ وہ خلافت کا اہل اور اس کے لئے زیبندہ ہے۔ (ب) شرح جلد ۱ ص۵۸ میں ہے۔ ہذا الفصل لیتشکل علی تاویلہ لان اہل مصر ہم الذین قتلوا عثمان واذا شہد امیر المومنین علیہ السلام انہم غضبوا للّٰہ حین عصی فی الارض فہذہ شہادۃ قاطعۃ علی عثمان بالعصیان واتیان المنکر ویمکن ان یقال وان کان تعسفا ان اللّٰہ تعالیٰ عصی فی الارض لا من عثمان بل من ولاتہ وامرائہ اس فصل کی تاویل مجھ پر مشکل ہو گئی ہے اس لئے کہ اہل مصر ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے عثمان کو قتل کیا اور جب امیر المومنین علیہ السلام یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ کی خوشنودی کے لئے غضبناک ہوئے تو یہ عثمان کے خلاف اس امر کی قطعی شہادت ہے کہ اس نے (خدا کی)

نافرمانی کی اور برا کام کیا اور ممکن ہے یہ کہا جائے اگرچہ یہ کہنا بھی غلط راستہ ہی پر چلنا ہے کہ زمین پر خدا کی نافرمانی عثمان کی طرف سے نہیں بلکہ ان کے مقرر کئے ہوئے حاکموں کی طرف سے کی گئی۔

(۹) عبد الکریم شہرستانی کا قول۔ کتاب ملل و نحل ص۱۲ میں ہے۔ ولو صار من اعترض علی الامام الحق خارجیا فمن اعترض علی الرسول الحق اولی ان یصیر خارجیا۔ اور اگر وہ شخص خارجی ہو گیا جس نے امام حق پر اعتراض کیا تو جس نے رسول حق پر اعتراض کیا بدرجۂ اولی خارجی ہو جائے گا۔

(۱۰) امام رازی کا قول۔ تفسیر کبیر جلد ۳ ص۲۸۷ میں حرمت متعہ کی دوسری وجہ میں لکھتے ہیں۔ الوجہ الثانی ما روی عن عمر انہ قال متعتان کانتا فی عہد رسول اللّٰہ وانا انہی عنہما واعاقب علیہما ذکر ہذا الکلام فی مجمع الصحابۃ وما انکر علیہ احد فالحال ہہنا لا یخلو ما ان یقال انہم کانوا عالمین بحرمۃ المتعۃ فسکتوا او کانوا عالمین بانہا مباحۃ ولکنہم سکتوا علی سبیل المداہنۃ او ما عرفوا اباحتہا ولا حرمتہا فسکتوا لکونہم متوقفین فی ذالک فالاول ہو المطلوب والثانی یوجب تکفیر الصحابۃ وتکفیر عمر لان من علم ان النبی حکم باباحۃ المتعۃ ثم قال انہا محرمۃ محظورۃ من غیر نسخ لہا فہو کافر باللّٰہ ومن صدق علیہ مع علمہ بکونہ مخطیا کافرا کان کافرا وہذا یقتضی تکفیر الامۃ وضد قولہ کنتم خیر امۃ الخ۔ دوسری وجہ حضرت عمر کا یہ قول ہے جو ان سے روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے کہا دو متعہ رسول اللہ کے زمانے میں تھے میں ان دونوں کی ممانعت (نہی) کرتا ہوں اور ان دونوں کے کرنے پر سزا دوں گا۔ اس کلام کو حضرت عمر نے صحابہ کے مجمع میں ذکر کیا اور کسی نے ان کو ٹوکا نہیں اور نہ اس کی تردید کی۔ پس یہ امر تین صورتوں سے خالی نہیں۔ یا یہ کہا جائے کہ سب کو حرمت متعہ معلوم تھی اس لئے چپ رہے یا سب کو متعہ کا مباح اور جائز ہونا معلوم تھا مگر بے پروائی اور سستی سے خاموش رہے یا ان کو نہ متعہ کی اباحت معلوم تھی نہ حرمت پس وہ اس میں متردد ہونے کی وجہ سے چپ رہے۔ اگر پہلی صورت ہے تو وہی ہمارا مقصود ہے۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو یہ واجب کرتی ہے کہ صحابہ اور عمر کی تکفیر کی جائے یعنی ان کو کافر کہا جائے اس لئے کہ جس کو معلوم ہو کہ نبی نے متعہ کے مباح ہونے کا حکم دیا ہے پھر وہ یہ کہے کہ متعہ حرام و ممنوع بغیر اس (متعہ و آیت متعہ) کے منسوخ ہوئے تو ایسا شخص کافر ہے اور جو اس کی تصدیق کرے حالانکہ جانتا ہو کہ یہ خطاکار و کافر ہے تو یہ تصدیق کرنے والا بھی کافر ہے اور اس سے امت کو کافر کہنا لازم آتا ہے جو آیت کنتم خیر امۃ الخ

(تم بہترین امت ہو) کے خلاف ہے۔ اس کے بعد تیسری صورت کا ذکر ہے اور اس کا رد (فائدہ)۔ امام رازی نے جو تین صورتیں بیان کی ہیں ان میں سے دوسری صورت کی بنا پر کہا ہے کہ اس سے صحابہ اور عمر کو کافر سمجھنا لازم آتا ہے مگر چونکہ یہ تکفیر آیت مذکورہ کے خلاف ہے لہذا یہ تکفیر اور اس کا ملزوم (صورت ثانیہ) بھی باطل ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جب حضرت عمر نے یہ کہا اس وقت یہی صورت تھی اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ آیت مذکورہ کی بھی مخالفت نہیں ہوتی تو یہ قول امام رازی کا اس قابل ہو جائے گا کہ اس کو اس باب میں پیش کیا جائے۔ امام رازی کے نزدیک اس خطبہ اور اس کے الفاظ کے قول عمر ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ورنہ سب سے پہلے وہ یہی کہتے کہ روایت موضوع ہے حضرت عمر کی زبان پر یہ الفاظ جاری نہیں ہوئے اور نہ ان کے نزدیک اس کے الفاظ میں کسی تاویل کی گنجائش ہے ورنہ پہلے وہ تاویل بیان کرتے۔ اب جس بنیاد پر اس تقریر کی عمارت کھڑی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کسی نے انکار نہیں کیا۔ یہ بنیاد ہی مستحکم نہیں ہے تو عمارت کے استحکام کا کیا ذکر امام رازی نے کوئی روایت پیش نہیں کی ہے کہ کسی نے انکار نہیں کیا اور سب چپ رہے۔ اس کے برخلاف روایت موجود ہے جو شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۸ سے لفظ بہ لفظ ترجمہ کر کے لکھی جاتی ہے۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ عبدالرحمن بن ابی زید نے عمران بن سوادہ لیثی سے روایت کی ہے کہ میں نے صبح کی نماز حضرت عمر کے ساتھ پڑھی لیس آپ نے سبحان اور ایک سورہ اس کے ساتھ پڑھا اور واپس ہوئے۔ میں ان کے ساتھ اٹھا تو کہا کوئی حاجت ہے میں نے کہا حاجت ہے کہا ساتھ آؤ میں ساتھ ہو لیا۔ جب گھر میں گئے تو اجازت دی۔ وہ ایک چٹائی پر بیٹھے تھے اور اس پر کچھ (بچھا) نہ تھا۔ میں نے کہا نصیحت (خیر خواہی کی بات) کہنے آیا ہوں)۔ کہا نصیحت کرنے والے کو (میری طرف سے) صبح و شام مرحبا مرحبا۔ میں نے کہا تمہاری امت یا کہا تمہاری رعیت نے تم پر چار عیب لگائے ہیں۔ راوی نے کہا حضرت عمر نے اپنے درّہ کو کھڑا کیا اور اس پر اپنی ٹھڈی رکھی اسی طرح ابن قتیبہ نے روایت کی ہے اور ابوجعفر نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے درّہ کا سرا اپنی ٹھڈی میں لگایا اور اس کا نیچے کا سرا اپنی ران پر رکھا اور کہا لاؤ (یعنی بیان کرو)۔ عمران نے کہا لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ تم نے متعہ کو اشہر حج میں حرام کر دیا اور ابوجعفر نے یہ زیادہ کیا ہے کہ وہ حلال ہے نہ رسول اللہ نے اس کو حرام کیا نہ ابوبکر نے۔ پس حضرت عمر نے کہا ہاں (اس کے بعد حضرت عمر نے اب حرام کرنے کا سبب بیان کیا ہے اس کے بعد راوی نے کہا) اور انھوں نے ذکر کیا ہے کہ تم نے متعۃ النساء کو حرام کر دیا حالانکہ خدا کی طرف سے اس کی اجازت تھی۔ خیر امام رازی کی خاطر سے ہم دوسری صورت اختیار کرتے ہیں کہ جس وقت یہ الفاظ کہے گئے حاضرین کو اباحت متعہ کا علم تھا لیکن وہ خاموش رہے مگر اس کی جو وجہ آپ لکھتے ہیں یعنی اہانت و بے پروائی وہ نہیں تھی جس سے حاضرین کی تکفیر لازم آئے اور ان کی خاطر سے اس وجہ کو بھی مان لیں تو حاضرین کی تکفیر سے امت کی تکفیر لازم نہیں آتی اس لئے کہ امت کا انحصار حاضرین میں نہ تھا اور تمام اہل مدینہ کا خطبہ کے وقت حاضر ہونا امام رازی نے ثابت نہیں کیا اور یہ بھی مان لیں کہ تمام اہل مدینہ موجود تھے تو بھی تکفیر امت لازم نہیں آتی اس لئے کہ امت کا انحصار اہل مدینہ میں مسلم نہیں ہے پس آیت کی مخالفت کیوں کر ہوگی۔ یہ امام رازی کی تقریر کا کافی و وافی جواب ہے۔ اب ہم ایسی وجہ بیان کرتے ہیں جس سے دوسری صورت اختیار کرنے میں حاضرین کی تکفیر لازم نہ آئے۔ وہ یہ ہے کہ حاضرین دل سے حضرت عمر کے اس قول پر راضی نہ تھے اور موقع ملنے پر انھوں نے اس کو ظاہر بھی کر دیا (دیکھئے باب نہم نمبر ۱۰ و ۱۱ و ۱۲)۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شرائط حاضرین کو حاصل نہ تھے اس لئے خاموش رہے اور کافر نہ ہوئے۔ ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کو اپنی جان اور آبرو کا خوف نہ ہو اور مسئلہ و معاملہ کی صورت مشتبہ ہو۔ یہاں دونوں شرطیں معدوم ~~باتیں موجود ہیں~~۔ خطبہ خواں کے درّے کا خوف موجود اور اگر یہ خوف نہ ہو پھر بھی خطبہ خواں خود مقر ہے کہ دونوں متعہ عہد رسول اللہ میں تھے (یعنی جائز و مباح تھے) میں ان سے ممانعت کرتا ہوں۔ حاضرین نے دیکھا کہ ان کو خود اقرار ہے کہ رسول اللہ کے عہد میں جائز و مباح تھا اور اب میں منع کرتا ہوں اگرچہ مجھ کو نسخ شریعت کا اختیار نہیں۔ حاضرین بھی انکار و تردید میں یہی تو کہتے کہ رسول اللہ کے عہد میں حلال تھا تم کو حرام کرنے کا کیا حق ہے۔ خود امام رازی نے تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۳ میں آیت فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون کے ذیل میں لکھا ہے وکان ابن عباس اذا قرأ ہذہ الآیۃ بکی وقال ان ہولاء الذین سکتوا عن النہی عن المنکر ہلکوا ونحن نری اشیاء ننکرہا ثم نسکت ولا نقول شیئا۔ ابن عباس جب اس آیت کو پڑھتے تھے روتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں نے نہی عن المنکر کو ترک کیا (وہ بھی) ہلاک ہوئے اور ہم (صحابہ) بھی بہت سی باتیں دیکھتے ہیں جس کو ہم برا سمجھتے ہیں مگر چپ رہتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔ اور سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۹۸ میں ہے [illegible]

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ قام خطیبا فکان فیما قال الا یمنعن رجلا ہیبۃ الناس ان یقول الحق اذا علمہ قال فبکی ابو سعید وقال قد و اللہ رأینا اشیاء فھبنا۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور جو کچھ فرمایا اس میں یہ بھی تھا سنو کسی شخص کو لوگوں کی ہیبت حق بات کہنے سے نہ روکے جب وہ اس (حق بات) کو جانتا ہو۔ راوی نے کہا پس ابو سعید روئے اور کہا بخدا ہم نے ضرور بہت سی (بری) باتیں دیکھیں پس ہم ڈر گئے (اور اس کے خلاف حق بات نہ کہہ سکے)۔

(۱۱) قاضی القضاۃ عبد الجبار اپنی کتاب مغنی میں (جو شیعوں کی رد میں لکھی ہے) لکھتے ہیں ان ابابکر نص علی عمر و ترک التاسی بالرسول لانہ لم یستخلف۔ بے شک ابو بکر نے عمر پر نص کی اور رسول کی پیروی ترک کی اس لئے کہ آنحضرت نے کسی کو خلیفہ نہیں مقرر کیا تھا۔ (منقول از اسوۃ الرسول جلد ۳ صفحہ ۲۵۳ مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب شافی کتاب مغنی کا جواب

(۱۲) علی بن فارقی اور ابن ابی الحدید کا قول۔ شرح نہج جلد ۴ صفحہ ۱۰۵ میں ہے۔ وسالت علی بن الفارقی مدرس المدرسۃ الغربیۃ ببغداد فقلت لہ اکانت فاطمۃ صادقۃ قال نعم قلت فلم لم یدفع الیھا ابو بکر فدک وھی عندہ صادقۃ فتبسم ثم قال کلاما لطیفا مستحسنا مع ناموسہ وحرمتہ وقلۃ دعابتہ قال لو اعطاھا الیوم فدک بمجرد دعواھا لجاءت الیہ غدا وادعت لزوجھا الخلافۃ وزحزحتہ عن مقامہ ولم یکن یمکنہ الاعتذار والموافقۃ لبشیء لانہ قد اسجل علی نفسہ بانھا صادقۃ فیما تدعی کائنا ما کان من غیر حاجۃ الی بینۃ و شھود وھذا کلام صحیح وان کان اخرجہ مخرج الدعابۃ والھزل۔ میں نے علی بن فارقی مدرس مدرسہ غربیہ بغداد سے پوچھا کہ (فدک کے معاملے میں آپ کی کیا رائے ہے) کیا فاطمہ (اپنے دعوے میں) سچی تھیں تو علی بن فارقی نے ہنس کر ایک نہایت لطیف اور مستحسن بات کہی حالانکہ وہ بردبار با وقار تھے اور طبیعت میں مزاح کم تھا۔ کہا کہ سنو اگر آج محض سیدہ کے دعوے پر (اگرچہ وہ سچی تھیں) ابو بکر ان کو فدک دے دیتے تو کل بھی سیدہ آتیں اور اپنے شوہر کے لئے دعوی خلافت پیش کر تیں اور ابو بکر کو ان کے مقام سے (جبرا) ہٹا تیں اور (چونکہ دعوی سچا ہوتا) ابو بکر کو گنجائش دم زدن نہ ہوتی اور فدک کی طرح خلافت سے بھی دست بردار ہونا پڑتا۔ یہ اس لئے کہ فدک کے معاملہ میں (اگر فدک دے دیتے) سیدہ کی صداقت تسلیم شدہ ہو گئی ہوتی اور اس کے بعد ابو بکر کو کوئی چارہ کار نہ ہوتا کیونکہ رسول زادی کی مسلمہ صداقت اپنے ہر ایک حق کو محض دعوی سے لے لیتی

جس میں ثبوت اور گواہ کی ضرورت نہ ہوتی۔ (اس کے بعد علی بن فارقی کے اس قول کے متعلق ابن ابی الحدید لکھتے ہیں) اور یہ بات جو علی بن فارقی نے بیان کی ہے بالکل صحیح ہے اگرچہ انھوں نے مزاحاً کہا ہے۔

(۱۳) امام محمد غزالی کا قول۔ سر العالمین صفحہ ۹ میں ہے۔ واجمع الجماہیر علی متن الحدیث من خطبۃ یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وھو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ لک یا ابا الحسن لقد اصبحت مولای ومولی کل مومن ومومنۃ فھذا تسلیم ورضاء وتحکیم ثم بعد ھذا غلب الھوی لحب الریاسۃ وحمل عمود الخلافۃ وعقود النبوۃ وخفقان الھوی فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیول وفتح الامصار فسقاھم کاس الھوی فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون۔ خطبہ غدیر خم کی اصل حدیث پر تمام علما و محدثین کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی بھی مولیٰ ہے پس حضرت عمر نے کہا مبارک ہو مبارک ہو اے ابو الحسن (علی) کہ آپ میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولیٰ ہو گئے۔ یہ تہنیت صاف بتاتی ہے کہ انھوں نے علی کی خلافت و حکومت کو مانا اور رضا مند ہوئے مگر بعد میں جب حب ریاست کی خواہش غالب آگئی تو اس نے ان کو نفسانی خواہش کا پیالہ پلا دیا (عہد غدیر کو توڑ ڈالا) اور اپنی پہلی مخالفت پر پلٹ گئے اور اس (امر خدا اور رسول) کو پس پشت پھینکا اور اس کے بدلے میں نفع قلیل خریدا پس کیا بری چیز ہے جو وہ خریدتے ہیں۔

(۱۴) شاہ عبد العزیز دہلوی کا قول۔ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵ میں طعن دوم میں جناب سیدہ کے گھر جلانے کا ذکر کرتے ہیں اور ایک طویل تقریر اس کے متعلق کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں "بلکہ از عمر محض تخویف بنابر تہدید و ترہیب بوقوع آمدہ نہ فعل" مطلب یہ کہ حضرت عمر نے محض ڈرانے دھمکانے کے لئے گھر جلانے کو کہا عمل نہیں کیا (گھر نہیں جلایا)۔ میں کہتا ہوں یہی سہی مگر بقول شاہ صاحب اس سے حضرت فاطمہ کو اذیت ضرور پہنچی۔ اب اس کے ساتھ باب ہشتم کی حدیث نمبر ۲۹ ضرور پڑھئے۔

(۱۵) امام قسطلانی کا قول۔ مواہب لدنیہ جلد ا صفحہ ۲۰ میں ہے۔ فکل من وقع منہ فی حق فاطمۃ شیء فتاذت بہ فھو یوذی النبی۔ جس نے فاطمہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جس سے ان کو اذیت پہنچی اس نے نبی کو ایذا دی۔ حضرت ابو بکر کا فاطمہ کو اذیت پہنچانا باب ۸ حدیث نمبر ۲۹ سے اور حضرت عمر کا اذیت پہنچانا شاہ عبد العزیز دہلوی کے قول مندرجہ بالا سے معلوم ہو گیا۔ اب امام قسطلانی کا قول معلوم ہو گیا کہ ہر دو نے فاطمہ کو اذیت پہنچائی اور رسول کو ایذا دی۔

باب دوازدہم - خطبہ شقشقیہ علویہ از کتاب نہج البلاغہ

اہل سنت کے تمام معتبر علما نہج البلاغہ کو امیر المومنین علی علیہ السلام کا کلام تسلیم کرتے ہیں - کتاب صمصام قاطع سے جو کتاب طعن الرماح کے حاشیہ پر چھپی ہے علما کے نام اور ان کے اقوال لکھے جاتے ہیں۔ حاشیہ صفحہ ۶۹ تا ۷۵

علامہ[۱] قوشجی در شرح قول محقق طوسی در تجرید وافصحہم لسانا چنین گفتہ علی ما یشہد بہ نہج البلاغۃ وقال البلغاء کلامہ دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق وملا سعد الدین[۲] تفتازانی در شرح مقاصد گفتہ و اللہ ہو افصح لسانا علی ما یشہد بہ کتاب نہج البلاغۃ وملا یعقوب[۳] در شرح تہذیب گفتہ من اراد مشاہدۃ بلاغتہ ومسامعۃ فصاحتہ فلینظر الی کتاب نہج البلاغۃ ولا ینبغی ان ینسب مثل ہذا الکلام الی رجل شیعی وملا احمد[۴] گازرونی در کتاب مفتاح الفتوح در بیان فضائل آنحضرت گفتہ من تامل فی کلامہ وکتبہ وخطبہ ورسالاتہ علم ان علمہ لا یوازی علم احد وفضائلہ لا تشاکل فضائل احد بعد محمد[۲] ومن جملتہا کتاب نہج البلاغۃ وایم اللہ لقد وقف دونہ فصاحۃ الفصحاء وبلاغۃ البلغاء وحکمۃ الحکماء - اور علامہ ابن ابی الحدید[۵] کا قول شرح نہج سے یہ لکھا ہے فقد ظہر لک بہذا البرہان الواضح ضلال من زعم ان ہذا الکتاب کلہ او بعضہ منحول الی امیر المومنین - مجد الدین[۶] فیروز آبادی در قاموس اعتراف کردہ بآن کہ خطبہ شقشقیہ کلام آنحضرت است حیث قال والخطبۃ الشقشقیۃ العلویۃ لقولہ لابن عباس لما قال لہ لو اطردت مقالتک من حیث افضیت یا ابن عباس ہیہات تلک شقشقۃ ہدرت ثم قرت وصاحب مجمع الامثال احمد[۷] بن محمد بن ابراہیم المیدانی النیشاپوری وابن اثیر[۸] جذری در نہایۃ در پانزدہ موضع ومحمد طاہر[۹] گجراتی در مجمع البحار وابن[۱۰] عبد البر در جزو رابع از کتاب عقد وابو ہلال[۱۱] عسکری در کتاب اوائل وابو علی[۱۲] جبائی در کتاب خود وابن[۱۳] خشاب در دروس خود - مختصر یہ کہ علامہ[۱] قوشجی وعلامہ[۲] تفتازانی وملا یعقوب[۳] وملا احمد[۴] کتاب نہج البلاغۃ سے حضرت کے افصح الفصحاء وابلغ البلغاء ہونے پر استدلال کرتے ہیں - ملا یعقوب نے یہ بھی کہا ہے کہ ایسا کلام کسی شیعہ کی طرف منسوب کرنا زیبا و درست نہیں ہے - ابن ابی الحدید[۵] نے نہج البلاغہ کے کلام جناب امیر ہونے پر جو استدلال قائم کیا ہے اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اس دلیل واضح سے یہ بات تم پر ظاہر ہو گئی کہ جو یہ کہے کہ یہ کتاب کل یا بعض حضرت علی کی طرف منسوب کر دی گئی ہے اور حضرت کا کلام نہیں ہے وہ گمراہ ہے - مجد الدین[۶] فیروز آبادی نے قاموس میں ابو الفضل[۷] احمد بن محمد بن ابراہیم نے (عبد الی نیشاپوری) مجمع الامثال میں اور ابن اثیر[۸] جزری نے نہایہ میں اور محمد طاہر[۹] نے مجمع البحار میں اور ابن عبد البر[۱۰] نے کتاب

عقد الفرید حصہ چہارم میں اور ابو ہلال[۱۱] عسکری نے کتاب اوائل میں اور ابو علی[۱۲] جبائی نے اپنی کتاب میں اور ابن خشاب[۱۳] نے اپنے دروس میں نہج البلاغہ کے اور خطبہ شقشقیہ کے کلام جناب امیر ہونے کا اعتراف کیا ہے - علاوہ ان علما و محدثین کے جن کا ذکر صمصام (حاشیہ طعن الرماح صفحہ ۶۹ تا ۷۵) سے کیا گیا ہے اور بھی بہت علما نے اعتراف کیا ہے مثلاً قاضی بغداد قوام الدین علامہ ابن خلکان[۱۴] نے وفیات الاعیان میں اور علامہ یافعی[۱۵] نے مرآۃ الجنان میں اور نواب صدیق[۱۶] حسن خان نے ابجد العلوم میں اور شیخ[۱۷] محمد عبدہ مصری نے اپنی شرح میں* - وہ خطبہ یہ ہے

اما واللہ لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا وطفقت ارتای بین ان اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء یہرم فیہا الکبیر ویشیب فیہا الصغیر ویکدح فیہا مومن حتی یلقی ربہ فرایت ان الصبر علی ہاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی اری تراثی نہبا حتی اذا مضی الاول لسبیلہ فادلی الی فلان بعدہ ثم تمثل بقول الاعشی ؎ شتان ما یومی علی کورہا ویوم حیان اخی جابر ۔ فیا عجبا بینا ہو یستقیلہا فی حیوتہ اذ عقدہا لآخر بعد وفاتہ لشد ما تشطرا ضرعیہا فصیرہا فی حوزۃ خشناء یغلظ کلمہا ویخشن مسہا ویکثر العثار فیہا والاعتذار منہا فصاحبہا کراکب الصعبۃ ان اشنق لہا خرم وان اسلس لہا تقحم فمنی الناس لعمر اللہ بخبط وشماس وتلون واعتراض فصبرت علی طول المدۃ وشدۃ المحنۃ حتی اذا مضی لسبیلہ جعلہا فی جماعۃ زعم انی احدہم فیا للہ وللشوری متی اعترض الریب فی مع الاول منہم حتی صرت اقرن الی ہذہ النظائر لکنی اسففت اذ اسفوا وطرت اذ طاروا فصغی منہم رجل لضغنہ ومال الآخر لصہرہ مع ہن وہن الی ان قام ثالث القوم نافجا حضنیہ بین نثیلہ ومعتلفہ وقام معہ بنو ابیہ یخضمون مال اللہ خضم الابل نبتۃ الربیع الی ان انتکث علیہ فتلہ واجہز علیہ عملہ وکبت بہ بطنتہ (بقدر حاجت لکھا گیا) - آگاہ ہو بخدا فلاں (ابن ابی الحدید نے فلاں کی جگہ ابن ابی قحافہ روایت کی ہے) نے کھینچ تان کر اس (خلافت) کی قمیص پہن لی حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ مجھ کو خلافت سے وہی نسبت ہے جو چکی کی بیچ کی کھونٹی کو چکی سے ہوتی ہے (وہ یہ بھی جانتا تھا کہ) مجھ سے (علم و حکمت کا) سیل

پہنچتا ہے اور میرے مرتبہ کمال تک (وہم کا) طائر بھی اڑ کر نہیں پہنچ سکتا۔ پس میں نے اس (خلافت ابوبکر) کے سامنے پردہ (پردا) ڈال دیا اور میں نے اس (خلافت) سے اعراض کیا اور میں یہ غور کرنے لگا کہ اپنے کٹے ہاتھ سے (اپنے حق خلافت کے لئے) حملہ کروں یا اس سخت سیاہ ظلمت پر صبر کروں جس میں پڑ کر بڑے پیر فرتوت اور چھوٹے بڈھے ہو جائیں گے اور جس میں پڑ کر ایماندار سخت مشقت جھیلے گا یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کرے (مر جائے) پس میری رائے ہوئی کہ اس (ابتلا و امتحان) پر صبر کرنا ہی انسب ہے پس میں نے صبر کیا درحالیکہ میری آنکھ میں خاشاک بھرا تھا اور میرے حلق میں ہڈی پھنسی تھی (یعنی میں نہایت منغص و کبیدہ خاطر تھا) - میں اپنی میراث (خلافت) کو لٹتے ہوئے دیکھتا تھا (مگر میں نے صبر کیا) یہاں تک کہ اول نے اپنا راستہ لیا اور اپنے بعد کے لئے فلاں (ابن الخطاب بھی روایت کیا گیا ہے) کی طرف (خلافت کی) ڈول ڈال گیا۔ پھر آپ نے تمثیلاً اعشی کا شعر پڑھا سہ میرے اس دن میں کہ میں اونٹ پر سوار مارا مارا پھرتا ہوں اور جابر کے بھائی حیان کے دن میں - جو آرام بسر کر رہا ہے بڑا فرق ہے۔ لوگو نہایت تعجب ہے کہ اپنی زندگی میں تو وہ خلافت سے استعفا دیا کرتا تھا اور (اب) مرتے وقت اپنے مرنے کے بعد دوسرے کے لئے گرہ دے گیا (دوسرے کو خلیفہ بنا گیا)۔ دونوں نے خلافت کے دونوں پستان کو آپس میں بانٹ کر بہت شدت کے ساتھ اس کا دودھ چوسا پس اس پہلے نے خلافت ایسی بدمزاج جگہ میں مقرر کر دی جس کے کلمات درشت زخم کاری کے مانند تھے اور جس کی خشونت اس خاردار درخت کے مانند تھی جس کو کوئی چھو نہیں سکتا اور جو امر خلافت میں بہت ٹھوکریں کھایا کرتا تھا (غلطیاں بہت کرتا تھا) اور اکثر ان خطاؤں کی معذرت کیا کرتا تھا (یعنی اقرار بھی کرتا تھا)۔ اس کی مثال ایک سوار کی ہے جو سرکش اونٹنی پر سوار ہو اگر اس کی نکیل (چلنے کے لئے) کھینچے تو اس کی ناک زخمی ہو جائے (مگر نہ چلے) اور اگر نکیل کو ڈھیلی کر دے تو (خود) ہلاکت میں پڑے (اور سوار کو بھی ہلاکت میں ڈالے) - پس خدا کی قسم لوگ کجروی اور اضطراب اور (گرگٹ کی طرح) رنگ بدلنے اور بے راہ روی کے ساتھ آزمائے گئے۔ میں نے اس طولانی ناموافق زمانے پر صبر کیا یہاں تک کہ جب اس نے بھی اپنی راہ لی تو وہ اس (خلافت) کو ایک ایسی جماعت میں منحصر و محصور کر گیا جس کی ایک فرد اس کے خیال میں میں بھی تھا (یعنی اس نے مجھ کو بھی انھیں کا ہم پلہ اور ہم درجہ سمجھا) پس خدا سے اس شوری کے متعلق

فریاد ہے۔ ان کے اول کے مقابلے میں میرے درجے اور مرتبے میں (کسی کو) کب شک ہوا (یعنی کب کسی نے اول کا مجھ سے مقابلہ کیا تھا اور اول کو میرے برابر سمجھا تھا) کہ اب ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ مجھ کو رکھا گیا (مجھ کو ان کا مثل سمجھا گیا) لیکن (خیر) جب وہ پستی کی طرف جھکے تو میں بھی ان کے پیچھے جھپٹا اور جب وہ اڑے تو میں بھی اڑا (یعنی شوری میں داخل ہوا تاکہ حجت تمام ہو جائے اور پہلے موقع پر میری عدم شرکت کو انھوں نے اپنے فیصلے کے لئے عذر بنا رکھا تھا وہ برطرف ہو جائے) پس ان میں ایک مرد تو اپنے کینہ کی طرف (جو وہ مجھ سے رکھتا تھا) مائل ہوا (یعنی سعد بن ابی وقاص) اور دوسرا اپنی قرابت داری کی طرف جھکا (یعنی عبدالرحمن بن عوف کہ عثمان کے بہنوئی تھے) اور اس کے جھکنے کی وجہ کچھ اور برائیاں بھی تھیں (مثلاً مرتے وقت حضرت عمر نے ارکان شوری کے متعلق اپنی رائے بیان کرتے ہوئے کہا کہ عبدالرحمن اس امت کے فرعون ہیں) یہاں تک اس قوم کا تیسرا قائم ہوا پیٹ پھلائے ہوئے اور اس کے ساتھ اس کے باپ کی اولاد بھی اٹھی اور سب نے خدا کے مال کو اس طرح منہ بھر بھر کر کھانا شروع کیا جیسے اونٹ بہار کی نباتات کو منہ بھر بھر کر کھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا بٹا ہوا تاگا اس کے برخلاف لوٹ گیا اور اس کے عمل نے اس کے خلاف (قتل کے) سامان مہیا کر دئے اور اس کی بزرگی شکم اور شکم پری نے اسے منہ کے بل گرا دیا۔ (فائدہ) عبارت خط کشیدہ سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ جو اپنے کو خلافت کا اہل اور مستحق نہ سمجھ کر اپنی زندگی میں خلافت سے بار بار استعفی دیا کرتا تھا وہ دوسرے کو خلیفہ مقرر کرنے کا اہل ~~کیونکر~~ کیسے ہو سکتا ہے اور وہ کب مجاز ہے کہ جو چیز اس کے پاس بغیر استحقاق کے کسی طرح آگئی ہے اس کو کسی غیر مستحق کے حوالے کر دے۔

باب سیزدہم ۔ حضرات خلفائے ثلثہ کی تعریف اہل بیت کی زبان سے بروایت کتب شیعہ

اس باب کے لکھنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ بعض اہل سنت نے اپنے بعض رسائل میں عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے یہ لکھ دیا ہے اور اپنی تقریروں میں بھی کہا کرتے ہیں کہ شیعوں کی کتابوں میں حضرات خلفائے ثلاثہ کی بہت تعریف لکھی ہے مگر ان کے علما چھپاتے ہیں اور عوام شیعہ ناواقف ہیں اس لئے ان حضرات کو نہیں مانتے۔ جو حضرات ایسا خیال رکھتے ہوں ان کے لئے یہ باب لکھا گیا ہے لیکن جن حضرات کا یہ خیال ہو کہ شیعوں کی کتابوں میں ان حضرات کی واقعی مدح کچھ بھی نہیں ہے اور جو ائمہ اہل بیت کے اقوال ان حضرات کے متعلق دیکھنا اور سننا پسند نہیں کرتے ان سے بادب التماس ہے کہ وہ اس باب کے پڑھنے کی زحمت گوارا نہ کریں۔

جو روایت وقول روضہ کافی مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے نقل کیا گیا ہے اس کے متعلق صرف صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۱) حضرت رسول اللہ کا ارشاد ص۱۶۔ عن زرارہ عن احدہما علیہ السلام قال اصبح رسول اللہ یوما کئیبا حزینا فقال علی علیہ السلام مالی اراک یارسول اللہ کئیبا حزینا فقال وکیف لا اکون کذالک وقد رایت فی لیلتی ہذہ ان بنی تیم و بنی عدی و بنی امیۃ یصعدون منبری ہذا یردون الناس عن الاسلام القہقری فقلت یارب فی حیوتی او بعد موتی فقال بعد موتک۔ زرارہ نے امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا ایک دن رسول اللہ نے صبح کی درحالیکہ رنجیدہ اور محزون تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا مجھ کیا ہو گیا ہے کہ میں آپ کو رنجیدہ اور محزون دیکھتا ہوں۔ فرمایا میری حالت ایسی کیوں نہ ہو حالانکہ میں نے آج ہی رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ بنی تیم و بنی عدی و بنی امیہ (باری باری) میرے اس منبر پر چڑھتے ہیں اور لوگوں کو اسلام سے الٹے پاؤں واپس کرتے ہیں۔ میں نے خدا سے عرض کیا کہ یہ میری زندگی میں ہوگا یا میرے مرنے کے بعد تو اس نے فرمایا کہ تمہارے مرنے کے بعد۔ (فائدہ)۔ بنی تیم قبیلہ حضرت ابوبکر اور بنی عدی قبیلہ حضرت عمر اور بنی امیہ قبیلہ حضرت عثمان و معاویہ وغیرہ ہے۔

(۲) حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ارشاد ص۱۱۲۔ عن ابی ہاشم لما اخرج بعلی خرجت فاطمۃ واضعۃ قمیص رسول اللہ علی راسہا آخذۃ بیدی ابنیہا فقالت مالی ولک یا ابابکر اتریدان تؤتم ابنی وترملنی من زوجی واللہ لولا ان تکون سیئۃ لنشرت شعری ولصرخت الی ربی فقال رجل من القوم ماترید الی ہذا ثم اخذت بیدہ وانطلقت بہ۔ ابوہاشم کا بیان ہے کہ جب علی گھر سے نکال کر دربار خلافت میں لائے گئے فاطمہ رسول اللہ کا کرتہ سر پر رکھے اور اپنے دونوں بیٹوں کا ہاتھ پکڑے گھر سے نکلیں اور (ابوبکر کے پاس آکر) کہا اے ابوبکر تم کو مجھ سے کیا (بغض وعداوت) ہے کیا یہ چاہتے ہو کہ میرے بیٹوں کو یتیم اور مجھ کو بیوہ کر دو خدا کی قسم اگر گناہ نہ ہوتا تو میں اپنے سر کے بال کھول کر خدا سے فریاد کرتی۔ اس قوم میں سے ایک شخص نے کہا اس کے ساتھ کیا (کرنا) چاہتے ہو۔ پس حضرت فاطمہ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور ان کو ساتھ لے کر چلی گئیں۔

(۳) حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا ارشاد ص۱۳ و ۱۴۔ ولئن تقمصہا دونی الاشقیان ونازعانی فیما لیس لہما بحق ورکباہا ضلالۃ واعتقداہا جہالۃ فلبئس ما وردا ولبئس ما لانفسہما مہدا یتلاعنان فی دورہما ویبرأ کل واحد منہما من صاحبہ

یقول لقرینہ اذا التقیا یالیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین فیجیبہ الاشقی علی رثوثۃ یالیتنی لم اتخذک خلیلا لقد اضللتنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطان للانسان خذولا۔ دو سب سے شقی آدمیوں نے مجھے ہٹا کر خلافت کی قمیص پہن لی اور مجھ سے اس امر میں نزاع کی جس میں ان کو کچھ بھی حق نہ تھا۔ وہ دونوں ضلالت پر سوار ہوئے اور جہالت کے معتقد ہو گئے۔ بہت بری چیز ہے وہ جس پر وہ وارد ہوئے اور بہت بری جگہ ہے وہ جو انھوں نے اپنے لئے تیار کی۔ وہ دونوں اپنے فریب اور جھوٹ کے بارے میں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ہر ایک دوسرے سے اپنی بیزاری و ناخوشی ظاہر کرے گا۔ ایک اپنے ساتھی (دوسرے) سے کہے گا جب دونوں کی ملاقات (مقام معہود کے اندر) ہوگی کاش مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کی دوری ہوتی تو بہت برا ساتھی ہے۔ تب اپنی بدحالی کی حالت میں (دوسرا) بڑا شقی اسے جواب دے گا کاش میں تجھ کو اپنا دوست نہ بناتا تو نے مجھے ذکر سے بہکا دیا بعد اس کے کہ وہ میرے پاس آیا اور شیطان (بہکانے والا) آدمی کا (میرا) ساتھ چھوڑنے والا ہے ہی (مگر جب قادر ہو اس وقت تو تجھ کو میرا ساتھ چھوڑنے کی قدرت حاصل نہیں ہے)۔ (ب) اسی صفحہ ۱۴ میں کئی سطر کے بعد یہ ہے اور ماخوذ ہے خطبہ وسیلہ سے جو رسول اللہ کی وفات کے سات دن بعد مدینہ میں اس وقت فرمایا جب جمع قرآن سے فراغت پا چکے۔ ورغبوا عن احکامہ وبعدوا عن انوارہ واستبدلوا بمستخلفہ بدیلا اتخذوہ وکانوا ظالمین زعموا ان من اختاروا من آل ابی قحافہ اولی بمقام رسول اللہ ممن اختارہ الرسول علیہ وآلہ السلام۔ وہ اس (رسول اللہ) کے احکام سے متنفر اور اس کے انوار سے دور ہو گئے اور اس کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ کے بدلے ایک دوسرا خلیفہ بدل لیا (دوسرے کو خلیفہ بنا لیا) حالانکہ وہ ظالم تھے۔ انھوں نے یہ خیال کیا کہ انھوں نے اولاد ابوقحافہ سے جس کو رسول کی جانشینی کے لئے پسند کیا ہے وہ زیادہ مناسب ہے اس شخص سے جس کو خود رسول نے اپنی جانشینی کے لئے پسند کیا۔ (ج) ص۱۶۔ اما واللہ لوکان لی عدۃ اصحاب طالوت او عدۃ اہل بدر وہم اعداؤکم لضربتکم بالسیف حتی تؤلوا الی الحق۔ سنو خدا کی قسم اگر میرے اتنے مددگار ہوتے جتنے طالوت کے ساتھی یا اہل بدر تھے (۳۱۳) اور وہ تمہارے دشمن ہوتے تو میں تم کو تلوار سے مارتا یہاں تک کہ تم حق کی طرف پلٹ آتے۔ (د) ص۱۶۔ لولا عہدہ الیّ

النبی الامی لاوردت المخالفین خلیج المنیة ولارسلت علیہم شآبیب صواعق الموت وعن قلیل سیعلمون - اگر نبی امی نے
مجھے وصیت نہ کی ہوتی تو میں مخالفین کو موت کی کھاڑی میں پہونچا دیتا اور ان پر موت کی بجلی رکھنے والے بادل کا مینہ برسا
دیتا اور بہت جلد ان کو (اس کا نتیجہ) معلوم ہی ہو جائے گا - (٥) قد عملت الولاة قبلی اعمالاً خالفوا فیہا رسول اللہ متعمدین
لخلافہ ناقضین لعہدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس علی ترکہا وحولتہا الی مواضعہا والی ماکانت فی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ لتفرق عنی جندی حتی ابقی وحدی او قلیل من شیعتی الذین عرفوا فضلی وفرض امامتی من کتاب اللہ وسنة نبیہ لو امرت
بمقام ابراہیم فرددتہ الی الموضع الذی وضعہ فیہ رسول اللہ ورددت فدک الی ورثة فاطمة ورددت صیاع رسول اللہ کما کان
وامضیت قطائع اقطعہا رسول اللہ لاقوام لم تمض لہم ورددت دار جعفر الی ورثتہ وہدمتہا من المسجد ورددت قضایا من
الجور قضی بہا ونزعت نساء تحت رجال بغیر حق فرددتہن الی ازواجہن واستقبلت بہن الحکم فی الفروج والاحکام وسبیت
ذراری بنی تغلب ورددت ما قسم من ارض خیبر ومحوت دواوین العطایا واعطیت کما کان رسول اللہ یعطی بالسویة ولم اجعلہا
دولة بین الاغنیاء والقیت المساحة وسویت بین المناکح وانفذت خمس الرسول کما انزل اللہ عزوجل وفرضہ ورددت مسجد
الرسول الی ماکان علیہ وسددت ما فتح فیہ من الابواب وفتحت ما سد منہ وحرمت المسح علی الخفین وحددت علی النبیذ وامرت
باحلال المتعتین وامرت بالتکبیر علی الجنائز خمس تکبیرات والزمت الناس الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم واخرجت من ادخل مع
رسول اللہ فی مسجدہ ممن کان رسول اللہ اخرجہ وادخلت من اخرج بعد رسول اللہ ممن کان رسول اللہ ادخلہ وحملت
الناس علی حکم القرآن وعلی الطلاق علی السنة واخذت الصدقات علی اصنافہا وحدودہا ورددت الوضوء والغسل
والصلوٰة الی مواقیتہا وشرائعہا ومواضعہا ورددت اہل نجران الی مواضعہم ورددت سبایا فارس وسائر الامم الی کتاب
اللہ وسنة نبیہ اذاً لتفرقوا عنی واللہ لقد امرت الناس الا یجتمعوا فی شہر رمضان الا فی فریضة واعلمتہم ان اجتماعہم فی
النوافل بدعة فتنادی بعض اہل عسکری ممن یقاتل معی یا اہل الاسلام قد غیرت سنة عمر ینہانا عن الصلوٰة فی شہر
رمضان تطوعاً - مجھ سے پہلے حاکموں نے بہت سے ایسے کام کئے ہیں جن میں انہوں نے رسول اللہ کی مخالفت کی ہے مخالفت

رسول کا ارادہ کرتے ہوئے عہد رسول کو توڑتے ہوئے سنت رسول کو بدلتے ہوئے - اگر میں لوگوں کو ان کاموں کے
ترک کا حکم دوں اور ان کاموں کو ان کے اصلی مقام پر جہاں زمانہ رسول میں تھے کر دوں تو میرا یہ لشکر مجھ سے الگ
ہو جائے یہاں تک کہ میں تنہا رہ جاؤں یا میرے وہ تھوڑے سے شیعہ (میرے ساتھ) رہ جائیں جو میری فضیلت کے عارف
ہیں اور جن کو کتاب خدا اور سنت نبی خدا سے میری امامت کا وجوب معلوم ہو چکا ہے (اور وہ امامت کے اس وجہ سے قائل
نہیں ہیں کہ لوگوں نے عثمان کے بعد مجھ سے بیعت کی) - اگر میں حکم دیتا کہ مقام ابراہیم اسی جگہ پر کر دیا جائے جہاں پر
رسول اللہ نے رکھا تھا اور فدک فاطمہ کے ورثہ کو واپس کر دیتا اور رسول اللہ کی زمینوں کو اسی حالت پر کر دیتا
جس پر وہ پہلے تھیں اور جو جاگیریں رسول اللہ نے اقوام کو دی تھیں اور وہ ان کو نہیں دلائی گئیں وہ انہیں دلا دیتا
اور مسجد میں جو جعفر کا گھر شامل کر لیا گیا ہے اس کو مسجد سے الگ کر دیتا اور جعفر کے وارثوں کو پھیر دیتا اور جن
معاملات و مقدمات کا فیصلہ ناحق ہوا ہے ان کے فیصلے کو منسوخ کر دیتا اور جو عورتیں ناحق دوسروں کے قبضہ میں ہیں
ان کو ان کے پہلے شوہروں کو واپس دیتا اور اس طرح عورتوں کے حکم اور دیگر متعلقہ احکام کا استقبال کرتا اور
بنی تغلب کی اولاد کو قید کرتا اور خیبر کی زمین جن لوگوں میں تقسیم کر دی گئی ہے ان سے واپس لیتا اور عطایا و انعامات
کے رجسٹر اور محکمے کو مٹا دیتا اور سب کو برابر عطا کرتا جیسا کہ رسول اللہ برابر عطا کرتے تھے اور عطایا کو مالداروں
کے ہاتھوں میں گھومتا پھرتا ہوا قرار نہ دیتا اور پیمائش کو منسوخ کر دیتا اور مناکح میں تسویہ کر دیتا اور خمس رسول
کو اسی طرح نافذ و جاری کرتا جیسا کہ خدا نے حکم نازل کیا اور فرض قرار دیا ہے اور مسجد رسول کو اس کی اصلی حالت پر
کر دیتا اور اس میں جو دروازے کھول لئے گئے ہیں ان کو بند اور جو دروازہ اس میں تھا اور بند کر دیا گیا ہے اس کو کھول دیتا
اور (وضو میں) موزہ پر مسح کرنے کو روکتا اور نبیذ (پینے والے) پر حد شرع جاری کرتا اور دونوں متعہ کے حلال سمجھنے
کا حکم دیتا اور حکم دیتا کہ جنازوں پر پانچ تکبیریں کہی جائیں اور لوگوں پر لازم کر دیتا کہ (نماز میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم
باآواز بلند کہا کریں اور رسول نے جن لوگوں کو نکالا تھا ان میں سے جو لوگ رسول کے ساتھ مسجد رسول میں داخل کر دیئے

گئے ان کو نکال دیا اور رسول نے جن کو داخل کیا تھا ان میں سے جو لوگ[۲۲] رسول اللہ کے بعد خارج کر دئے گئے ہیں ان کو داخل
کر دیتا اور لوگوں کو قرآن[۲۳] کے مطابق چلنے پر اور سنت کے مطابق[۲۴] طلاق دینے پر مجبور کرتا اور زکوٰۃ کو اس[۲۵] کے تمام اصناف اور
حدود کے ساتھ لیتا اور وضو اور غسل اور نماز کو اس[۲۶] کے اصلی اوقات اور شرائط اور جگہوں پر کر دیتا اور اہل نجران[۲۷] کو
(جو کہ ان سے نکال دئے گئے) ان کی جگہوں پر واپس پہونچا دیتا اور فارس[۲۸] اور دیگر اقوام کے قیدیوں کے ساتھ قرآن و
سنت کے مطابق عمل کرتا تب تو (ان سب صورتوں میں) یہ سب مجھ کو چھوڑ کر چلے جاتے - خدا کی قسم میں نے لوگوں کو حکم دیا
کہ ماہ رمضان میں نماز واجب کے سوا اور نماز (سنت) جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں اور ان کو یہ بھی بتا دیا کہ ان کا نوافل
کو جماعت کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے تو میرے لشکر والے جو میرے ساتھ (دشمن سے) لڑتے ہیں ان میں سے بعض نے پکار کر کہا
اے مسلمانو سنت عمر میں تغیر کیا جا رہا ہے وہ (علی) ہم کو ماہ رمضان میں نماز سنت جماعت کے ساتھ پڑھنے سے روکتے ہیں -
فائدہ :- اس حدیث سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ جو امور بیان کئے گئے ہیں حضرت سے پہلے کس کے عہد میں ہوئے مگر جس زمانہ میں
آپ نے ارشاد فرمایا ہے اس زمانے میں بہت سے لوگ ایسے موجود تھے جنھوں نے رسول اللہ اور خلفائے ثلثہ کا زمانہ دیکھا تھا
ان کو معلوم تھا کہ یہ امور کس کے عہد میں ہوئے - ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان حضرات میں سے کوئی نہ کوئی ان کا موجد
ہے اور اس کے عہد میں یہ امور ہوئے - ۲ تاریخ الخلفاء ص ۲۰ و ۹۷ و ۱۱۶ سے بعض امور کے موجد کا بھی نام معلوم ہو جاتا ہے -
دیکھو تتمہ باب ہشتم - (و) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۲ھ ص ۹۵ - فقال له امیر المومنین یا ابن النخارة لیس کما
قلت ان عثمان لا جلس فی غیر مجلسه وارتد بغیر ردائه صارع الحق فصرعه الحق والذی بعث محمدا بالحق لو وجدت
یوم بویع اخو تیم اربعین رهطا لجاهدتهم فی الله الی ان ابلی الله عذری - پس امیر المومنین نے اس سے کہا اے نخارہ کے
بیٹے جیسا تو نے قیاس کیا ویسا نہیں ہے - یقیناً جب عثمان اس جگہ بیٹھ گئے جو ان کے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اور وہ چادر اوڑھ
لی جو ان کے اوڑھنے کی نہ تھی تو انھوں نے حق کے ساتھ کشتم کشتا کی پس حق نے ان کو دے پٹکا اور اس کی قسم جس
نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا جس دن تیم کے بھائی (ابوبکر) کی بیعت کی گئی اگر مجھ کو چالیس آدمی مل جاتے تو میں

ان لوگوں سے خدا کی راہ میں جہاد کرتا یہاں تک کہ خدا میرے عذر کو قبول کرتا (یا میں کامیاب ہوتا یا شہادت پاتا) -
(ز) ص ۳۱ وقد قتل الله الجبابرة علی افضل احوالهم وامن ما کانوا وامات ہامان واہلک فرعون وقتل عثمان - خدا نے ظالموں کو
ان کی اچھی حالت اور امن میں ہونے کے باوجود قتل کیا - اس نے ہامان کو موت دی اور فرعون کو ہلاک کیا اور عثمان کو
قتل کیا (فائدہ) - حضرت نے اول کو ہامان (وزیر) کہہ کر اور ثانی کو فرعون (بادشاہ) قرار دے کر اس امر کو ظاہر کر دیا کہ
اول کی حکومت بھی حقیقت میں ثانی ہی کی حکومت تھی اور وہ ثانی کی مرضی اور حکم کے پابند تھے - (ح) ص ۳۲ وقد سبقنی الی ہذا الامر
من لم اشرکه فیه ولم اهبه له ومن لیست له توبة الا بنبی یبعث ولا نبی بعد محمد - اس امر (خلافت) کی طرف مجھ سے پہلے
وہ لوگ دوڑ پڑے جن کو میں نے اس امر میں شریک نہیں کیا تھا اور نہ ان کو میں نے یہ امر بخش دیا تھا اور وہ ایسے ہیں جن کی
توبہ قبول نہیں ہوتی مگر ایک نبی کے ذریعہ سے جو بھیجا جائے (اور وہ دعا کرے) اور محمدؐ کے بعد کوئی نبی (مبعوث ہونے والا)
نہیں ہے (یعنی ان کی توبہ قابل قبول نہیں) - (ط) ص ۳۳ سبق فیه الرجلان وقام فیه الثالث کالغراب ہمه بطنه ویله لو قص
جناحاه وقطع راسه کان خیرا له شغل عن الجنة والنار امامه - اس امر میں دو شخصوں نے سبقت کی اور اس امر میں تیسرا
بھی کھڑا ہوا وہ کوے کی طرح تھا جس کی ہمت شکم پری (میں منحصر) تھی - اس پر وائے ہو - اگر اس کے دونوں بازو (ہاتھ) کاٹ
دے جاتے اور اس کا سر قلم کر دیا جاتا تو یہ اس کے لئے اچھا تھا - اس نے جنت سے منہ پھیر لیا اور دوزخ اس کے آگے
(استقبال کے لئے) موجود ہے - (ی) حضرت سلمان فارسی نے آکر اول کی بیعت کا حال حضرت علی سے بیان کیا - قال (علی لسلمان)
لست اسئلک عن ہذا ولکن تدری اول من بایعه حین صعد علی منبر رسول الله قلت لا ولکنی رأیت شیخا کبیرا متوکیا علی
عصاه بین عینیه سجادة شدیدة التشمیر صعد الیه اول من صعد وہو یبکی ویقول الحمد لله الذی لم یمتنی من الدنیا حتی
رایتک فی ہذا المکان ابسط یدک فبسط یده فبایعه ثم نزل وخرج عن المسجد فقال علی ہل تدری من ہو قلت لا ولقد
ساءتنی مقالته کانه شامت بموت رسول الله فقال ذالک ابلیس لعنه الله - حضرت علی نے سلمان سے کہا میں تم سے اس کے
متعلق نہیں پوچھتا - میں یہ پوچھتا ہوں کہ جب وہ منبر رسول پر گیا تو سب سے پہلے کس نے اس کی بیعت کی - سلمان نے کہا یہ تو

میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا لیکن میں نے ایک بہت بڈھے کو دیکھا کہ اپنی لاٹھی پر تکیہ کئے ہوئے تھا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) سجدہ کا نشان تھا بڑا عبادت گزار تھا وہی سب سے پہلے اس کے پاس منبر پر پہنچا اور وہ رو کر کہتا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے موت نہ دی یہاں تک کہ میں نے تم کو اس جگہ پر دیکھ لیا۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ پس اس (اول) نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس نے بیعت کی اور (منبر سے) اتر کر مسجد سے نکل گیا۔ حضرت علی نے فرمایا تم جانتے ہو وہ کون تھا۔ میں (سلمان) نے کہا نہیں لیکن مجھ کو اس کی بات بہت بری معلوم ہوئی وہ رسول اللہ کی موت سے خوش معلوم ہوتا تھا۔ حضرت علی نے فرمایا وہ ابلیس ملعون تھا۔ اس کے بعد تین سطروں میں غدیر خم کے مقام پر رسول اللہ کا علی کو خلیفہ و امام مقرر کرنا اور شیطان اور اس کے تابعین کا موجود ہونا اور یہ کیفیت دیکھ کر مایوس و مغموم ہونا مذکور ہے پھر یہ ہے واخبرنی رسول اللہ انہ لوقبض ان الناس یبایعون ابابکر فی ظلۃ بنی ساعدۃ بعد ما یختصمون ثم یاتون المسجد فیکون اول من یبایعہ علی منبری ابلیس لعنہ اللہ فی صورۃ رجل شیخ مشمر یقول کذا وکذا ثم یخرج فیجمع شیاطینہ وابالستہ فیخر ویکسع ویقول کلا زعمتم ان لیس لی علیہم سبیل فکیف رایتم ما صنعت بہم حتی ترکوا امر اللہ عز ذکرہ وطاعتہ وما امرہم رسول اللہ۔ حضرت علی نے سلمان سے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ نے خبر دی ہے کہ میرے مرنے کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں باہم جھگڑنے کے بعد لوگ ابوبکر کی بیعت کریں گے پھر مسجد میں آئیں گے تو سب سے پہلے میرے منبر پر ابوبکر کی بیعت جو کرے گا وہ ابلیس ملعون ہوگا۔ ایک بوڑھے آدمی کی صورت میں دامن سمیٹے ہوئے لپکتا ہوا (منبر پر جائے گا اور) ایسا ایسا کہے گا اور بیعت کرکے (مسجد سے) چلا جائے گا تب اس کے پاس اس کے شیطان (پیرو) جمع ہوں گے پھر وہ منہ کے بل (سجدہ شکر میں) گرے گا اور (اٹھ کر) کتوں کی طرح بیٹھ جائے گا اور کہے گا دیکھو تمہارا خیال تھا کہ مجھے انھیں بہکانے کا موقع نہیں رہ گیا۔ اب جو میں نے ان کے ساتھ کیا یہاں تک کہ انھوں نے خدا اور رسول کے حکم اور اطاعت کو ترک کیا تم میرے اس کام کو کیسا پاتے ہو۔

(۴) حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کا ارشاد۔ ص۹۸ (یہ ایک طویل حدیث سے لیا گیا ہے جس میں بحکم خلیفہ ثالث حضرت ابوذر غفاری کی جلاوطنی کا ذکر ہے اور امیر المومنین و حسنینؑ و عقیل و عمار یاسر بیرون مدینہ تک پہنچانے

گئے اور ان حضرات نے بوقت وداع حضرت ابوذر غفاری سے کلمات صبر و تسکین فرمائے۔ ان حضرات کے یہ تمام اقوال شرح نہج جلد ۲ ص۳۷۵ میں ابوبکر جوہری کی کتاب سقیفہ سے معنیً منقول ہیں اور الفاظ قریب قریب اسی کے ہیں۔ اس میں جو قول عقیل و عمار کا ہے وہ حضرت علی و حسنینؑ کے سامنے بیان ہوا ہے اور ان حضرات نے اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ لہذا یہ دونوں قول بھی ان ائمہ کے ہیں)۔ ثم تکلم عقیل فقال یا اباذر انت تعلم انا نحبک ونحن نعلم انک تحبنا وانت قد حفظت فینا ما ضیع الناس الا القلیل فثوابک علی اللہ عزوجل فلذلک اخرجک المخرجون ویسیرک المسیرون فثوابک علی اللہ عزوجل (الی آخر کلمات الصبر) ثم تکلم الحسنؑ فقال یا عماہ ان القوم قد اتوا الیک ما قد تری وان اللہ عزوجل بالمنظر الاعلی فدع عنک ذکر الدنیا بذکر فراقہا وشدۃ ما یرد علیک لرخاء ما بعدہا حتی تلقی نبیک وہو عنک راض ان شاء اللہ ثم تکلم الحسینؑ فقال یا عماہ ان اللہ تبارک وتعالی قادر ان یغیر ما تری وہو کل یوم فی شان ان القوم منعوک دنیاہم ومنعتہم دینک فما اغناک عما منعوک واحوجہم الی ما منعتہم فعلیک بالصبر فان الخیر فی الصبر والصبر من الکرم ودع الجزع فان الجزع لا یغنیک ثم تکلم عمار یا اباذر اوحش اللہ من اوحشک واخاف من اخافک انہ واللہ ما منع الناس ان یقولوا الحق الا الرکون الی الدنیا والحب لہا الا انما الطاعۃ مع الجماعۃ والملک لمن غلب علیہ وان ہولاء القوم دعوا الناس الی دنیاہم فاجابوہم ووہبوا لہم دینہم فخسروا الدنیا والآخرۃ فذلک ہو الخسران المبین۔ پھر (حضرت علی کے بعد) عقیل نے یہ گفتگو کی کہ اے ابوذر تم جانتے ہو کہ ہم (اہلبیت رسول) تم کو دوست رکھتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں کہ تم ہم کو دوست رکھتے ہو۔ تم نے ہمارے بارے میں اس چیز (مودت) کی حفاظت کی جس کو بجز تھوڑے آدمیوں کے سب نے ضائع کر دیا پس خدا اس کا اجر تم کو دے گا اور اسی وجہ سے نکالنے والوں نے تم کو نکالا ہے پس خدا تم کو (اس جلاوطنی کا) ثواب عطا فرمائے گا (پھر کلمات صبر ارشاد فرمائے)۔ پھر حضرت امام حسنؑ نے کہا اے چچا اس قوم نے جو برتاؤ آپ کے ساتھ کیا ہے وہ آپ دیکھتے ہیں اور بے شک خدا بھی دیکھتا ہے۔ آپ ان تکالیف کی وجہ سے جو آپ پر وارد ہوئی ہیں دنیا کی مفارقت کا کچھ خیال نہ کیجئے گا کیونکہ اس کے بعد آپ کے لئے آرام ہی آرام ہے (صبر کیجئے) یہاں تک کہ اپنے نبی سے ملاقات کیجئے اس حالت میں کہ وہ ان شاء اللہ

آپ سے راضی ہوں گے۔ پھر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے چچا خدا قادر ہے کہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں اس کو متغیر کردے اور وہ ہر وقت ہر چیز پر قادر ہے۔ اس قوم نے آپ سے اپنی دنیا کو بچایا اور آپ نے ان سے اپنے دین کو روکا۔ جو انھوں نے آپ سے روکا اس سے آپ کس قدر مستغنی ہیں (کہ بیان کی ضرورت نہیں) اور جو چیز آپ نے ان سے روکی اس کی ان کو کس قدر احتیاج ہے۔ صبر کیجئے صبر میں بھلائی ہے اور صبر کرم کا ایک جزو ہے۔ بے صبری نہ کیجئے گا کہ بے صبری سے آپ کو کچھ فائدہ نہ پہنچے گا۔ پھر حضرت عمار نے کہا اے ابوذر خدا اس کو تنہائی میں ڈالے جس نے تم کو تنہائی میں ڈالا ہے اور خدا اس کو ڈرائے جس نے تم کو ڈرایا ہے۔ بخدا لوگوں نے تم کو حق بات کہنے سے محض اسی وجہ سے روکا کہ وہ دنیا اور اس کی محبت کی طرف مائل ہیں۔ بیشک حکومت مجمع والوں کے ساتھ ہے اور ملک اس کے قبضہ میں ہے جو اس پر غالب آگیا (یعنی ہمارا اس وقت کچھ قابو نہیں ورنہ ہم آپ کو جلاوطن نہ ہونے دیتے)۔ اس قوم نے لوگوں کو اپنی دنیا کی طرف بلایا انھوں نے ان کی اس دعوت کو قبول کیا اور (ان کی دنیا کے لئے) ان کو اپنا دین ہبہ کر دیا پس وہ دنیا و آخرت میں خسارہ میں رہے اور یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔

(۵) حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدینؑ کا ارشاد ص۱۹۸۔ فقال سعید بن المسیب لعلی بن الحسین جعلت فداک کان ابوبکر مع رسول اللہ حین اقبل الی المدینۃ فاین فارقہ فقال ان ابابکر لما قدم رسول اللہ الی قبا فنزل بہم ینتظر قدوم علی قال لہ ابوبکر انہض بنا الی المدینۃ فان القوم قد فرحوا بقدومک وہم یستریثون اقبالک الیہم فانطلق بنا ولا تقم ہہنا تنتظر علیا فما اظنہ یقدم علیک الی شہر فقال لہ رسول اللہ کلا ما اسرعہ ولست اریم حتی یقدم ابن عمی واخی فی اللہ عزوجل واحب اہلبیتی الی فقد وقانی بنفسہ من المشرکین قال فغضب عند ذالک ابوبکر واشمأز وداخلہ من ذالک حسد لعلی وکان ذالک اول عداوۃ بدت منہ لرسول اللہ فی علی واول خلاف علی رسول اللہ فانطلق حتی دخل المدینۃ وتخلف رسول اللہ ینتظر علیا۔ سعید بن مسیب نے امام زین العابدینؑ سے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں ابوبکر رسول اللہ کے ساتھ تھے جب آپ مدینہ کی طرف چلے کہاں سے ابوبکر پیغمبر سے الگ ہو گئے۔ فرمایا کہ جب رسول اللہ قبا میں اتر کر علی کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ابوبکر نے کہا ہمارے ساتھ مدینہ چلئے وہاں لوگ آپ کے منتظر ہیں آپ کے پہنچے

سے خوش ہوں گے یہاں علی کا انتظار نہ کیجئے میرا خیال ہے کہ وہ ایک مہینہ تک آپ کے پاس نہ آئیں گے۔ حضرت نے فرمایا ہرگز نہیں میں ان سے پہلے نہیں جاؤں گا اور یہاں سے قدم نہ اٹھاؤں گا جب تک میرا ابن عم اور خدا کے کام میں میرا بھائی میرے اہلبیت میں میرا محبوب ترین شخص (علی) نہ آئے۔ اس نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر مجھ کو مشرکوں سے بچایا۔ امام نے فرمایا اس پر ابوبکر کو غصہ آگیا ناک بھوں چڑھائی اور بہت پیچ و تاب کھایا اور علی سے اس کو حسد پیدا ہوا اور یہ اس کی پہلی عداوت تھی جو رسول اللہ کے ساتھ علی کے متعلق ظاہر ہوئی اور پہلی مخالفت رسول اللہ سے تھی پس وہ رسول اللہ کو علی کے انتظار میں قبا میں چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ (ب) کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی ص۵۹۔ عن ابی حمزۃ الثمالی قال قلت لعلی بن الحسین..... اسئلک عن الاول والثانی قال علیہما لعائن اللہ کلاہما مضیا واللہ کافرین مشرکین باللہ العظیم۔ ابوحمزہ ثمالی نے امام زین العابدینؑ سے عرض کیا کہ میں آپ سے اول و ثانی کے متعلق پوچھتا ہوں۔ فرمایا ان دونوں پر خدا کی لعنتیں ہوں۔ خدا کی قسم وہ دونوں دنیا سے کافر اور مشرک گئے خدائے عظیم کی قسم۔

(۶) حضرت امام محمد باقرؑ کا ارشاد۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص۲۵۹ و ۳۹۱۔ قال (بخیۃ) جعلت فداک ما تقول فی فلان وفلان قال (الباقرؑ) یا بخیۃ ان لنا الخمس فی کتاب اللہ ولنا الانفال ولنا صفو المال وہما واللہ اول من ظلمنا حقنا فی کتاب اللہ و اول من حمل الناس علی رقابنا ودماءنا فی اعناقہما الی یوم القیامۃ الخ۔ بخیہ نے کہا میں آپ پر فدا آپ فلاں فلاں کے حق میں کیا کہتے ہیں۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا اے بخیہ یقینا ہمارے لئے خمس (کا حق مقرر) تھا کتاب خدا میں اور ہمارے لئے انفال اور پاکیزہ مال تھا۔ انھیں دونوں نے سب سے پہلے کتاب خدا میں ہمارا مقرر شدہ حق ہم سے چھینا اور انھیں دونوں نے سب سے پہلے لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا ہمارا خون ان کی گردنوں پر قیامت تک رہے گا۔ (ب) روضہ کافی ص۱۱۵۔ عن حنان عن ابیہ قال سئلت اباجعفر عنہما قال یا ابا الفضل ما تسئلنی عنہما فواللہ مامات منا میت الا ساخطا علیہما وما منا الیوم الا ساخطا علیہما یوصی بذلک الکبیر منا الصغیر انہما ظلمانا حقنا ومنعانا فیئنا وکان اول من رکب اعناقنا وبثقا علینا بثقا لا یسکن ابدا حتی یقوم قائمنا او یتکلم متکلمنا ثم قال اما واللہ لو قام قائمنا وتکلم متکلمنا لابدی من امورہما ما کان یکتم ولکتم من امورہما ما کان یظہر واللہ ما اسست

من بلية ولا قضية تجری علینا اہل البیت الاہما اسسا اولہما فعلیہما لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ۔ حنان نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے امام محمد باقرؑ سے ان دونوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا اے ابوالفضل مجھ سے ان دونوں کے متعلق کیا پوچھے ہو ہم اہلبیت میں سے کوئی نہیں مگر ان دونوں سے ناخوش وغضبناک اور آج بھی ہم اہلبیت میں کوئی نہیں مگر ان دونوں سے بیزار وخشمگیں ۔ ہمارے بڑے اور بوڑھے اسی کی وصیت چھوٹوں کو کر جاتے ہیں ۔ ان دونوں نے ہمارے حق کو چھینا اور ہمارے خمس کو ہم سے روکا اور یہ سب سے پہلے ہماری گردنوں پر سوار ہوئے ۔ ہمارے خلاف ان دونوں کے ظلم کی نہر ایسی بہی ہے کہ کبھی ساکن نہ ہوگی یہاں تک کہ ہمارا قائم اٹھے اور ہمارا متکلم بولے ۔ خدا کی قسم جب ہمارا قائم اٹھے گا اور ہمارا متکلم بولے گا تو ان دونوں کی جو باتیں چھپائی جارہی ہیں ظاہر کر دے گا اور جو باتیں ان کے متعلق ظاہر کی جارہی ہیں ان چھپا (مٹا) دے گا ۔ خدا کی قسم کوئی بلا ومصیبت ہم اہلبیت پر واقع نہیں ہوتی مگر اس کی ابتدائی بنیاد انھیں دونوں نے ڈالی ہے ۔ پس ان دونوں پر اللہ اور تمام ملائکہ اور آدمیوں کی لعنت ہو ۔

(۷) حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ۔ تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران ۱۳۱۷ھ جلد اول ص ۲۲۷ ۔ عن الحسین بن علی بن ثویر وابی سلمۃ السراج قالا سمعنا ابا عبداللہ وہو یلعن فی دبر کل مکتوبۃ اربعۃ من الرجال واربعۃ من النساء التیمی والعدوی وفلان ومعاویۃ ویسمیہم وفلانۃ وفلانۃ وہند وام الحکم اخت معاویۃ ۔ حسین وابوسلمہ نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت صادقؑ کو سنا ہے کہ وہ ہر نماز واجب کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے ۔ تیمی اور عدوی اور فلاں اور معاویہ اور حضرت سب کا نام لیتے تھے (راوی نے نام ظاہر نہیں کیا) اور فلانہ وفلانہ اور ہند اور معاویہ کی بہن ام الحکم ۔ (ب) روضہ کافی ص ۱۰۲ (عن عبدالرحمن بن ابی عبداللہ) قال قلت لابی عبداللہ ..... قال قلت خبرنی عن الرجلین قال ظلمانا حقنا فی کتاب اللہ عزوجل ومنعا فاطمۃ میراثہا من ابیہا وجری ظلمہما الیوم واشار الی خلفہ ونبذا کتاب اللہ وراء ظہورہما ۔ عبدالرحمن راوی نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا مجھے دو شخصوں کے حال سے خبر دیجئے ۔ فرمایا کہ ان دونوں نے ہمارا وہ حق چھینا جو کتاب خدا میں مقرر ہے اور دونوں نے جناب فاطمہ کو ان کے باپ کی میراث سے محروم کیا اور ان کے ظلم کا سلسلہ آج تک جاری ہے ۔ اور اپنی پشت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ انھوں نے کتاب خدا کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکا (منحرف ہو گئے)

(۸) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد ۔ ج ۳ ص ۱۲۵ ۔ عن علی بن سوید قال کتبت الی ابی الحسن موسیٰ وہو فی الحبس کتابا اسئلہ عن حالہ وعن مسائل کثیرۃ فاحتبس الجواب علیّ ثم اجابنی بجواب ہذہ نسختہ ..... وسئلت عن الرجلین اغتصبا رجلا ماکان ینفقہ علی الفقراء والمساکین وابناء السبیل وفی سبیل اللہ فلما اغتصبا ذالک لم یرضیا حیث غصباہ حتی حملاہ ایاہ کرہا فوق رقبتہ الی منازلہما فلما احرزاہ تولیا انفاقہ ایبلغان بذالک کفرا فلعمری لقد نافقا قبل ذلک وردا علی اللہ جل ذکرہ کلامہ وہزیا برسول اللہ وہما الکافران علیہما لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین واللہ مادخل قلب احدمنہما شیئ من الایمان منذ اخروجہما عن حالتیہما وما ازدادا الا شکا کانا خداعین مرتابین منافقین حتی توفتہما ملائکۃ العذاب الی محل الخزی فی دار المقام ۔ علی بن سوید کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظمؑ کو جب آپ قیدخانہ میں تھے ایک خط لکھا جس میں آپ کی مزاج پرسی کی اور بہت سے مسائل پوچھے ۔ کچھ دنوں تک میرے پاس اس کا جواب نہ آیا پھر جواب آیا اس کی عبارت یہ ہے (جواب میں حضرت نے اتنے دنوں جواب نہ دینے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ اس وقت میں تقیہ میں تھا اور میرا فرض تھا کہ میں اس کے جواب کو مخفی رکھوں ۔ جب اس ظالم کا انتقال ہو گیا تو اب اس کا جواب دیتا ہوں اس خوف سے کہ ضعفاء شیعہ ان امور کو نہ جاننے کی وجہ سے حیران وپریشان ہوں گے) ..... اور تو نے دو مردوں کے متعلق دریافت کیا ہے جنھوں نے ایک شخص کا وہ مال چھین لیا جو وہ فقراء ومساکین ومسافرین پر اور راہ خدا میں خرچ کیا کرتا تھا اور صرف چھین لینے پر اکتفا نہ کی بلکہ زبردستی اس کی گردن پر اس کو لادکر اپنے گھر لے گئے اور جب اس مال پر پورے طور سے قابض ہو گئے تو اس کو اپنی رائے سے خرچ کیا آیا اس فعل سے وہ دونوں کافر ہوئے یا نہیں ۔ (جواب سنو) قسم ہے مجھ کو اپنی زندگی کی وہ دونوں اس کے پہلے ہی سے منافق تھے اور خدا کی مخالفت میں اس کے کلام کو رد کر چکے تھے اور رسول اللہ سے تمسخر کر چکے تھے وہ دونوں کافر ہیں ان دونوں پر خدا اور تمام ملائکہ اور آدمیوں کی لعنت ہو ۔ جب سے وہ اپنی پہلی حالت سے نکلے ان دونوں میں سے کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان داخل ہی نہیں ہوا اور ان کا شک بڑھتا گیا وہ دونوں دغاباز شک کرنے والے منافق تھے یہاں تک کہ ملائکہ عذاب ان کو مقام ذلت ورسوائی تک کھینچ لے گئے ۔

(۹) حضرت امام علی رضاؑ کا ارشاد ۔ کتاب الخرائج والجرائح ص ۹ ۔ عن دعبل الخزاعی قال حدثنی الرضا عن ابیہ عن جدہ

قال کنت عند الباقر اذ دخل جماعة من الشیعة وفیہم جابر بن یزید فقالوا ہل رضی ابوک علی بن ابی طالب بامامة الاول و الثانی قال اللہم لا۔ امام رضاؑ نے اپنے پدر بزرگوار کے ذریعہ اپنے جد نامدار امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں اپنے پدر بزرگوار محمد باقرؑ کے پاس تھا کہ کچھ شیعہ آئے اور ان میں جابر بن یزید بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ کے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب اول و ثانی کی امامت پر راضی ہوگئے تھے۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا اے خدا (تو گواہ رہ کہ) نہیں راضی ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری صحابی رسول اللہ کو (جو اس وقت زندہ تھے) بلوایا اور انھوں نے بھی آکر یہی کہا جو آپ نے فرمایا تھا (فائدہ)۔ امام رضاؑ نے دو اماموں کے توسط سے امام محمد باقرؑ سے اس حدیث کی روایت کی ہے پس یہ ان چار اماموں کا ارشاد ہے۔

(۱۰) حضرت امام محمد تقیؑ کا ارشاد۔ کتاب کمال الدین وتمام النعمة مطبوعہ ایران ص۲۱۳ اور احتجاج طبرسی ص۲۴۰ میں ایک حدیث بروایت عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی امام محمد تقیؑ سے منقول حضرت قائم آل محمدؑ کے متعلق منقول ہے اس کا آخری فقرہ یہ ہے۔ قال عبدالعظیم فقلت لہ یا سیدی کیف یعلم ان اللہ قد رضی قال یلقی فی قلبہ الرحمة فاذا دخل المدینة اخرج اللات والعزی فاحرقہما۔ عبدالعظیم کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقیؑ سے عرض کیا مولیٰ قائم آل محمد کو کیسے معلوم ہوگا کہ خدا راضی ہوگیا فرمایا کہ خدا ان کے دل میں رحم ڈال دے گا (اس سے وہ سمجھیں گے کہ خدا راضی ہوگیا اور قتل سے باز آئیں گے) پس جب مدینہ میں داخل ہوں گے تو لات وعزیٰ کو (اس جگہ سے جہاں وہ چھپائے گئے ہیں) نکال کر جلا دیں گے۔

(۱۱) حضرت امام حسن عسکری اور حضرت امام صاحب الامرؑ کا ارشاد۔ کتاب کمال الدین وتمام النعمة ص۲۵۲ تا ۲۵۶ میں ایک طولانی حدیث مذکور ہے جس کا خلاصہ کتاب الخرائج والجرائح ص۲۰۷، ۲۰۸ میں طولانی ہی درج ہے۔ چنانچہ کتاب کمال الدین ص۲۵۴ میں یہ ہے۔ فلما انصرف احمد بن اسحاق لیاتیہ بالثوب نظر الی مولانا ابومحمد فقال لی ماجاء بک یا سعد فقلت شوقنی احمد بن اسحاق علی لقاء مولانا قال والمسائل التی اردت ان تسئلہ عنہا قلت علی حالہا یا مولای قال فاسئل قرة عینی واوما الی الغلام فقال الغلام سل ما بدالک (بہت سے مسائل وجوابات کے بعد ص۲۵۶ میں حضرت صاحب الامرؑ کا یہ ارشاد مذکور ہے) ولما قال اخبرنی عن الصدیق والفاروق اسلما طوعاً

اور کرہاً لم لم تقل بل اسلما طمعاً۔ جب احمد بن اسحاق کپڑا لانے کے لئے گئے تو مولانا ابو محمد (حسن عسکریؑ) نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے سعد کیسے آئے۔ میں نے کہا احمد بن اسحاق نے مجھے آپ کی زیارت کا شوق دلایا۔ فرمایا اور وہ مسائل جو تم نے احمد سے پوچھنا چاہا تھا۔ میں نے کہا وہ اسی طرح لاجواب ہیں۔ آپ نے لڑکے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا میرے اس فرزند سے پوچھ لو۔ صاحبزادے نے فرمایا پوچھو جو تمہیں پوچھنا ہے..... ص۲۵۶ اور جب اس (ناصبی) نے کہا تھا کہ مجھے بتاؤ کہ صدیق اور فاروق رغبت اور خوشی سے مسلمان ہوئے تھے یا جبراً اور زبردستی سے تو تو نے اس سے کیوں نہ کہا (کہ وہ نہ رغبت وخوشی سے مسلمان ہوئے نہ جبر سے) بلکہ وہ دونوں لالچ اور طمع کی وجہ سے (ظاہری طور پر) مسلمان ہوئے تھے (نہ واقعی طور پر)۔ اس کے بعد حضرت نے طمع کی حالت بیان فرمائی ہے۔

باب چہاردہم۔ مذہب اہل سنت کی حقیقت

عوام اہل سنت کو ان کے علماء نے یہ سمجھا دیا ہے کہ ہم ہی اہل بیت رسول کے دوست اور پیرو ہیں۔ زبانی محبت اگر اس کے ساتھ عملی محبت نہ ہو دعویٰ بلا دلیل ہے لہذا مناسب ہے کہ اس کی بھی تحقیقات کی جائے۔

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ اہل بیت کا درجہ اسلام میں کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز تحفہ اثناعشریہ باب چہارم ص۱۳۰ بر فائدہ ملقبہ بسعادت دارین فی شرح حدیث ثقلین میں لکھتے ہیں (لفظی ترجمہ) جاننا چاہئے کہ بالاتفاق شیعہ وسنی ثابت ہے کہ یہ حدیث پیغمبر نے ارشاد فرمائی کہ میں تم میں دو چیز چھوڑتا ہوں جب تک تم ان دونوں کے پیرو رہو گے گمراہ نہ ہوگے ان دونوں میں سے ایک دوسری سے اعظم ہے کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہلبیت پس معلوم ہوا کہ دینی مقدمات اور شرعی احکام میں پیغمبر نے ہم کو ان دو عظیم القدر چیزوں کے حوالہ کیا ہے پس جو مذہب ان دونوں کے خلاف ہو امور شرعیہ میں عقیدہ اور عمل کی راہ سے وہ مذہب باطل اور نامعتبر ہے اور جو ان دو بزرگ چیزوں کا انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے۔ صاحب صواعق محرقہ کا قول باب چہارم ص۲۵ میں مذکور ہوا کہ اہلبیت میں پیروی کئے جانے کے قابل سب سے زیادہ مستحق ان اہلبیت امام وسردار وعالم علی بن ابی طالب ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ پیغمبر نے دینی معاملات اور شرعی احکام میں ہم کو قرآن وعلی کے حوالہ

کیا ہے پس جو مذہب قرآن و علی کے خلاف ہو عقیدہ و عمل کی راہ سے وہ مذہب باطل ہے جیسا کہ شاہ صاحب فرما چکے ہیں
حضرت علیؑ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ہر سورہ کا جزو جانتے ہیں دیکھئے تفسیر کبیر جلد ا ص۱۰۱ اور اہل سنت ہر سورہ کا جزو
نہیں مانتے۔ حضرت علی اس کو ہر نماز میں بآواز بلند پڑھتے تھے خواہ سورہ بآواز بلند پڑھا جائے یا آہستہ آہستہ اور اہل سنت بآواز
بلند کسی نماز میں نہیں پڑھتے ممکن ہے کہ آہستہ بھی نہ پڑھتے ہوں کیونکہ ان کے نزدیک وہ کسی سورہ کا جزو تو ہے ہی نہیں۔
دیکھئے تفسیر کبیر جلد ا ص۱۰۱۔ بروایت اہل سنت بھی حضرت علی متعہ کو حلال جانتے ہیں مگر ان کی پیروی نہیں کی جاتی اور حضرت عمرؓ کے
حرام کر دینے سے حرام سمجھا جاتا ہے۔ دیکھئے باب دہم ص(۹)۱۱۔ حضرت علی و امام محمد باقرؑ وضو میں پیروں کا مسح واجب جانتے ہیں اور
اہل سنت پیروں کو دھوتے ہیں۔ تفسیر کبیر جلد ۳ ص۳۵۰ مسئلہ ۳۸ و مسند احمد جلد ا ص۱۵۷ حدیث نمبر ۸۱۹۔ نجاست ابدان مشرکین ظاہر
قرآن سے ثابت ہے اور فقہائے اہل سنت اجسام مشرکین کو طاہر سمجھتے ہیں۔ دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۴ ص۱۱۴ سورہ توبہ آیہ
انما المشرکون نجس کے ذیل میں۔ بخاری امام جعفر صادقؑ کی روایت کردہ حدیث نہیں لیتے تھے اور امام مالک بھی امام جعفر صادق
کی روایت کردہ حدیث اس وقت تک نہیں لیتے تھے جب تک بنی عباس کی خلافت قائم نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی جب تک کوئی
دوسرا شخص بھی اس کا راوی نہ ہوتا تھا ان کی روایت نہیں لیتے تھے حالانکہ علامہ ذہبی کے نزدیک امام جعفر صادقؑ مشہور
ائمہ میں سے ایک نیکوکار صادق کبیر الشان بزرگ تھے۔ دیکھئے میزان الاعتدال ذہبی جلد ا ص۱۹۲ ترجمہ امام جعفر صادقؑ۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ کے والد شاہ ولی اللہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں فرماتے ہیں (لفظی ترجمہ) قرآن و
حدیث کے بعد اسلام کا مدار فقہ پر ہے اور فقہ کے بڑے بڑے مسائل حضرت فاروق کے اجماعی مسائل ہیں اور اگر اکثر اہل اسلام
کو دیکھو تو وہ حنفی و مالکی و شافعی ہیں۔ امام مالک کی فقہی خدمت کا مبنیٰ کتاب موطا ہے اور موطا میں بجز چند حدیثوں اور
روایتوں کے جو انگلیوں پر گن لی جائیں مرتضیٰ (علی) سے منقول نہیں۔ اسی طرح مسائل حنفیہ اور اخبار امام محمد میں مرتضیٰ (علی)
کی روایت بجز چند مرفوع حدیثوں کے موطا سے زائد منقول نہیں۔ اور اسی طرح مسند شافعی میں کہ شافعیہ مذہب اس پر
مبنی ہے بجز چند مرفوع حدیث او موقوف خبر کے جو اور لوگوں کی روایت کی نسبت سے بھی کم ہے علی سے منقول نہیں۔

(غرض) جس کو ان مذاہب کے اصول اور بڑی بڑی باتوں کی اطلاع ہوگی وہ شک نہ کرے گا کہ ان تمام مذہبوں کی اصل فاروق
کے اجماعی مسائل ہیں اور ان اجماعی مسائل کے بعد فقہائے صحابہ کے اقوال پر اعتماد ہے۔ (پھر کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں)
پس مذاہب مشہورہ کی فقہ میں مرتضیٰ (علی) کی روایتوں پر بالکل اعتماد نہیں ہے اور اس کو وہی پہچان سکتا ہے جو ان مذاہب کے
اصول اور امہات مسائل (یعنی بڑے بڑے اصل مسئلے) سے پورے طور پر واقف ہو۔ (پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں) لیکن فقہا پس
ان میں زیادہ مشہور حنفی و مالکی و شافعی ہیں اور ان کے مذہب کی بنا فاروق کے اجماعی مسائل پر ہے ان کی بڑی بڑی کتابوں
میں (جن پر ان کے مذہب کا مدار ہے) مرتضیٰ سے بہت کم روایت ہے جس کو اس میں شبہ ہو اس سے کہہ دو کہ موطا اور مسند شافعی اور
آثار امام محمد اور مسند ابو حنیفہ دیکھ لے۔ (پھر آگے بڑھ کر لکھتے ہیں) اہل مدینہ و تمام دیگر شہر کے لوگ جو مرتضیٰ سے روایت کرتے ہی
نہیں۔ اہل کوفہ روایتیں کرتے ہیں مگر محدثین کے نزدیک مرتضیٰ کی اکثر روایتوں کا حال مخفی و پوشیدہ ہے اور ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔
ملا محمد معین لاہوری اپنی کتاب دراسات اللبیب ص۲۴۰ میں ابن ہمام کا (جس نے امام حسنؑ پر اعتراض کیا تھا) قول
نقل کر کے لکھتے ہیں (عربی عبارت کا لفظی ترجمہ) مصیبت اور پوری مصیبت یہ ہے کہ مذاہب اربعہ (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ و حنبلیہ)
کی کتابیں مذہب ائمہ اہلبیت کے ذکر سے خالی ہیں اور اگر کچھ ائمہ اہلبیت کی کوئی روایت ان کتابوں میں پائی جاتی ہے تو اس کا اس
طرح معارضہ کیا جاتا ہے (جواب دیا جاتا ہے اور قبول نہیں کی جاتی)

اہلبیت سے کیوں روگردانی کی۔ قرآن سے بھی منحرف ہو گئے۔ شاہ ولی اللہ کی عبارت ہی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ فاروق کے اجماعی
مسائل میں کیا۔ قرآن کے خلاف اس لئے کہ اگر قرآن کے موافق ہیں تو اجماع کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ جن
مسائل میں اجماع کیا گیا اس کا حکم قرآن میں نہیں ہے۔ ایسا کہنا قرآن کو جھٹلانا ہے۔ کوئی خشک و تر ہے جو قرآن میں نہیں ہے۔
اور پھر حضرت عمر کے اس قول کی بھی کہ ہم کو کتاب خدا کافی ہے تکذیب ہے۔ یہ نہ کہا جائے کہ قرآن میں سب کچھ ہے مگر فاروق کو اس
کا علم نہ تھا۔ صحابہ نے اجماع کر کے قرآنی حکم بتایا ورنہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پھر رسول کی خلافت و جانشینی کرنے کیا چلے تھے۔ اہل سنت
قرآن و حدیث کی تخصیص بھی اپنے قیاس سے کر لیتے ہیں۔ مواہب لدنیہ جلد ۲ ص۳۰ میں ہے۔ ثم ان ظاہر ہذہ الآیۃ یدل علی

انہ لایجوز تخصیص النص بالقیاس ..... قالہ الامام فخر الدین وجوز غیرہ تخصیص الکتاب والسنۃ بالقیاس و بہ صرح علامہ التاج بن السبکی فی جمع الجوامع ۔ اس آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نص کی تخصیص قیاس سے جائز نہیں ۔ اس کو امام فخر الدین رازی نے کہا ہے اور رازی کے علاوہ سب نے قیاس سے کتاب وسنت کی تخصیص کو جائز کہا ہے ۔ اس کی تصریح علامہ تاج بن سبکی نے جمع الجوامع میں کی ہے ۔ اس کے علاوہ قرآن کو حدیث متواتر سے بلکہ حدیث غیر متواتر اور خبر سے منسوخ اور متروک کرنا اہل سنت کے یہاں عقلاً جائز ہے بلکہ واقع بھی ہوا ہے ۔ دیکھئے حصول المامول ص۱۵۱ ۔ لیجئے اہلبیت کو اجماع کرکے خلافت سے برخاست کیا قرآن کو حدیث سے منسوخ کیا ۔ اور سنئے قرآن اجماع (پنچایت) سے منسوخ ہو سکتا ہے ۔ دیکھئے کشف الاسرار بزودی جلد ۳ ص۱۷۵ ۔ شیخ سعدی نے سچ کہا ہے سہ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید + خلاف حکم پیغمبر اہلبیت کو پیشوا اور رہبر نہ بنانے کا یہی نتیجہ ہے کہ قرآن بھی ہاتھ سے جائے ۔ حدیث ثقلین جو بالاتفاق فریقین پیغمبر نے ارشاد فرمائی ہے وہ جھوٹی کیونکر ہو سکتی ہے ۔

۱۔ والحمد للہ علی احسانہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ وآلہ وقد حصل الفراغ مما ارید بتوفیقہ تعالی

۱۸ جمادی الاولی سنہ ۱۳۴۵ھ روز پنجشنبہ مطابق ۲۵ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء

۲۔ بعد اضافہ مضامین متکثرہ اصل مسودہ سے صاف تحریر کی گئی

۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۱ھ شب پنجشنبہ مطابق ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء

بقلم عاصی پر معاصی محمد جرار حسین بن مولانا مولوی محمد مصطفی حسین الجونپوری غفر اللہ ذنوبہما وستر عیوبہما ۔

۳۔ مصنف کے حواشی مابعد کو سلسلہ متن میں منسلک کرکے دوبارہ نقل کی گئی

کراچی ۲۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۹۰ روز شنبہ مطابق ۴ اپریل سنہ ۱۹۷۰ء بقلم صابر حسین کاظمی عفی اللہ عنہ

ہمشیر زادہ و داماد مصنف ~~بمقام کراچی~~ ۔

بازبین شد
۱۳۷۱ش

Parwaz
NOTE BOOK

Good Luck